www.babulilm.info

أحکام النساء

شیخ مفید علیہ الرحمة

مع جدید مسائل بمطابق فتاویٰ مراجع عظام

ترتیب و تعلیق ونشر:

باب العلم دار التحقیق

فروغ ایمان ٹرسٹ بلاک ڈی۔شمالی ناظم آباد کراچی پاکستان

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

أَحكَامُ النِّسَاءِ

(شیخ مُفید عَلَیہِ الرَّحمَۃ)

متولد ۳۳۶ھ، متوفی ۴۱۳ھ

ترجمہ:

عماد العلماء سیّد محمد مصطفیٰ

المعروف میر آغا

متوفی ۱۳۲۳ھ، مطابق ۱۹۰۶ء

ترتیب و تعلیق ونشر:

باب العلم دار التحقیق (مسجد باب العلم) فروغ ایمان ٹرسٹ بلاک ڈی، شمالی ناظم آباد

کراچی پاکستان

انتساب بہ:

اُمُّ الْحَسَنَیْنِ ؑ،اُمُّ السِّبْطَیْنِ ؑ،اُمُّ الْاَئِمَّةِ ؑ،اُمُّ اَبِیْهَا،
اَلْبَتُوْلُ الْعَذْرَاءُ، الحوراءُ الاِنْسِیَةُ. اَلْمُحَدَّثَةُ
الْعِلْمِیَّةُ،اَفْضَلُ النِّسَاءِ،خَیْرُ النِّسَاءِ،سَیِّدَةُ النِّسَاء
الْعَالَمِیْنَ،مَرْیَمُ الْکُبْرٰی، اَلْمُبَارَکَةُ، اَلطَّاهِرَةُ،
اَلْمَرْضِیَّةُ، الصِّدِّیْقَةَ، اَلْمُضْطَهِدَةُ، اَلْمَقْهُوْرَةُ،
اَلشَّهِیْدَةُ

یعنی

حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

التماس سورۂ فاتحہ برائے ایصال ثواب:

بالخصوص: سیّدہ نفیس فاطمہ رضوی بنتِ سیّد مجاہد حسین رضوی

....

علامہ سیّد ذیشان حیدر جوادیؒ،

مولانا سیّد نجم الحسن کرارویؒ

سوزخواں: سیّد مجاہد حسین ابن سیّد ممتاز حسین رضوی۔

بانیِ جلوس بہتّر تابوت (جعفر طیّار سوسائٹی) سیّد محمد ضامن رضوی ابن سیّد مجاہد حسین۔

سیّد اکبر حسین رضوی ابن سیّد پیغمبر حسین رضوی،

سیّد ظہور احمد ابن سیّد اکبر حسین رضوی،

سیّد مرتضیٰ حسین ابن سیّد ممتاز حسین رضوی،

سیّد اعجاز حسین ابن سیّد مرتضیٰ حسین رضوی،

سیّد ریاض حسین ابن سیّد مرتضیٰ حسین،

سیّد محمد یعقوب حسین رضوی ابن سیّد مختار حسین رضوی،

سیّد شہنشاہ حسین رضوی ابن سیّد فتح محمد رضوی،

سیّدہ مشتری بیگم بنتِ امداد علی رضوی،

سیّدہ کنیز صغریٰ بنتِ حسن عبّاس رضوی،

سیّدہ نثار فاطمہ رضوی بنتِ اکبر حسین رضوی،

سیّدہ کنیز سکینہ بنتِ حسن عبّاس،

سیّدہ کنیز فاطمہ بنتِ فتح محمد رضوی۔

حُسنِ ترتیب

ضمیمہ کی فہرست

آغازِ سطور

ہر مخلوق اللہ تبارک وتعالیٰ کے ناموں کا مظہر ہے، کیوں کہ خلقت، اللہ کے اوصافِ ذات میں سے نہیں، بلکہ اوصافِ فعل میں سے ہے اور یہ مختلف مخلوقات سے ظاہر ہوگی۔

چناں چہ امیر المومنین، امام المتّقین حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"الحمدلله المتجلّى لخلقه بخلقه" (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۸)

"حمد اُس خدا کی، جو متجلّی ہوتا ہے اپنی مخلوق پر مخلوق کے ذریعے۔"

یوں تو ہر مخلوقِ الٰہی اُس کی ذات کی تجلّی ہے، مگر اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات اور اعلیٰ التجلّیات قرار دیا ہے، چناں چہ مرد اور عورت دونوں مخلوق اشرف الٰہی ہونے میں برابر ہیں، لیکن اس باب میں مرد و عورت کی تفریق کو تفضیل سمجھا جاتا ہے، جو کہ قابلِ اصلاح ہے۔ سورۂ مبارکہ نساء آیہ یـاایھـا الـنـاس .... رقیبـا اور سورۂ مبارکہ اعراف آیت ۱۸۹، اور سورۂ مبارکہ زمر آیت ٦ وغیرہ میں موجود نفسِ واحدہ سے مراد انسان کی اصلیت، واقعیتِ ذات اور گوہرِ مراد ہے، جس میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں، چناں چہ جتنا ایک مرد کی ترقی، بہتری، تعلیم اور دیگر امور پر توجّہ دی جاتی ہے، اُتنی ہی عورتوں کی تربیت اور اُن کی تعلیم پر توجّہ دینا ہوگی۔ خاص طور پر مادری جذبے کے پیشِ نظر اور بچوں کی ماں سے زیادہ وابستگی کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے عورتوں کو صحیح دِین دینا انتہائی ضروری ہے۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ صدرِ اسلام میں اصحابِ پیغمبرؐ کے ساتھ صحابیاتِ پیغمبر اسلامؐ کی ایک طویل فہرست اور اُن کے حالاتِ زندگی تاریخ کا ایک حصہ ہیں، جو آج کی خواتین کو دِینداری، دِین فہمی اور دِینی خدمات کی فراہمی کے سلسلے میں دعوتِ عمل دیتی ہے۔ دِین فہمی اور حصولِ دین کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، روز مرّہ کے وہ مسائل، جن کا انسان کو سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ مسائل جو زندگی کے کسی مخصوص موڑ پر پیش آسکتے ہیں، جنہیں تخصصی موضوعات سے تعبیر کیا جاتا ہے، چناں چہ پہلی قسم روز مرّہ کے مسائل کا جاننا ہر شخص پر "واجبِ عینی" ہے، جب کہ تخصصی موضوعات کا حصول علم، واجبِ کفائی شمار کیا گیا ہے۔

ایک روز برادرِ بزرگوارم جناب سیّد عباس زیدی (کبّن بھائی) جو ایک خاندانی شخصیت اور تربیت یافتہ عزادار ہیں، اللہ اُن کے والدین کی مغفرت فرمائے، (آمین) ایک انتہائی بوسیدہ اور خستہ صفحات پر مشتمل کتاب لائے کہ شاید میرے کام آجائے گی۔ دیکھتے ہی اس کے صفحات پلٹنے شروع کیے، تو معلوم ہُوا کہ یہ کتاب شیخ مفید علیہ الرحمہ کی کتاب ''احکام النّساء'' کا ڈیڑھ سو سال قدیم اُردو ترجمہ ہے، جو ہندوستان کے عظیم عالمِ دین عماد العلماء سیّد محمد مصطفیٰ المعروف میر آغا مجتہد العصر رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا ہے، جس کی زبان آج مستعمل نہیں ہے۔ تحریر میں اِملاء کا فرق، جملوں میں تقدّم وتأخر کا فرق اور بعض الفاظ کا آج اُردو بولنے اور سمجھنے والوں میں متروک ہونے کا خیال، دوسری جانب اس عظیم علمی خدمت کے تحفظ کی فِکر ابھی بُردو باخت کی کیفیت میں تھی کہ ایک مومنہ اور اپنے بچوں پر شفیق اور نیک سیرت مادرِ گرامی طاہرہ بیگم بنتِ خورشید حسین کا انتقال ہوگیا، اللھم اغفرھا بفضلک و کرمک۔

مرحومہ کے سوئم کے بعد ایک دن مرحومہ کے فرزند تشریف لائے اور کہنے لگے، بتایئے والدہ کے ایصالِ ثواب کے لیے کیا کریں؟ چند باتوں میں ایک بات میری زبان پر یہ آئی کہ مرحومہ کے چہلم کے موقع پر شیخ مفیدؒ کی کتاب ''احکام النّساء'' کا اُردو ترجمہ مرحوم میر آغا علیہ الرحمہ کی عظیم خدمت ہے۔ اُسے موجودہ مراجع تقلید کے فتوؤں سے ہم آہنگ کر کے جدید مسائل کے ضمیمے کے ساتھ شائع کیا جائے، جو آج کے ہر گھر کی ضرورت ہے اور خواتین کے لیے شرعی احکام پر عمل کا موقع فراہم کرے گی۔ چناں چہ ''باب العلم دارالتحقیق'' کے محققین کی شب و روز محنت کے بعد بحمد اللہ ایک اور کوشش پیشِ خدمت ہے۔ اس کتاب کا اصلی متن حاصل کرنے میں حجتہ الاسلام والمسلمین مولانا سیّد علی افضل زیدی صاحب کے شُکر گزار ہیں، جنہوں نے حوزۂ علمیہ قم کے مختلف کتب خانوں میں جا کر اسے حاصل کیا۔

اسی طرح دوسرے ایڈیشن کی ضرورت یوں پیش آئی کہ یہ کتاب خواتین حتیٰ مردوں کے استفادے کے لیے بہت تیزی سے عام ہوتی چلی گئی اور اس کے نسخے ختم ہو جانے کی صورت میں

انتظار تھا کہ کوئی مومن اس کا دوسرا ایڈیشن طبع کروائے، چنانچہ متحدہ عرب امارات (شارجہ، امام بارگاہ علی رضا) کے عشرۂ اربعین کے موقع پر برادر عمران رضوی نے یہ کار خیر انجام دینے کا وعدہ کیا اور بحمد اللہ اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے لیے چھپوا کر استفادۂ عام کے لیے پیش کر رہے ہیں۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ دوسرے ایڈیشن کے حاشیے اور ضمیمے کی تحریر میں حضرات آیات عظام امام خمینیؒ، آقائے خوئیؒ، آقائے گلپائگانیؒ، آقائے اراکیؒ، آقائے فاضلؒ، آقائے تبریزیؒ، آقائے بہجتؒ، آقائے خامنہ ای دام ظلہ، آقائے سیستانی دام ظلہ، آقائے صافی دام ظلہ، آقائے وحید خراسانی دام ظلہ، آقائے ناصر مکارم شیرازی اور آقائے بشیر نجفی دام ظلہ کے فتاویٰ کو ملحوظ نظر رکھا گیا ہے اور تمام مجتہدین کے نزدیک متفق علیہ مسائل کو ترجیح دی گئی ہے۔

اس سلسلے میں توضیح المسائل دوازدہ مراجع، منہاج الصالحین، توضیح المسائل آیۃ اللہ وحید خراسانی اور شیخ بشیر نجفی کے ساتھ ساتھ جدید مسائل کو سیّد محسن محمودی کی کتاب ''مسائل جدید علماء اور مراجع تقلید کی نگاہ میں'' سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ مسئلہ شرعی میں اختلاف کی صورت میں مرجع تقلید کے نام سے اختلافی مسئلہ علیحدہ بیان کریں۔

یہاں باب العلم دار التحقیق کے مؤلفین و محققین جناب مولانا محمد یعقوب شاہد آخوندی، جناب مولانا غلام علی عارفی، جناب مولانا محمد حسین کریمی قمی اور جناب محترم سیّد ذوالفقار حسین نقوی اور خاص کر اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں جناب مولانا سیّد وصی حیدر زیدی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس علمی کام کو انتہائی توجہ اور محنت سے مکمل کیا اللہ ان سب کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔ (آمین)

والسلام

سیّد شہنشاہ حسین نقوی قمی

(مسئول باب العلم دار التحقیق، کراچی)

ربیع الاوّل ۱۴۳۱ھ، مارچ ۲۰۱۰ء

پیش لفظ

(از ناشر اوّل، مطبع مجمع البحرین باهتمام سیّد اصغر حسین)

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

الحمد لله خالق الارض والسماء وجاعل الرجال قوامین علیٰ النساء

یہ ترجمہ رسالۂ احکام النساء تصنیف جناب شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ جو احکام اور مسائل شریعت جس پر ہماری جانیں فدا ہوں، پر مشتمل ہے۔ اس میں کتاب طہارے سے کتاب دیات تک مومنات ومکلفات زاد اللہ توفیقاتھن لاحسن الاعمال نفعتھن اللہ تعالیٰ باعمالھن یوم لا ینفع مال ولا بنون، جسے ترجمہ وتالیف کیا ہے ثمرۃ الشجرۃ الارتضیٰ، فاضل جلیل، متبحر نبیل، السیّد مصطفیٰ الملقب بمیر آقا دام مجدہ السّامی، فرزند ارجمند جناب عالی فخار و الاتبار، سیّدالمتکلمین حجۃ المتفقہین مجمع علوم دین مرجع السادات والمومنین المقدس الامجد سلطان العلماء آقا سیّد محمد ادام اللہ ظلہ العالی علیٰ روس المومنین ما دارت السمٰوات حول الارضین سنہ ۱۲۷۹

والسلام

ادارہ............لکھنؤ

تقریظ

حضرت سلطان العلماء مجتہد العصر آقا سیّد محمد (جدّ بزرگوار مترجم)

این رسالۂ نافعہ و عجالہ رائعہ را کہ خلاصہ ترجمہ احکام النساء تصنیف جناب شیخ مفید طاب ثراہ است، نور چشم برخوردار، فضیلت آثار سید مصطفیٰ عرف میر آغا ابن نور چشم عمدۃ العلماء سید محمد ہادی مرحوم تالیف نمودہ و مسائل ضروریۃ عدیدۃ و فوائد سدیدۃ دیگر علاوہ بر آنچہ در اصل بودہ افزودہ و در اوقات متعددہ مجالس متبددہ بہ ملاحظہ من در آوردہ نفع اللہ بھا سائر المومنین والمومنات و وفقھم ایانا لفعل الخیرات والحسنات وھو الموفق والمعین وبہ نستعین حررہ یوم الخمیس الثالث عشر من رجب المرجب السنۃ ۱۲۷۵ھ۔

مہر مبارک سیّد محمد

حالاتِ زندگی عماد العلماء مولانا سیّد محمد مصطفیٰ میر آغا (مجتہد)

عماد العلماء مولانا سیّد محمد مصطفیٰ بن عمدۃ العلماء سیّد محمد ہادی ربیع الاول ۱۲۵۳ھ میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ پدری، مادری اور سببی رشتے آل غفران مآب سے تھے۔ رسمِ لکھنؤ کے مطابق فنونِ سپہ گری سیکھے اور فقہی ماحول اور اجتہادی روایت کی بنا پر تعلیم و تربیت حاصل کر کے اپنے والد اپنے بھائی سیّد مہدی (متوفی ۱۲۷۶ھ) اپنے ماموں خلاصۃ العلماء سیّد مرتضیٰ (متوفی ۱۲۷۶ھ) اور ممتاز العلماء سیّد محمد تقی (متوفی ۱۲۸۹ھ) سے منقولات و معقولات میں پوری طرح کمال حاصل کیا اور فقہ و اصول میں اجازۂ اجتہاد پایا۔ حدیث کی روایت اپنے اجداد سے کی۔ علمائے نجف و کربلا میں حجۃ الاسلام آخوند مُلّا حسین اردکانی کربلائی، حجۃ الاسلام سیّد علی بحر العلوم صاحب نجفی برھان قاطع نے آپ کی فقہی بصیرت دیکھ کر اجازہ دیا۔

جناب سیّد محمد مصطفیٰ (جن کا تاریخی اور زبان زد نام ''میر آغا'' ہے) شرعی معاملات میں بے حد محتاط اور فقہ میں غیر معمولی قابلیت رکھتے تھے۔ جناب ممتاز العلماء سیّد محمد تقی کے بعد برّصغیر کی مرجعیت اور اعلمیت کے درجے پر فائز ہوئے۔ اپنے دادا سلطان العلماء اور ماموں ممتاز العلماء کے تمام مقلدین کے علاوہ حلقۂ تقلید میں مزید وسعت دیکھی اور کم وبیش چالیس سال تک شیعہ عوام اور خواص، طلباء و علماء کے مرجع عقیدت رہے۔ جناب میر آغا صاحب قبلہ میں مرجع اعظم کے تمام خصوصیات موجود تھے، عارف باللہ، متقی، ذہین، ذکی، خلیق، ہمدرد، سخی، معاملات میں سوجھ بوجھ، منوّر الفکر، باخبر اور محنتی تھے۔

عوام سے اتنی قربت و محبت تھی کہ لوگ آپ کو محبوب سمجھتے تھے۔ ہر شخص ادب و احترام کرتا تھا۔ آصف الدولہ کی مسجد میں امام جمعہ و جماعت تھے۔ لوگ اس دن آپ کی زیارت عام سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ ملک کے اخبارات و رسائل میں آپ کے فتوے چھپتے، شعراء آپ کی مدح میں قصیدے لکھتے تھے۔

شہرت و اقتدار کا پچاس سالہ آفتاب نصف النہار کو پہنچا۔ مرض نے صاحب فراش کیا اور پنجشنبہ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ کو پیغام اجل پہنچ گیا۔ شہر میں کہرام مچ گیا۔ دریا پر غسل و کفن کا انتظام ہوا (لکھنؤ میں دستور تھا کہ علماء و اکابر روسا کے جنازے دریا پر لے جا کر غسل دیتے تھے) غفران مآب کی امام بارگاہ میں دفن کیے گئے۔

جناب میر آغا نے ایک لاکھ سے زیادہ فتوے اور سوالوں کے جواب لکھے، جنہیں محفوظ نہ کیا جاسکا۔ لیکن اس کے علاوہ قلمی تالیفات ان کے خاندان میں محفوظ اور کچھ شائع شدہ ہیں۔

تصانیف: ❁فوائد بهيه فى مسائل الاثنا عشريته الاستدلاليه (طبع لکھنؤ ۱۳۰۵ھ) ❁حاشيه بر شرح كبير كتاب الطهارة. ❁يواقيت فى احكام المواقيت (عربى) ❁حواشى شرح لمعه. ❁حواشى زبدة الاصول ❁حواشى مبادى الاصول، ❁حواشى نتائج الافكار، ❁خزينة المسائل اصول و فقه. چار جلديں (عربى) ❁مسائل متفرقه ❁هدايت العوام فقه و عقائد (اردو، مطبوعه) ❁كتاب الصلوٰة (اردو ترجمه) ❁تحفة المومنين. ❁تحفة العابدين ❁زاد المسافرين ❁رسالهٔ طهارت نسواں. ❁احكام النساء (اردو ترجمه) ❁تشحيذ الاذهان فى اركان الايمان (ترجمه اردو) ❁معرب عين الحيات ❁رساله در مصائب حضرت سيّد الشهداء عليه السلام (عربى). ❁موعظهٔ فاخره (اردو) ❁عقائد اماميه. ❁جدول احكام ضروريه ❁تحفة السائلين. ❁جدول تاريخ سعد و نحس ❁كفايت السائلين ❁دفع الشبهات. ❁احكام مصطفويه ❁جوابات مسائل مشكله ❁مفتاح الجنة. ❁نجات الدارين ❁عجالهٔ مفجعه در عقد امّ كلثوم (تاريخ) ❁شرح دعائے عديله ❁نخبة الاذكار ❁حواشى شرح حامى (نحو، عربى) ❁شرح ثانيه (صرف، عربى)

شیخ مفیدؒ کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد بن نعمان بن عبد السلام بن جابر بن نعمان بن سعید بن جبیر، کنیت ''ابو عبداللہ'' اور لقب ''مفید'' ہے۔ آپ کو ابن معلّم بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ آپ کے والد گرامی معلّم تھے۔ آپ ۱۱ ذی القعدہ ۳۳۶ یا ۳۳۸ ہجری (مطابق ۹۴۸ یا ۹۵۰ عیسوی) بغداد سے دجیل کی جانب ۳۴ میل دور قصبہ عکبریٰ میں پیدا ہوئے۔

آپ ملت اسلامیہ کے جلیل عالم و بزرگ اور اپنے وقت کے قائد اور استاد تھے۔ آپ کے بعد جتنے علماء ہوئے انہوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کو فقہ و کلام کا بادشاہ، روایت میں انتہائی موثق اور معتبر اور اعلم وقت قرار دیا۔ آپ کے زمانے کی مرجعیت آپ کی ذات میں منحصر تھی۔ آپ عالی دماغ، باریک بین اور روشن فکر تھے۔ آپ کی تقریباً دو سو تصنیفات ہیں۔ قابل ذکر بات ہے کہ آپ کے علمی کارناموں، اہل بیت پیغمبرؐ کے دفاع میں کامیاب مناظروں اور شیعیان حیدر کرارؑ کے لیے مضبوط پشت پناہ ہونے کی وجہ سے حضرت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی جانب سے آپ کو مفید کا لقب عطا کیا گیا۔ وہ توقیع جو امام عصرؑ کے الفاظ پر مشتمل ہے، یوں ہے: للاخ السدید والمولیٰ الرشید الشیخ المفید ابی عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان ادام اللہ اعزازہٗ۔ اور وہ اشعار بھی جو شیخ مفیدؒ کی قبر پر بھی لکھے ہوئے ہیں، امام زمانہؑ سے منسوب ہیں۔

آپ کی وفات ۳ رمضان المبارک ۴۱۳ ہجری مطابق ۱۰۲۲ء عیسوی شب جمعہ میں ہوئی۔ نماز جنازہ آپ کے شاگرد رشید علامہ سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ نے میدان اشنان میں پڑھائی لوگوں کی اتنی کثرت تھی کہ یہ وسیع و عریض میدان تنگ ہوگیا۔ پہلے آپ کو گھر میں دفن کیا گیا اور کئی سال بعد کاظمین میں، امام محمد تقی علیہ السلام کے قدموں میں شیخ ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہؒ کے پہلو میں منتقل کر دیا گیا۔

(تذکرۃ الاطہار، ترجمہ کتاب الارشاد، علامہ شیخ مفیدؒ، ناشر امامیہ پبلیکیشنز ۱۴۱۱ھ لاہور)

مقدمۂ مترجم

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین وَالصّلوٰۃ علیٰ محمّد خاتم النّبیین و اھل بیتہ الطّیبین الطّاھرین

اما بعد! مخفی نہ رہے کہ یہ ترجمہ رسالہ احکام النساء کا ہے، جس کو شیخ مفید علیہ الرحمہ نے زبان عربی میں تصنیف فرمایا ہے، جو مشتمل ہے عورتوں کے اکثر احکام اور مرد اور عورتوں کے بعض مشترک احکام پر، جس کی تفصیل بہت سے ابواب کی شکل میں اصل رسالے کی ترتیب کے مطابق بیان کی گئی ہے واللہ ولی التوفیق۔

باب اوّل:

عقائد

ان چیزوں کے بیان میں ہے کہ جن کا جاننا ہر مکلّف پر واجب ہے۔

پس جان لو کہ ہر مکلّف پر واجب ہے، چاہے مرد ہو یا عورت کہ وہ اعتقاد رکھے کہ خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ اپنی مخلوقات میں کسی سے مشابہ نہیں اور وہ عادل ہے اور تمام قبائح اور نقائص سے منزہ ہے، اور اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ قیامت وہ دن ہے، جب مردے اپنی قبروں سے باہر آئیں گے اور زندہ کیے جائیں گے اور ان سے حساب و کتاب لیا جائے گا، اور جنت و دوزخ حق ہے، اور یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ جناب رسالتمآب حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر برحق اور اللہ کی طرف سے خلق کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے ہیں اور آنحضرت پر نبوتیں اور رسالتیں ختم ہو جاتی ہیں یعنی ان کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے اور واجب ہے اقرار کرنا اور ہر اُس بات کو حق جاننا جو پیغمبرؐ نے اپنی امت سے واجبات اور محرمات کے باب میں ارشاد فرمائی ہے۔ مثلاً طہارت، نماز، زکوٰۃ، خمس، روزہ اور حج اگر اس کی شرائط پائی جائیں، کا واجب ہونا۔ اور اسی طرح شراب، غنا، وغیرہ کا حرام ہونا۔ اور واجب ہے حضرت علی بن ابی طالبؑ امیر المومنین علیہ السلام کی امامت پر اعتقاد رکھنا اور یہ ماننا کہ وہ پیغمبرؐ کے خلیفۂ برحق ہیں۔ اور انہیں بعد از پیغمبرؐ ساری امت پر افضل و مقدم جاننا ضروری ہے۔ اور ان کی دوستی گویا رسول کی دوستی اور ان سے دشمنی گویا رسولؐ سے دشمنی ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھنا کہ حضرت علی علیہ السلام نے کبھی کوئی قدم سوائے طریق حق اور راہ راست کے اختیار نہیں کیا۔ اور ان کے دوست اور محبوں سے دوستی اور ان کے دشمنوں سے دشمنی کو فریضہ سمجھے، بلاشبہ وہ عذاب الیم سے نجات پائے گا، جو حضرت علی علیہ السلام سے پہلے رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو خلیفہ نہ جانتا

ہو۔(اور جس نے ان کے علاوہ آنحضرتؐ کی پہلی خلافت کا دعویٰ کیا ہے وہ غاصب اور کاذب ہے۔)اور بعد از وفات امیر المومنینؑ آنحضرتؐ کے خلیفہ امام خلق کے بڑے بیٹے حضرت امام حسنؑ نے اور ان کے بعد حضرت امام حسینؑ اور ان کے بعد حضرت امام زین العابدینؑ اور ان کے بعد حضرت امام محمد باقرؑ اور ان کے بعد حضرت امام جعفر صادقؑ اور ان کے بعد حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اور ان کے بعد حضرت امام علی رضاؑ اور ان کے بعد حضرت امام محمد تقیؑ اور ان کے بعد حضرت امام علی النقیؑ اور ان کے بعد حضرت امام حسن العسکریؑ اور ان کے بعد حضرت امام محمد مہدی صاحب الزماں عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں۔اور یہ سب کے سب امام برحق ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے امام ہونے کی خبر دی ہے۔سب پر واجب ہے کہ اللہ کی رضایت، اطاعت اور تابعداری کی خاطر ان سے محبت کریں اور ان کے دشمنوں سے بے زاری کریں،اور امام دوازدھم حضرت صاحب الزماںؑ کے زندہ ہونے پر اعتقاد رکھنا اور ان کے غائب ہونے کا اعتقاد رکھنا کہ جب اللہ حکم دے گا تو وہ ظاہر ہوں گے اور اس جہان کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے،واجب ہے۔اور اس بات پر اعتقاد رکھنا کہ یہ سب امام تمام مخلوقاتِ الٰہیہ میں افضل ترین ہستیاں ہیں۔اور برادران ایمانی سے دوستی اور مسلمانوں کو ہدایت ونصیحت کرنا سب پر واجب ہے۔

دوسرا باب:

طہارت

ان احکام کا بیان ہے، جو مردوں اور عورتوں کی نسبت مختلف ہیں۔ پہلے باب میں ذکر ہوا کہ طہارت ونماز سب پر واجب ہے، لیکن طہارت کی کیفیت مردوں اور عورتوں کی نسبت مختلف ہے۔ اور مسائل طہارت میں سے ایک استبراء کرنا ہے(۱)۔ پس جب مرد استبراء کرے تو طول میں کرے اور اگر عورت استبراء کرے تو عرض میں کرے، یعنی فرج کے دونوں پہلوؤں کو اس قدر دبائے کہ پیشاب کے قطرات وہاں باقی نہ رہیں۔ اور جس وقت مرد وضو میں ہاتھوں کو کہنیوں سے دھونے لگے تو سنت ہے کہ پہلے ہاتھ کی پشت پر پانی ڈالے اور اگر عورت ہاتھ دھونے کی ابتدا کرے تو پہلے اندر کی جانب سے پانی ڈالے۔ اور مردوں کے لیے حکم ہے کہ جب وضو میں سر کا مسح کریں تو سر کے اگلے حصے پر تین انگلیوں کی مقدار پر مسح کریں۔(۲)

---

(۱) رسالہ توضیح المسائل، صفحہ ۳۸، آیت اللہ تبریزی۔

(۲) چہرے اور ہاتھوں کو دھوتے وقت نیت کے ساتھ دھونا وضو میں واجب ہے۔ (آیت اللہ بہجت)

مترجم کا بیان:

اگر مردوں کے سر کے بال چھوٹے ہوں تو اُنہی پر مسح کریں اور اگر بال بڑے ہوں تو عورتوں کی طرح مانگ نکال کر مسح کریں۔

متن:

عورتوں کے اس حکم میں انہیں تخفیف دی گئی ہے کہ اگر وضو اس نماز کے لیے کر رہی ہیں، جس میں معمولاً عورتیں مقنعہ (اسکارف) باندھے رکھتی ہیں جیسے نماز ظہر، عصر یا عشاء تو اس وقت مقنعہ کے اندر صرف ایک انگلی ڈال کر مسح کر سکتی ہیں، لیکن اگر نماز فجر کی یا مغرب کی ہو جس میں معمولاً وہ مقنعہ نہیں پہنے رہتیں تو مردوں کی طرح انہیں بھی تین انگلیوں سے مسح کرنا ہوگا اور یہ تخفیف اس وجہ سے ہے کہ انہیں مقنعہ اتارنے میں مشقت اور ایذا نہ ہو، اگرچہ افضل اور بہتر یہی ہے کہ ہر وضو میں مسح کے وقت مقنعہ کو اتنا سرکا دے کہ تین انگلیوں کی مقدار کے مطابق مسح کر لیا جائے۔

فصل: (استبراء)

جس مرد کو احتلام ہو، یعنی اس کی منی خارج ہو یا وہ جماع کرے، اگرچہ اس میں انزال نہ ہوا ہو، تب بھی اس پر غسل جنابت واجب ہے۔ اور غسل سے پہلے سنت ہے کہ پیشاب کے ذریعے استبراء کرے(۱) اور اگر استبراء کرنے اور غسل کرنے کے بعد کوئی رطوبت مخرج بول سے خارج ہو تو اسے پھر سے غسل بجالانا ہوگا۔ مگر عورتوں کے لیے یہ حکم نہیں ہے (یعنی عورتوں کو احتلام نہیں ہوتا، اور اگر جماع کے سبب ان پر غسل جنابت واجب ہو جائے تو غسل سے پہلے پیشاب

....

۱۔ غسل سے پہلے پیشاب کے ذریعے استبراء کرنا چاہیے تا کہ مجریٰ (پیشاب کی نالی) میں باقیماندہ ذرات نکل جائیں۔ (آیت اللہ مکارم شیرازی، رسالہ ص ۱۳۳)

کے ذریعے استبراء کرنا ان پر بھی مستحب ہے، البتہ جو استبراء نہ کرے اور کچھ رطوبت بھی غسل کے بعد خارج ہو تو اس پر اعادہ غسل ضروری نہیں ہے)۔

تیسرا باب

حیض، استحاضہ، نفاس

یہ باب حیض کے بیان میں ہے۔پس اگر عورتوں کو خون حیض آئے تو نماز کو ترک کردیں اور مسجدوں میں توقف نہ کریں اور اگر کوئی کام ضروری ہو تو راہ چلتے ہوئے مسجد سے گزرتے ہوئے اسے انجام دیں۔(۱)

....

۱۔مسجدوں میں توقف کرنا حائض کے لیے حرام ہے اگر کوئی کام پیش آئے تو ایک دروازے سے داخل اور دوسرے دروازے سے خارج ہوتے ہوئے انجام دے۔احتیاط واجب یہ ہے کہ اماموں کے روضوں میں توقف نہ کرے۔(توضیح المسائل امام خمینیؒ، مسئلہ ۳۵۵)

خون حیض: اس خون کو کہا جاتا ہے جو ہر ماہ میں چند دن عورتوں کے رحم سے خارج ہوتا ہے۔

علامتیں: خون حیض کی علامت یہ ہے: ۱۔سوزش کے ساتھ اور اچھلتا ہوا نکلتا ہے۔۲۔گاڑھا ہوتا ہے۔۳۔رنگ میں سرخ یا سرخی مائل ہوتا ہے۔۴۔گرم ہوتا ہے۔

(امام خمینیؒ توضیح المسائل، مسئلہ ۴۳۵، نقل از احکام بانوان، صفحہ ۱۶، ۱۷)

نوٹ: ان صفات کی طرف شک کی صورت میں رجوع کیا جاتا ہے ورنہ وہ خون جس کے بارے میں یقین پیدا ہو جائے کہ یہی خون حیض ہے اگرچہ ان صفات پر مشتمل نہ ہو تب بھی حیض ہی کہلائے گا اور حیض کے احکام اس پر جاری ہوں گے۔(تحریر الوسیلہ امام خمینی، فصل فی غسل الحیض)

تحقق حیض کی شرطیں:

۱: بلوغ۔۲۔یائسہ کی عمر تک پہنچنے سے پہلے دیکھے، ۳۔تین دن سے کم کا نہ ہو۔۴۔دس دنوں سے زیادہ نہ ہو۔۵۔تین دن پے در پے آئے۔۶۔تین دنوں میں استمرار رہے۔۷۔دو حیض کے درمیان کم سے کم دس دنوں کا فاصلہ ہو۔

(البتہ یہ حکم سوائے مسجد النبویؐ اور مسجد الحرام کے ہے، جن میں مطلقاً داخل ہونا حرام ہے) اور سنت ہے کہ حائض نماز کے وقت وضو کرے اور قبلہ رخ ہو کر بیٹھے اور یہ ذکر سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اپنی زبان پر جاری کرے۔ اور اپنے گناہوں سے استغفار کرے اور محمدؐ و آل محمدؑ پر اتنی دیر تک درود پڑھتی رہے جتنی دیر وہ طہارت کی حالت میں نماز پڑھتی ہے۔(۱)

اوران عورتوں کے شوہروں پر واجب ہے ایام حیض میں ان سے مقاربت نہ کریں اور آقا پر لازم ہے کہ اپنی کنیز سے وطی انجام نہ دے، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: و لا تقربوھن حتیٰ یطھرن......(۲)

....

۱۔ایام حیض میں عورتیں نماز یومیہ ترک کریں گی اور بعد میں اس کی قضا بجالانا واجب نہیں ہے مگر ماہ رمضان کے وہ روزے جو ایام حیض میں قضا ہوئے ہوں، ان کی قضا بجالانا واجب ہے(امام خمینی ، آقائے سیستانی، آقائے مکارم شیرازی)

۲۔امام خمینیؒ: ایام حیض میں عورت سے مباشرت کرنا حرام ہے۔ اگر چہ ختنہ گاہ کی مقدار بھی داخل ہو اور انزال نہ ہو۔ اگر جماع کرے تو کفارہ دینا واجب ہے۔ مسئلہ ۴۵۳ کی تفصیل کے مطابق۔ توضیح المسائل مسئلہ ۴۵۱۔

آقائے سیستانی: اگر مرد اپنی زوجہ سے حالت حیض میں مباشرت کرے تو اسے چاہیے کہ استغفار کرے اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ کفارہ دے۔ کفارے کی مقدار یہ ہے کہ حیض کے ابتدائی دنوں میں ہو اٹھارہ چنے کے برابر سکہ دار سونا، حیض کے دوسرے حصے میں نو چنے کے برابر اور حیض کے آخری ایام میں ساڑھے چار چنے کے برابر سونا دے۔ واضح رہے کہ آقائے سیستانی کے نزدیک کفارہ دینا واجب نہیں بلکہ بہتر ہے۔

اور حیض کی کم سے کم مدت تین شبانہ روز (تین دن اور رات) ہے جبکہ زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس رات ہے۔ (ا) پس اگر تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ ہو تو وہ خون حیض نہیں، اور جب خون آنا موقوف ہو جائے تو عورت پر لازم ہے کہ وہ اس طرح سے استبراء کرے کہ روئی یا کپڑا اپنے فرج کے اندر داخل کرے کہ اگر اس میں خون آجائے تو اپنے آپ کو نجس سمجھے اور اگر وہ کپڑا صاف نکلے تو فرج کو پاک کرنے کے بعد وضو کرے اور پھر غسل حیض، غسل جنابت کی ترتیب کے مطابق انجام دے۔ اور اگر خون دو دن یا ایک دن آیا ہو تو وہ خون حیض نہیں۔ ایسے میں دو دن یا ایک دن ترک شدہ نمازوں کی قضا کرنا واجب ہے۔ اور اگر خون دس دن سے زیادہ آیا ہو اس طرح کہ بیچ میں منقطع نہ ہوا ہو تو وہ خون حیض نہیں ہے بلکہ خون استحاضہ ہے۔ پس گیارہویں دن صبح سے قبل یا صبح کے وقت غسل کرنا واجب ہے۔ اور نماز پڑھنا شروع کر دے۔ اگر روزے کا ارادہ ہو تو روزہ بھی رکھے۔

ا۔ حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔ لہٰذا اگر پہلے دن کی صبح سے تیسرے دن کی مغرب تک پے در پے خون آتا رہے اور بند نہ ہو تو حیض کہلائے گا۔ اور دس دن سے تجاوز کرنے والا خون حیض نہیں استحاضہ کہلائے گا۔ امام خمینیؒ، آقائے سیستانی، آقائے خامنہ ای اور آقائے مکارم شیرازی اس فتوے پر متفق ہیں۔

مسئلہ: اگر تین دن سے کم خون دیکھے اور پاک ہو جائے اور پھر تین دن کے بعد دوبارہ خون دیکھے تو پہلا خون حیض نہیں بلکہ دوسرا خون حیض ہے۔

آقائے سیستانی: دوسرا خون حیض ہے اگر اس میں حیض کی علامتیں پائی جائیں۔

آقائے خامنہ ای و امام خمینیؒ: تین دن استمرار کے ساتھ خون آنا معتبر ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ پورے تین دن خون باہر نکلتا رہے بلکہ فرج کے اندرونی حصے میں ہو تو کافی ہے۔ اگر تین دنوں میں تھوڑی مدت کے لیے اس طرح پاک ہو جائے کہ یہ کہا جا سکے کہ تین دن اس کے فرج میں خون تھا تب بھی حیض شمار ہوگا۔

مترجم:

شیخ کا یہ قول کہ گیارہویں دن غسل کرے، بہت مجمل ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ جن عورتوں کو خون آتا ہے وہ تین حالتوں سے باہر نہیں:

الف: یا وہ **ذات العادت** ہے یعنی ایام حیض اس کے معین اور مقرر ہیں۔

ب: یا وہ **مُبْتَدِئَہ** ہے یعنی پہلے پہل خون دیکھ رہی ہے۔

ج: یا وہ **مضطربہ** ہے، یعنی پہلے عادت مقرر تھی مگر اب وہ بھول گئی ہے کہ کتنے دن خون دیکھتی تھی۔
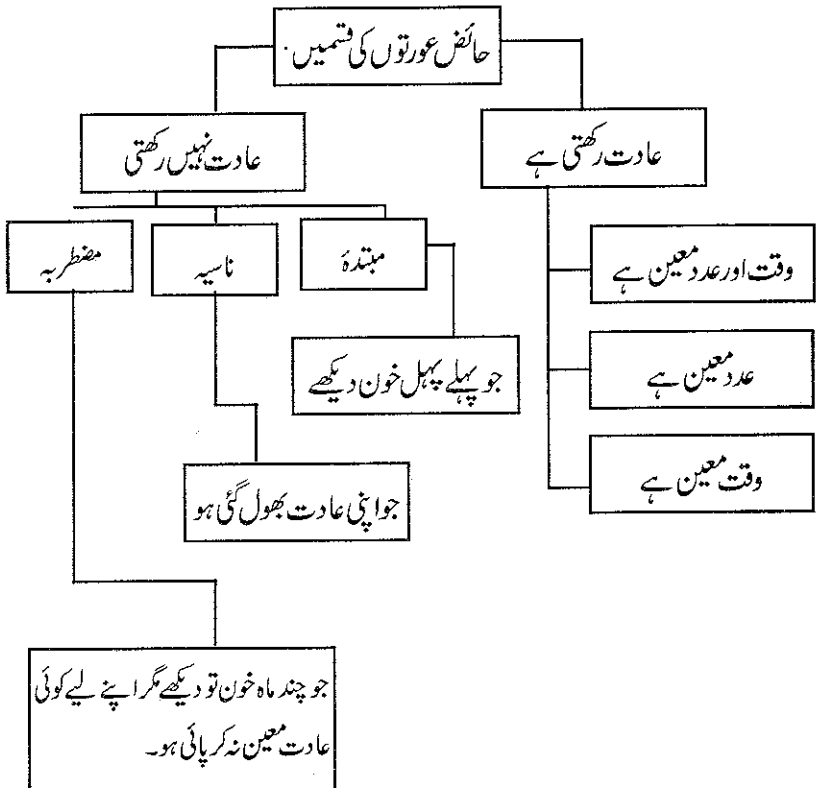
پس اگر وہ ذات العادت ہو اور اس کا خون ایام عادت سے زیادہ آئے تو اس کو استحضار کرنا لازم ہے، یعنی قول مشہور کی بنا پر دو دن یا ایک دن حیض سمجھے گی اور نماز روزہ ترک کرے گی اور ان دو یا ایک دن کے بعد استحاضہ شمار کرے گی، اور اگر یہ خون دس دن کے اندر رک جائے تو واضح ہے کہ سارے ایام، ایام حیض شمار ہوں گے۔ اور اس طرح روزوں کی قضا کرے گی اور خون کے رک جانے کے بعد غسل حیض کی نیت سے غسل کرے گی، اور اگر خون دس دن سے زیادہ تجاوز کر جائے تو فقط ایام عادت کو حیض اور باقی کو استحاضہ شمار کرے گی اور باقی ایام کے لیے استحاضہ کے حکم پر عمل کرے گی۔ گیارہویں دن مصنف نے جو غسل کرنے کا فرمایا ہے وہ صرف ایک صورت میں ہوسکتا ہے کہ فرض کیا جائے کہ اس کی عادت پورے دس دن کی تھی چنانچہ جب ایام عادت سے خون نے تجاوز کیا تو گویا دس دن کے بعد تجاوز شمار ہوگا۔ اس طرح اسے گیارہویں دن غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔ البتہ ایسی عورت غسل حیض بجالائے گی لیکن جب تک خون آتا رہے گا استحاضہ کے حکم پر عمل کرے گی۔ اور وہ عورت جس کی عادت مقرر نہیں ہے چاہے وہ مبتدہ ہو یا مضطربہ قول مشہور کی بنا پر دونوں کو خون دیکھتے ہی حائض کا حکم جاری کرنا ہوگا۔ اور اگر تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ نہ آئے وہ سب خون حیض ہوگا اور اگر دس دن سے زیادہ تجاوز کر جائے تو وہ رجوع کرے گی دونوں تمیز کی طرف۔ یعنی اس میں حیض کی علامتیں پائی جائیں تو حیض اور اگر استحاضہ کی علامتیں پائی جائیں تو اسے استحاضہ قرار دے گی بشرط یہ کہ جس میں حیض کی علامتیں پائی جائیں دس دن سے زیادہ اور تین دن سے کم نہ ہو۔

اس کے علاوہ احکام حائض طہارت کی مفصل کتابوں میں موجود ہیں، تفصیل منظور نظر ہو تو رجوع کیا جائے۔

متن:

مصنف فرماتے ہیں کہ حایض پر جس طرح واجب نمازیں اور سنتی نمازیں جائز نہیں

اسی طرح واجب اور سنتی روزے بھی جائز نہیں اور اسے قبر رسول خدا ﷺ اور قبور ائمہ علیہم السلام کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔ اگر چہ ان عتبات عالیات کے دروازے پر توقف کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور ان مقامات مقدسہ میں نماز پڑھنے کے مقرر مقامات پر داخل نہ ہو۔ طواف خانہ کعبہ نہیں کرسکتی مگر سعی کرنا صفا و مروہ کے درمیان جائز ہے۔ مشعروں پر حاضر نہ ہو وہ حالت حیض میں احرام باندھ سکتی ہے اگر چہ احرام حج کا ہو یا عمرے کا، لیکن مسجد نبویؐ اور مسجد حرام میں اس کا داخل ہونا اور دیگر مسجدوں میں توقف کرنا حرام ہے۔ جسے پہلے بھی بیان کیا جاچکا ہے۔ اگر کوئی عورت احرام باندھنے کا ارادہ کرے (اور وقت میں تنگی ہو) اور اسی اثناء میں وہ حائض ہو جائے تو احرام باندھ سکتی ہے مگر نمازیں نہ پڑھے۔ کیوں کہ اس پر حائض کا حکم جاری ہے اور جائز نہیں ہے حائض اور نفساء کو اور مجنب کو کہ وہ قرآن کے حروف کو ہاتھ لگائیں لیکن قرآن شریف اگر جزدان میں ہو تو اٹھانا جائز ہے اور اسی طرح اوراق کے حاشیوں کو چھونا یا قرآن کی جلد کو ہاتھ لگانا اگر حرفوں تک ہاتھ نہ پہنچے تو ہوسکتا ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ قرآن کی تعظیم کی وجہ سے ان سب باتوں سے پرہیز کرے۔ اور اسی طرح حائض کے لیے جائز ہے کہ ایک آیت سے سات آیتوں تک پڑھ سکتی ہے اور اس سے زیادہ نہ پڑھے۔

مترجم:

قولِ مشہور یہ ہے (۱) کہ حائض کا سات آیتوں سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنا مکروہ

۱۔ اوقات نماز کے علاوہ حائض کے لیے سات آیتوں کی تلاوت بھی کراہت ہے۔

(توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۴۷۷۔ عروۃ الوثقیٰ ج ۱، ص ۳۴۸، مسئلہ ۴۱، ۴۲، احکام الحائض)

آقائے وحید خراسانی:

قرآن ساتھ رکھنے اور پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مسئلہ ۴۸۳)

ہے اور ستر آیتوں سے زیادہ پڑھنا کراہت شدیدہ ہے۔ بعض علماء نے اسے مطلقاً مکروہ کہا اور بعض نے حرام بھی کہا ہے اور یہی شیخ مفیدؒ کا قول ہے۔

متن:

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ چار وہ سورے جو عزائم کہلاتے ہیں یعنی الم سجدہ، حم سجدہ، سورہ نجم اور سورہ اقراء ان میں سے کسی ایک آیت کا پڑھنا حائض کے لیے جائز نہیں (ا) کیونکہ ان چاروں سوروں میں سجدہ واجب ہے اور اسی سبب سے ان سوروں کی حرمت اور منزلت زیادہ ہے، اور یہی حکم نفساء اور مجنب کے لیے بھی ہے، اور جو شخص نجس ہو اور آیت سجدہ واجب کو سنے تو اسے قبلہ رخ سجدہ کرنا ہوگا، اگرچہ اسے طہارت میسر نہ ہو۔ اور ان چار سوروں کے علاوہ جہاں جہاں قرآن میں آیت سجدہ ہے ان کے سننے پر سجدہ کرنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ چنانچہ حائض نفساء اور مجنب کے لیے مستحب سجدوں کو انجام دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ فرج پر رکھا ہوا کپڑا دھوئے، اور ہاتھوں کو پاک کرے اور ان کا پسینہ نجس نہیں ہے، لہٰذا ان کپڑوں میں طاہر انسان نماز پڑھ سکتا ہے اگر ان کپڑوں پر کوئی ظاہری نجاست نہ لگی ہو۔

فصل: (روئی یا کپڑے کا استعمال)

اگر عورتوں کو خون استحاضہ آئے تو ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے فرج کو روئی یا اور کپڑے سے اس طرح باندھیں کہ نجاست باہر نہ نکلے۔

(استحاضۂ قلیلہ) اگر خون اتنا ہو کہ وہ روئی یا کپڑے کی سطح سے زیادہ نہ ہو تو وہ استحاضۂ

ا۔ یہاں تک کہ ان سورتوں میں سے ایک حرف بھی پڑھنا حرام ہے، لیکن سجدے والی سورتوں کو سننا حرام نہیں، اگر سجدے والی آیات کو سن لیا تو سجدہ بجالائے۔

(عروۃ الوثقیٰ ج ا، ص ۳۳۵، احکام الحیض، بحوالۂ احکام بانوان، ص ۸۴)

قلیلہ ہے۔اور اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت روئی اور کپڑے کو بدلے اور ہر نماز کے لیے (نمازِ پنجگانہ) علیحدہ علیحدہ وضو کرے۔چاہے پہلے والا وضو باطل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔(استحاضہٗ متوسطہ) اور اگر خون روئی اور کپڑے کی دوسری سطح کو تر کردے اور خون ظاہر ہونے لگے تو استحاضہ متوسطہ ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ نماز صبح کے وقت نجس روئی اور کپڑے کو بدل کر اپنے فرج کو دھوئے اور پاک کپڑا اس پر باندھے اور وضو کے بعد غسل استحاضہ نماز فجر کے لیے انجام دے۔اگر وہ نماز شب پڑھتی ہے تو نماز شب سے قبل یہی غسل انجام دے جو کہ نماز فجر کے لیے کافی ہوگا۔اور اسے دوسرے غسل کی احتیاج نہیں ہے۔اور اگر پاک کپڑا اور روئی بدلنے سے پہلے وضو کر کے غسل بجالائے تو احوط یہ ہے کہ باقی نمازوں کے لیے فقط وضو کرنا کافی ہے۔البتہ ہر نماز کے لیے علیحدہ علیحدہ وضو کرے گی،ایک وضو سے دو نمازیں نہیں پڑھ سکتی اور اسی طرح روئی اور کپڑے کو ہر نماز سے پہلے بدلنا ہوگا۔

(استحاضہ کثیرہ) اور اگر خون اس قدر ہو کہ روئی اور کپڑا ڈوب جائے اور وہ ٹپکنے لگے تو جیسا کہ اوپر بیان ہوا اسے ہر نماز سے پہلے تبدیل کرنا ہوگا۔اور دن و رات میں تین غسل انجام دینے ہوں گے۔یعنی ظہر و عصر کی نماز غسل کے بعد بجالائے اور اسی طرح مغرب و عشا کے لیے پہلے غسل انجام دے۔البتہ نماز مغرب و عشا کے درمیان نوافل کو نہ پڑھے اور اگر نماز شب پڑھتی ہے تو اس سے پہلے غسل انجام دے اور اسی غسل سے نماز صبح پڑھ سکتی ہے،اسے چوتھے غسل کی ضرورت نہیں۔اور اگر نماز شب نہیں پڑھتی تو پھر تیسرے غسل کو فجر سے پہلے انجام دے اور اس کے بعد نماز فجر ادا کرے

فصل: (صفات وعلاماتِ خون)

جب خون حیض اور خون استحاضہ میں شک ہو رہا ہو تو ہر ایک کے اوصاف کی طرف رجوع کیا جائے گا۔پس اگر خون غلیظ ہو اور سیاہی مائل ہو اور اس میں نکلتے وقت سوزش اور

حرارت محسوس کی جائے تو وہ خون حیض ہے اور اگر رقیق اور زردی مائل ہو اور بغیر سوزش کے نکلتا ہو بلکہ کبھی اس کے نکلنے پر سردی بھی محسوس ہوتی ہو تو وہ استحاضہ ہے۔ اسی طرح اگر عورت کی عادت حیض مقرر ہے مثلاً پانچ دن، یا آٹھ دن آتا ہے اور اس مرتبہ دس دن سے بھی زیادہ آیا ہو تو اپنے ایام عادت میں دیکھا ہوا خون حیض شمار کرے گی اور اسے نماز و روزہ ترک کرنا ہوگا اور ان ایام کے بعد والے ایام کے لیے استحضار کرے یعنی دو یا ایک دن کے بعد اس خون کو استحاضہ سمجھ کر حکم استحاضہ پر عمل کرے گی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور اگر اس کی عادت مقرر و معین نہیں ہے یا وہ مضطربہ ہے یا مبتدۂ تو یہ دونوں احتیاط پر عمل کرے گی جیسا کہ تفصیلی کتابوں میں لکھا جا چکا ہے۔

فصل: (حالت حیض میں نماز روزوں کے احکام)

حائض پر نمازوں کی قضا لازم نہیں، مگر ان ایام میں ترک ہونے والے روزوں کی قضا واجب ہے اور اسی طرح نفساء کا حکم بھی یہی ہے۔(۱) سنتی روزوں کی قضا ضروری نہیں مگر قضا کرنے کا ثواب بھی ہے۔ لیکن ایام حیض میں ترک ہونے والی نمازوں کی کسی حال میں قضا نہیں ہے۔ اور اگر عورت روزے کی حالت میں حیض دیکھے تو اسے فوراً افطاری کرنا ہوگی۔ اور اس دن کے روزے کی قضا انجام دینا واجب ہوگا اگر چہ ایک لمحے کا دن بھی باقی رہ گیا ہو۔ اور اسی طرح اگر کوئی عورت حائض ہو اور ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کو طلوع آفتاب کے بعد پاک ہو جائے تو اس دن کا روزہ محسوب نہیں ہوگا۔ اگر تھوڑا سا دن چڑھا ہو اور حیض بند ہو جائے تو اس دن شام

ا۔ احتیاط واجب کی بنا پر وہ روزے جو نذر کی وجہ سے واجب ہوئے تھے اور ایام حیض میں نہیں رکھ سکی ہے، ان کی قضا کرے۔ (آیۃ اللہ سیستانی، رسالۂ مراجع، مسئلہ ۴۶۹)

آقائے وحید خراسانی: نذر معین کی وجہ سے واجب ہوئے ہوں تو قضا کرے۔ (مسئلہ ۴۷۵)

تک بغیر کچھ کھائے پیئے رہے اور روزے کے دیگر مفطرات سے پرہیز کرے گی۔ اور ماہ رمضان کے بعد اس روزے کی قضا کرے گی۔ حاملہ عورت اگر ایام حمل میں خون دیکھے تو وہ خون حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے لہٰذا وہ استحاضہ کے حکم پر عمل کرے گی۔

مترجم:

یہ مسئلہ اختلافی ہے جب کہ قول مشہور یہ ہے کہ ایام حمل میں حیض کا آنا ممکن ہے پس اگر حاملہ خون دیکھے کہ جس میں حیض کی شرائط پائی جاتی ہوں تو حکم حیض پر عمل کرے گی اور نماز روزہ وغیرہ ترک کرے گی اور یہی قول سلطان العلماء مجتہد العصر جدی الامجد جناب سیّد محمد صاحب دام افاداتہ کے نزدیک راجح ہے۔

متن:

مصنف فرماتے ہیں کہ مستحاضہ سے وطی کرنا اس کے زوج کے لیے حرام نہیں ہے مگر جو عورت حاملہ ہو اور خون استحاضہ دیکھ رہی ہو تو اس طرح کی مستحاضہ سے اس کے شوہر کا وطی کرنا جائز نہیں ہے جس طرح کہ ایام حیض اور ایام نفاس میں جب تک خون آنا موقوف نہ ہو مقاربت حرام ہے۔

مترجم:

حاملہ مستحاضہ سے وطی کرنے کی حرمت پر کوئی دلیل ذہن قاصر میں نہیں آتی شاید شیخ مفیدؒ نے کسی حدیث میں دیکھا ہو۔ بہر حال یہ قول شاذ و نادر ہے اور مذہب مشہور یہ ہے کہ ہر مستحاضہ سے وطی کرنا جائز ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو، مگر جب اس وطی کے ذریعے حاملہ کے حمل کو نقصان ہونے کا گمان ہو تو وطی جائز نہیں ہے۔

متن:

مصنف فرماتے ہیں کہ خون نفاس کے موقوف ہونے کے کمتر زمانے کی حد معین نہیں بلکہ وضع حمل کے بعد ایک مرتبہ آکر رک سکتا ہے اگر چہ اس کا زیادہ سے زیادہ دورانیہ دس دن ہے اور ایام حیض کی طرح اگر یہ گیارہویں دن بھی آئے تو نماز صبح سے قبل غسل انجام دینا ہوگا اور باقی حکم بھی مستحاضہ کے ہی جاری ہوں گے۔

مترجم:

اگر خونِ نفاس دس دن سے زیادہ تجاوز کرے تو اس کا حکم خون حیض کا ہے، جب وہ دس دن سے زیادہ تجاوز کرتا ہے جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

متن:

عورتوں کے باقی احکام مذکورہ احکام کے علاوہ مردوں کے احکام کی طرح ہیں، یعنی عورتیں سنتی غسلوں میں مردوں کی طرح ہیں؛ غسل جمعہ، غسل عیدین، غسل شب نیمہ شعبان، شب اوّل ماہ رمضان اور لیالی افراد یعنی ماہ رمضان کی طاق راتیں جیسے تیسری، پانچویں وغیرہ۔ اسی طرح غسل شب عید فطر، غسل احرام حج، غسل احرام عمرہ، غسل داخلہ شہر مکہ، غسل داخلہ خانہ کعبہ، غسل زیارت نبیؐ اور غسل زیارات ائمہ معصومین علیہم السلام میں عورتیں مردوں کی شریک ہیں۔

چوتھا باب

نماز سے متعلق عورتوں کے مخصوص مسائل:

پس جب عورت نماز پڑھنے کے لیے آمادہ ہوتو اسے نماز سے قبل اذان و اقامت نہیں کہنا ہوگی (۱) بلکہ اگر فقط دو مرتبہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ اور دو مرتبہ اشھد انَّ مُحمّداً رَسولُ اللّٰہ کہے تو وہی ثواب ملے گا جو اذان و اقامت کا ہے بشرطیکہ نامحرم اس کی آواز نہ سنے اور اگر یہ بھی نہ کہے تو اس کے لیے جائز ہے (۲)۔ کیوں کہ اذان و اقامت کا سنت ہونا مردوں کے لیے مخصوص ہے، جبکہ پیش نماز کے لیے نماز جماعت کی ابتدا میں اذان و اقامت کہنے کی بہت تاکید ہے، (۳) نماز پنجگانہ میں اذان و اقامت بلکہ نماز جماعت میں اذان و اقامت کہنا واجب ہے۔ اور اس کے علاوہ کسی اور جگہ واجب نہیں۔ (۴)

۱۔ مرد وعورت دونوں کے لیے نماز پنجگانہ سے پہلے اذان و اقامت کہنا مستحب ہے۔

(توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۹۱۶، وحید خراسانی مسئلہ ۹۲۵)

۲۔ اگر کوئی مرد کسی عورت کی اذان کو سنے تو اس سے اذان ساقط نہیں ہے، لیکن اگر عورت کسی مرد کی اذان سنے تو پھر اس سے اذان ساقط ہے، یعنی وہی اذان کفایت کرے گی، دوبارہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(مکارم شیرازی، توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۹۲۹)

۳۔ احتیاط مستحب یہ ہے کہ اقامت کو ترک نہ کرے بالخصوص نمازِ صبح اور مغرب سے پہلے۔

(آیت اللہ بہجت، رسالہ شش مراجع)

بہتر یہ ہے کہ حتی الامکان اقامت کو ترک نہ کرے۔ (آیت اللہ مکارم شیرازی)

۴۔ جس نماز جماعت میں مرد وعورت دونوں شریک ہوں اس میں اذان و اقامت مردوں کو کہنا چاہیے۔ ❀

(آیت اللہ فاضل لنکرانی، آیت اللہ مکارم شیرازی، رسالۂ شش مراجع، ص ۳۵۳)

❀ اگرچہ یہ محرم ہوں (سیستانی، رسالہ شش مراجع مسئلہ ۹۳۰)

مترجم:

مصنف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو مکمل اذان واقامت کہنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ ان کے لیے اذان واقامت مستحب نہیں ہے جب کہ اکثر علماء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے بھی مستحب ہے البتہ نامحرم نہ سنے تو۔ مگر جتنی تاکید مردوں کو اس بارے میں آئی ہے عورتوں کو نہیں ہے۔ جیسا کہ آخوند ملا محمد باقر مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لیے اذان واقامت کی اتنی تاکید نہیں ہے جتنی مردوں کے لیے ہے۔ عورتیں چار مرتبہ اللہ اکبر اور شہادتین پر اکتفا کرسکتی ہیں جبکہ پوری اذان واقامت بھی نامحرم ان کی آواز نہ سنے تو کہہ سکتی ہیں۔ اسی طرح حدیقۃ المتقین میں ان کے والد محمد تقی مجلسیؒ نے اسی طرح لکھا، اور جناب علیین مکان فی روضۃ الاحکام میں تصریح فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لیے بھی اذان واقامت راجح ہے، لیکن جو تاکید مردوں کے لیے ہے وہ ان کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ مجزی ہے کہ وہ تکبیر و شہادتین پر اکتفاء کریں۔ اسی طرح نقل ہے کہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے فتویٰ دیا تھا کہ نماز صبح اور مغرب میں عورتوں اور مردوں پر اذان واقامت کہنا واجب ہے، اور ابن جنید نے عورتوں پر فقط تکبیر و شہادتین کو واجب قرار دیا ہے۔ اور مصنف کا یہ قول کہ صرف اذان واقامت جماعت کے لیے واجب ہے تو اس قول کو بعض اور عالموں نے بھی انتخاب کیا ہے مگر علماء میں قول مشہور یہ ہے کہ نماز پنجگانہ کے لیے اذان واقامت سنت ہے جبکہ اس کا وجوب ثابت نہیں ہے، اگرچہ جماعت میں پڑھنے کی تاکید بہت زیادہ ہے۔

متن:

پس جب عورت قبلے کی طرف کھڑی ہو تو تکبیر الاحرام کہے اور اس کے ساتھ کانوں کی لَو تک اپنے ہاتھ اٹھائے اور اس کے بعد سیدھے ہاتھ کی انگلیاں داہنے سینے پر اور بائیں ہاتھ کی

انگلیاں بائیں سینے پر رکھے اور حالت قیام میں دونوں قدموں کو ایک دوسرے سے اس طرح ملا کر رکھے کہ ان دونوں کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔ جبکہ مرد کے لیے سنت ہے کہ قدموں کو ایک دوسرے سے چار انگلیوں کی مقدار کے مطابق کھلا رکھے۔ اگرچہ اس سے زیادہ فاصلہ رکھنا بھی جائز ہے اور جب مرد تکبیر کہہ چکے تو ہاتھ اپنے زانوؤں پر رکھیں اور عورت جس وقت رکوع کرے تو حالت رکوع میں دونوں ہاتھ اپنے زانوؤں پر رکھے اور اتنا نہ جھکے کہ بدن کا پچھلا حصہ بلند ہو جائے جبکہ مرد کو اتنا جھکنا ہوگا کہ اس کی پشت برابر اور مسطح محسوس کی جائے۔ اور عورت جس وقت سجدے کا ارادہ کرے تو پہلے زمین پر بیٹھے اور اس کے بعد سجدے میں جائے، اور حالتِ سجدہ میں ہاتھوں کو پہلو سے ملا کر رکھے، اور رانیں شکم سے ملی رہیں۔ اور اعضاء زمین سے جدا نہ رہیں، پھر جب کھڑی ہونے لگے تو سجدوں کے بعد ایک لحہ زمین پر بیٹھی رہے اس کے بعد کھڑی ہو۔ پس جس وقت تشہد کے لیے بیٹھے تو الیتین پر بیٹھے اور پنڈلیوں کو زمین سے بلند رکھے اور تلوے زمین پر رکھے، اور دونوں پنڈلیوں اور زانوؤں کو ایک دوسرے سے ملا کر رکھے یعنی اوکڑوں بیٹھے اس طرح کہ الیتین یعنی دونوں کولہے زمین سے بلند رہیں۔ یہ حکم مرد کے حکم سے جدا ہے، یعنی مرد جب سجدہ کرنے لگے تو پہلے زمین پر ہاتھوں کو رکھے گا اور پھر زانوؤں کو اور اس کے بعد سجدہ کرے گا۔ اور سجدے کے اندر سب اعضا کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھے گا، ہاتھ پہلوؤں سے اور شکم زانوؤں سے علیحدہ ہوں گے۔ سجدے میں سات اعضاء کو زمین پر رکھنا ہوگا یعنی پیشانی، ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں، دونوں زانوؤں کے گھٹنے اور دونوں پیروں کے انگوٹھے اور ناک کو بھی خاک پر رکھے گا۔

مترجم:

مصنف کا یہ کلام بھی تفصیل طلب ہے، کیونکہ مصلّے پر سجدہ سات اعضاء پر واجب ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، جبکہ ناک کو خاک تک پہنچانا سنت ہے مرد اور عورت دونوں کے

لیے۔ان کے علاوہ مخصوص مردوں اور عورتوں کے جو مسائل ہیں، وہ اسی طرح ہیں جیسے بیان ہوئے۔

متن:

مرد جب تشہد کے لیے بیٹھے تو اپنے الیتین (کولہے) پر بیٹھے اور بائیں طرف اس طرح زور دے کہ بائیں ران زمین سے ملی ہو اور داہنی ران کچھ جدا رکھی ہو۔اور شاید مصنف کی اس سے مراد یہ ہو کہ دوزانو ہو کر بیٹھے۔یعنی دونوں زانوؤں پر اس طرح بیٹھے کہ بائیں ران پر بدن کا زور زیادہ رہے اور وہ زمین سے ملی رہے جبکہ دائیں ران پر زیادہ زور نہ ڈالے تا کہ وہ زمین سے کچھ علیحدہ رہے۔

فصل: (لباس نماز گزار)

نماز گزار عورتوں کے لباس کے بیان میں ہے کہ وہ ایک کرتا اور ایک چادر اتنی بڑی پہنے کہ سوائے منہ کے اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے تمام بدن چھپ جائے۔کیوں کہ مشہور قول کی بنا پر ان کا نماز میں چھپانا واجب نہیں۔اور ایسا لباس نہ ہو جس میں سوائے ان مستثنیٰ حصوں کے کوئی اور عضو کھلا رہ جائے۔اور اسی طرح اس لباس میں نماز جائز نہیں جو حاکی بدن ہو یعنی ایسا باریک لباس جس سے بدن کی جلد نمایاں ہو رہی ہو۔مگر یہ کہ ایسے باریک لباس کے نیچے بھی ایک لباس پہنا جائے۔البتہ یہ حکم آزاد عورت کا ہے کہ اس پر سر اور گردن اور سر کے بالوں کا چھپانا واجب ہے، جبکہ کنیز یا نابالغ لڑکی کے لیے سر کا کھلا رکھنا جائز ہے۔البتہ بہتری اس کے لیے بھی سر کو چھپانے میں ہے۔اور مرد بغیر کرتے کے نماز پڑھ سکتا ہے جب اس نے آدھی لنگ یا شلوار پہن رکھی ہو۔اور آدھے شانے کو ڈھانپ رکھا ہو۔اگرچہ کم سے کم اتنا کپڑا ہو کہ شرمگاہوں کو چھپا سکے۔یاد رہے کہ مرد اور عورتوں کے لباس نماز کا حکم ایک سا نہیں۔

مترجم:

مردوں کے لیے ایسا ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے جس میں سوائے ریشم کے اور کچھ نہ ہو۔البتہ اس طرح کا لباس نماز اور غیر نماز مطلقاً مرد پر حرام ہے(۱) جبکہ عورتوں کے لیے اس لباس کا استعمال نماز اور غیر نماز دونوں میں جائز ہے۔اور بعض علماء کے نزدیک مرد کا اس حال میں نماز پڑھنا کہ اس نے بالوں پر جوڑا باندھا ہوا ہو حرام ہے۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے عرض کیا کہ ایک مرد نے جوڑا باندھ کر نماز پڑھی ہے آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: وہ نماز کا اعادہ کرے۔

قول مشہور یہ ہے کہ مرد کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے جبکہ عورتوں کے لیے کوئی مضائقہ نہیں۔

فصل: (عورت کا امام جماعت ہونا)

آزاد عورت،عورتوں کی پیش نمازی کر سکتی ہے(۲) یعنی اگر پیش نمازی کی شرایط واوصاف سے متصف ہو۔پس جب عورتوں کو نماز جماعت پڑھانے لگے تو (اس پیش نماز خاتون کو چاہیے کہ) پہلی صف کے بیچ میں تھوڑا سا آگے ہو کر کھڑی ہو مگر بہت زیادہ آگے نہ ہو،جس طرح سے مردوں کا معمول ہے کہ وہ سب سے آگے کھڑے ہوتے ہیں عورتوں کو جائز نہیں ہے کہ وہ مردوں کو نماز پڑھائیں،لیکن مرد عورتوں کو نماز پڑھا سکتا ہے اور عورتوں پر نماز جمعہ اور عیدین

۱۔مرد کی جیب میں دورانِ نماز ریشمی رومال ہو تو یہ نماز کو باطل کرنے کا سبب نہیں بنتا۔

(توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۸۳۷)

۲۔احتیاط واجب یہ ہے کہ عورتوں کا امام جماعت بھی مرد ہونا چاہیے۔

(توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۱۴۵۳)

واجب نہیں ہے۔عورتوں کے لیے طلبِ باران کی نماز (نماز استسقاء) پڑھنا مستحب ہے۔نماز جنازہ پڑھنا مردوں پر واجب ہے،اس نماز جنازہ کا وجوب عام نہیں ہے کہ عورتوں پر بھی واجب ہو جائے۔البتہ وجوب کفائی ہے،یعنی بعض مرد اسے بجالائیں تو باقی مردوں سے وجوب ساقط ہو جائے گا۔اسی طرح نماز گہن (نماز آیات) سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت مرد وعورت پر واجب ہے۔(۱) وہ نماز جو زلزلہ،آندھی اور آسمانی بلاؤں کے نزول سے لوگوں میں خوف طاری ہوتا ہے واجب ہے، یہ نماز دو رکعت پر مشتمل ہے،پہلی رکعت میں پانچ رکوع ہیں اور پانچویں رکوع کے بعد دو سجدے کرے پھر کھڑے ہوکر دوسری رکعت کو بھی اسی پہلی رکعت کی طرح انجام دے اور تشہد و سلام پڑھ کر نماز تمام کرے۔

مترجم:

اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے نیت کرے کہ میں نماز چاند گرہن یا سورج گرہن یا زلزلے کی یا آندھی (یا جو بھی سبب ہو اس کا قصد کرے) دو رکعت نماز پڑھتا ہوں واجب قربۃ الی اللہ،اس کے بعد تکبیرۃ الاحرام کہے اور سورۂ الحمد اور ایک سورہ اور پڑھے اور پھر رکوع میں جائے اور پھر اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہے بلکہ صرف اللہ اکبر کہہ کر پھر الحمد اور ایک سورہ پڑھے،پھر رکوع میں جائے،اور اسی طرح جب پانچویں رکوع کی نوبت آئے تو اس سے جب سر اٹھانے لگے تو سمع اللّٰہ لمن حمدہ اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جائے۔جب دونوں سجدے کر چکے تو پھر کھڑے ہو کر جس طرح

....

۱۔نماز آیات چار چیزوں کی وجہ سے واجب ہوتی ہے:

۱۔سورج گرہن،۲۔چاند گرہن،۳۔زلزلہ،اگرچہ لوگ نہ ڈریں ۴۔آندھی،رعد و برق جس سے معمولاً اکثر لوگ خائف ہو جاتے ہیں۔

(توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۱۴۹۱،وحید خراسانی مسئلہ ۱۴۹۹)

سے پہلی رکعت پڑھی تھی اسی طرح دوسری رکعت بھی بجالائے اور دوسری رکعت کے سجدوں کے بعد تشہد وسلام پڑھے۔اس نماز میں پانچ قنوت ہیں۔یعنی ہر دوسرے رکوع سے پہلے ایک قنوت پڑھنا مستحب ہے۔(۱)

متن:

عورتوں کے لیے مستحب ہے کہ یہ نماز (نماز آیات) اپنے گھروں میں پڑھیں (۲)اور مردوں کے لیے مسجدوں میں بجالانا مستحب ہے۔خواہ جماعت سے پڑھیں یا علیحدہ پڑھیں، مگر جس وقت پورے چاند یا سورج کو گہن لگا ہو تو ایسی صورت میں نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھیں، الگ الگ نہ پڑھیں۔یعنی اس وقت جماعت سے پڑھنے کی تاکید ہے۔اور عورتوں کو مسجد میں پڑھنا مستحب نہیں ہے۔اپنے گھروں میں جماعت کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے۔مردوں کی طرح عورتوں پر بھی واجب ہے کہ سفر طاعت میں نمازیں قصر پڑھیں اور ماہ رمضان کے روزے ترک کریں۔

۱۔نماز آیات میں نیت وتکبیرۃ الاحرام کے بعد سورۂ الحمد پڑھے اور پھر ایک سورے کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک آیت کے بعد رکوع کرے، اس طرح پانچ آیات اور پانچ رکوع ہوں گے (توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۱۵۰۸)
پہلی رکعت میں پانچ مرتبہ حمد اور پانچ سورے پڑھے اور دوسری رکعت میں ایک ہی سورے کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۱۵۱۰، وحید خراسانی مسئلہ ۱۵۱۶)
آقائے سیستانی: احتیاط واجب ہے کہ صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر اکتفا نہ کریں۔

(منہاج الصالحین مسئلہ ۷۰۸، ج ۱، ص ۲۴۲)

۲۔نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے، اور صرف امام کی قرأت کافی ہے مثل نماز یومیہ (آیت اللہ بہجت)
آقائے سیستانی: نماز آیات کو سورج اور چاند گرہن کے علاوہ جماعت کے ساتھ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔
(توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۱۵۱۰)

مترجم:

یہاں مصنف کی مراد یہ ہے کہ اس کا سفر مباح اور حلال ہو تو اس سفر میں مرد اور عورت چار رکعتی نمازوں کو قصر کریں یعنی دو دو رکعت پڑھیں۔ اور مغرب کی تین رکعت اپنے حال پر باقی رہتی ہیں، اس میں قصر نہیں ہے اور نہ نماز صبح میں قصر ہے۔ جو نمازیں قصر پڑھی جاتی ہیں ان کی نوافل بھی ساقط ہو جاتی ہیں۔ جو نمازیں اپنے حال پر باقی ہیں ان کے نوافل کا پڑھنا مستحب ہے۔ اگر معصیت کا سفر (۱) ہو یعنی حرام کام کے لیے سفر کیا جا رہا ہو جیسے شکار یا لہو ولعب کے لیے سفر کیا جائے تو نہ نماز قصر ہوگی اور نہ روزے ترک کیے جائیں گے۔ (۲)

۱۔ نماز قصر ہونے کے لیے سفر آٹھ فرسخ سے کم کا سفر نہ ہو۔

آٹھ فرسخ کی مسافت ۴۴ کلومیٹر ہے (آیت اللہ سیستانی) ۴۳ کلومیٹر ہے۔ (آیت اللہ مکارم شیرازی)

۲۔ مندرجہ ذیل چار مقامات پر مسافر نمازی اپنی نمازوں کو قصر اور تمام دونوں طریقے سے پڑھ سکتا ہے۔

۱۔ مسجد الحرام ۲۔ مسجد النبوی ۳۔ مسجد کوفہ ۴۔ حرمِ سیّد الشہداءؑ۔ (توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۱۳۵۶)

سیر و سیاحت کا سفر حرام نہیں کہلائے گا، پس نمازیں قصر ہوں گی۔ (توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۱۳۰۰)

آقائے مکارم: اگر سیر و سیاحت اسراف یا دوسرے حرام کاموں کا باعث نہ بنے تو نماز قصر ہوگی۔

متن:

جب اپنے شہر میں پہنچے یا کسی ایسی جگہ پہنچے، جہاں دس دن یا اس سے زیادہ رہنے کی نیت کرلے تو وہاں روزوں کی قضا بجالانا واجب ہے۔ اور جو نمازیں قصر کر کے پڑھی گئی ہیں ان کی قضا واجب نہیں ہے۔ اگر عورت شوہر دار ہو تو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی حال میں بھی سفر نہ کرے اگر چہ سفر حلال ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر سفر واجب ہو جیسے واجب حج ادا کرنے کی غرض سے سفر کرنا پڑے تو شوہر کی اجازت کے بغیر سفر کر سکتی ہے۔ پس اگر حج کرنا اس پر واجب ہو جائے اور کوئی محرم سفر میں اس کے ساتھ نہ ہو تو بغیر محرم کے سفر کرے اور واجب کو ترک نہ کرے اگر ممکن ہو۔ (۱) ۞

۱۔ وہ مسافر جسے معلوم نہ ہو کہ سفر میں نماز کو قصر کر کے پڑھنی چاہیے، پس وہ سفر میں نمازوں کو قصر کے بجائے تمام کر کے پڑھے تو اس کی نمازیں صحیح ہیں۔ (توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۱۳۵۹)

۞ کسی مسافر کی نماز ظہر یا عصر یا عشاء قضا ہو جائے تو اس کی قضا دو رکعت بجالانی چاہیے اگر چہ وہ گھر پہنچ کر اس کی قضا بجالا رہا ہو۔ لیکن جو مسافر نہیں ہے اس کی مذکورہ نمازیں چار رکعتی ہیں اگر قضا بجالانا چاہتا ہو تو چار رکعت ہی بجالائے گا اگر چہ سفر میں ہی کیوں نہ ہو۔ (توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۱۳۶۸)

پانچواں باب

روزے کے احکام

عورتوں کے روزوں کے احکام میں ہے۔

رمضان المبارک میں عورتیں بھی روزے رکھیں گی، جس طرح مرد حضرات روزے رکھتے ہیں اور روزے ترک نہ کریں سوائے ایام حیض، نفاس، بیماری اور مباح سفر کے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ اور جو عورت شوہر دار ہے اس کو سنتی روزے رکھنے میں شوہر کی اجازت درکار ہے۔ اگر اجازت دے تو رکھے، اور اگر منع کرے تو سنتی روزہ رکھنا اس پر حرام ہے، اور شوہر کی اجازت کے بغیر ماہِ رمضان کے قضا روزے رکھنا مکروہ ہے۔ اور اس کے شوہر کو جائز نہیں ہے کہ اسے ماہ رمضان کے واجب روزوں کی قضا بجالانے سے منع کرے۔ مگر ان دنوں میں کہ جس میں خود عورت کو اختیار ہے کہ روزۂ واجبی کو چاہے رکھے، چاہے نہ رکھے۔ پس روزہ رکھنے سے یہ زوج کا منع نہ ہوگا۔ مگر بعض دنوں میں اور سنتی روزوں سے ہر وقت منع کر سکتا ہے۔

مترجم:

ظاہراً حاصل عبارت یہ ہے کہ شوہر کو جائز نہیں ہے کہ جو امر زوجہ کے ذمہ واجب الادا ہے مثلاً رمضان کے قضا روزے، سے مطلقاً منع کرے کہ کسی بھی وقت بجا نہ لائے۔ اور زوجہ کو بھی جائز نہیں کہ اس امر میں اس (زوج) کی اطاعت کرے۔ لیکن اگر قضا کا وقت وسیع ہو اور کوئی شرعی عذر نہ رکھتی ہو تو البتہ کچھ دنوں کے لیے شوہر منع کر سکتا ہے۔ اور عورتوں کو بھی اس وقت شوہر کی اطاعت کرنی چاہیے۔ اگر وقت تنگ ہو تو اس وقت (شوہر) منع نہیں کر سکتا اور نہ عورت کو اس (شوہر) کا کہنا ماننا چاہیے جس طرح مطلقاً روزہ رکھنے سے منع کرنے کی صورت میں

اطاعت جائز نہیں ہے۔

متن:

روزے کی حالت میں عورت پانی میں نہ بیٹھے اور جس وقت پانی کمر تک ہو اس میں کھڑی نہ ہو۔ لیکن مردوں کے لیے کوئی مضائقہ نہیں۔

مترجم:

بنا بر قول مشہور عورتوں کا پانی میں کمر تک داخل ہونا روزے کی حالت میں مکروہ ہے، اور اس کی حرمت ثابت نہیں ہے۔

متن:

روزے کی حالت میں مردوں اور عورتوں کو چاہیے کہ اپنے سروں کو پانی میں نہ ڈبوئیں۔ یعنی دونوں (مرد و عورت) کو ایک ہی مرتبہ سر و گردن کو پانی میں داخل کرنا حرام ہے خواہ اس وقت تمام بدن پانی میں ہو کہ جسے غوطہ لگانا کہے، یا یہ کہ سارا بدن باہر ہو اور فقط سر و گردن پانی میں ڈبو دیں۔ اور اگر دفعتاً یعنی ایک ساتھ نہ ہو مثلاً آدھے سر کو ڈبوئیے اس کے نکالنے کے بعد پھر دوسری طرف کو ڈبو دے تو یہ حرام نہیں ہے اور اس کی وجہ سے روزے میں کوئی خلل نہیں آئے گا۔ ان احکام کے علاوہ روزے کے تمام احکام میں مرد اور عورت یکساں ہیں (۱)۔

(۱) اگر سر کا تھوڑا حصہ باہر ہو تو روزہ باطل نہیں ہوگا (آقائے وحید، مسئلہ ۱۶۱۶، توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۱۶۰۸)

اگر پورے سر کو پانی میں ڈبو دے لیکن سر کے تھوڑے سے بال پانی سے باہر ہوں، تب بھی روزہ باطل ہو جائے گا۔

(آقائے وحید، مسئلہ ۱۶۱۸، توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۱۶۱۱)

آقائے سیستانی: احتیاط کرنا بہتر ہے، یعنی سر نہ ڈبویا جائے، لیکن بعید نہیں کہ روزہ باطل نہ ہو، اگرچہ یہ کام شدید مکروہ ہے۔ (توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۱۶۰۸)

چھٹا باب:

زکوٰۃ وصدقات

عورتوں کے زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ (کی ادائیگی) کے احکام میں ہے:

پس معلوم ہو کہ وجوب زکوٰۃ میں مرد اور عورت برابر ہیں، جس طرح مرد پر واجب ہے کہ اپنے مال میں سے شرائط کے ساتھ زکوٰۃ نکالے، اسی طرح عورت پر بھی شرائط کے ساتھ زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ اس باب میں ان دونوں (مرد وعورت) کے احکام میں کوئی فرق نہیں ہے اس لیے اس مقام میں طول نہیں دیا گیا ہے۔

مترجم:

مصنف علیہ الرحمہ نے زکوٰۃ کے مسائل کا مطلقاً ذکر نہیں کیا ہے، اس لیے ضروری ہوا کہ اس کے بعض احکام مختصر عبارت کے ساتھ بیان کیے جائیں:

پس معلوم ہوا سونے اور چاندی کی زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے، اگر شرائط پائی جائیں اور ان شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ سونا اور چاندی سکہ دار ہو (ا)۔ اگر چہ سکہ حاکم وقت کا نہ

ا۔ وہ سونا اور چاندی جو سکہ دار ہیں اور خواتین اسے زینت کے طور پر استعمال کرتی ہیں اس پر زکوٰۃ نہیں ہے، اگر چہ رواج بھی ہو۔ (توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۱۹۰۰)

آقائے وحید: اگر رواج ہو تو احتیاط کی بنا پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (مسئلہ ۱۹۱۷)

اگر اس سکے کے ذریعے معاملہ ہوتا ہو تو زکوٰۃ ہے، اگر معاملہ نہ ہوتا ہو تو زکوٰۃ نہیں ہے۔ (آقائے بہجت)

اگر رواج (یعنی اس کے ذریعے معاملہ ہوتا ہو) بھی ہو پھر بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔ (آقائے تبریزی)

اگر معمولاً رواج ہے تو احتیاط کی بنا پر زکوٰۃ واجب ہے، اگر نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (آقائے سیستانی وفاضل)

اگر زینت کے طور پر استفادہ ہوتا ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اگر سونا اور چاندی اتنا ہو کہ نصاب کی حد تک نہیں ہے اگر چہ دونوں کی قیمت مجموعی نصاب تک پہنچ جائے پھر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (آقائے مکارم شیرازی)

ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نصاب (کی حد) کو پہنچا ہو۔ یعنی اس مقدار میں ہو کہ جس میں زکوٰۃ دینا شرع میں واجب ہے۔ اور تیسری شرط حول ہے یعنی سونا چاندی بقدر نصاب پورے گیارہ مہینے تک اس شخص کے پاس (ملکیت میں) رہے(۱)۔ پس جب بارہواں مہینہ شروع ہوگا تو زکوٰۃ اس کی دینا واجب ہوگی اور سونے کا پہلا نصاب ۲۰ دینار ہیں کہ ان کا وزن چھ روپے محمد شاہی صاحب قرانی کے مطابق ہے۔ اور ایک روپیہ محمد شاہی گیارہ ماشہ کا ہوتا ہے۔ پس جو اشرفیاں گیارہ گیارہ ماشے کی ہیں جب ان میں سے چھ اشرفیاں کسی کی ملکیت میں ہوں اور شرائط وجوب زکوٰۃ پائی جائیں تو زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ دینا ہوگا۔ اور چالیسواں حصہ ایک پانچ رتی کا ہوتا ہے اور ایک خمس یعنی پانچواں حصہ رتی کا ہوتا ہے کہ چاہے اتنا سونا زکوٰۃ میں دے یا چاہے تو اس کی قیمت دے۔

اور دوسرا نصاب سونے کے چار دینار ہیں، جو وزن میں ایک روپیہ اور خمس روپیہ محمد شاہی کے برابر ہے۔ پس جب تک بیس دینار کے وزن کے برابر سکہ دار سونا نہ پہنچے تو زکوٰۃ دینا واجب نہیں ہے، اور جب بیس دینار پر پہنچے تو اس پر زکوٰۃ دینا لازم ہے اور اسی طرح جب بیس دینار سے ایک یا دو دینار زیادہ ہوں تو اس اضافی دینار پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ یعنی بیس دینار کی جو زکوٰۃ ادا کی تھی وہی بائیس یا تئیس دینار میں دے دے۔ اور جب دوسرے نصاب کو پہنچے یعنی چوبیس دینار ہوں تو اس مجموعے پر زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔ اور اس مجموعے کا چالیسواں حصہ ایک

۱۔ اگر گیارہویں مہینے کے دوران سونے اور چاندی کو کسی دوسری جنس میں تبدیل کر دے یا ان کو پگھلا کر پانی بنا دے تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

اگر زکوٰۃ دینے سے بچنے کے لیے ایسا کرے تو مکروہ ہے۔ (آقائے بہجت)

زکوٰۃ دینے سے بچنے کے لیے ہو تب بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (آقائے تبریزی)

ماشہ اور سات رتی اور چار خمس رتی اور ایک خمس الخمس رتی ہوتا ہے اور اسی طرح ہمیشہ جب بہ وزن چار دینار کے کسی کے پاس اس مجموع پر زیادہ ہوتا جائے تو زکوٰۃ سب کی نکالا کرے۔ پس بنا برایں جب ہم نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ جو گیارہ گیارہ ماشہ کی اشرفیاں ہیں ان میں سے جب تین سو ساٹھ اشرفیاں ہوں تو اس کی زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ نو اشرفیاں ہوں گی اور اس سے زیادہ کا حکم ہم نے جو قاعدہ بیان کیا، اُس سے نکل آئے گا۔

اور چاندی کا پہلا نصاب دو سو درہم ہے، اور پانچ درہم ایک روپیہ محمد شاہی کے برابر وزن رکھتے ہیں اور بیسواں حصہ روپے کے برابر ہے۔ پس اس حساب سے دو سو درہم چالیس روپے محمد شاہی کے برابر ہوں گے، اس کی زکوٰۃ ایک روپیہ اور روپے کا بیسواں حصہ ہے۔

چاندی کا دوسرا نصاب: چالیس درہم ہے۔ اس کا وزن آٹھ روپے اور دو خمس روپے کے برابر ہیں۔ پس جب تک دو سو درہم سے جو زیادہ ہیں اور چالیس تک نہ پہنچیں تو اسی دو سو کی زکوٰۃ دیا کرے۔ جب دو سو پر چالیس درہم زیادہ ہوں تو پھر مجموع دو سو چالیس کی زکوٰۃ نکالے۔ بنا برایں ہم نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ ایک ہزار آٹھ روپیہ محمد شاہی کی زکوٰۃ پچیس روپے اور ایک خمس روپے کا ہے۔ اور جو روپیہ گیارہ ماشے کے وزن میں ہے ان کا حکم بعینہ محمد شاہی کے روپے کے حکم میں ہے اور جو مختلف ہے اس کا حکم بھی مختلف ہے۔

فصل: (شوہر کی اجازت)

شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کو سنّتی صدقہ دینا، اپنے غلام کو آزاد کرنا، اپنے مال کو وقف کرنا اور کسی کام کی نذر کرنا یہاں تک کہ شوہر اجازت دے، مکروہ ہے۔ پس اگر افعال مذکورہ میں سے کوئی فعل بجالائے تو وہ صحیح ہوگا اور شوہر کو اس کے فسخ کرنے یا ردّ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اگر چہ عورت گنہگار ہوگی اس جہت سے کہ زوج کی اجازت کے بغیر اس کام کو بجالائی۔

مترجم:

مصنف کی کراہت سے مراد یہاں پر حرمت معلوم ہوتی ہے، اس لیے فرماتے ہیں کہ اگر شوہر کی اجازت کے بغیر کسی فعل کو ان افعال میں سے بجالائے تو وہ فعل جاری ہو جائے گا مگر زوجہ گنہگار ہوگی۔ پس اگر حرام نہیں ہے تو گنہگار کہاں سے ہوگی (ا)۔ مصنف نے جتنی باتیں کہیں، سب میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ مگر نذر کے باب میں قول مشہور یہ ہے کہ اگر شوہر کی اجازت کے بغیر نذر کی ہے تو وہ لازم نہ ہوگی۔

فصل: ماں باپ کی قضا نمازیں

جس وقت کوئی شخص مرجائے اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی اس کے وارث ہوں اور اس شخص سے کچھ نمازیں اور روزے قضا ہوئے ہوں تو واجب ہے کہ بیٹا اس کو ادا کرے۔ بیٹی پر واجب نہیں ہے۔ جس مقام میں قتل خطا کی دیت عاقلہ کو دینی ہوتی ہے، تو اس میں بھی عورتیں شریک نہیں ہیں، بلکہ مردوں میں سے جو قاتل کے عزیز واقرباء ہیں انہی کو عاقلہ کہتے ہیں اور انہی کو دیت قتل خطا دینی ہوتی ہے اور عورتیں جماعت عاقلہ میں داخل نہیں ہیں۔ اور اسی سبب سے میراث جو "بسبب وِلا" پہنچتی ہے وہ مخصوص مردوں کی ہے اور عورتیں بسبب ولا وارث نہیں ہوتی ہیں۔

مترجم:

میراث ولا سے مراد وہ میراث ہے جو قرابت نسبی اور علاقۂ زوجیت کے بغیر، بعض اسباب جیسے آزاد کرنے اور ضامن ہونے کے سبب سے پہنچتی ہے۔ اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں باب الدیات اور باب المیراث میں مذکور ہے۔

ساتواں باب:

حج وعمرہ

عورتوں کے حج وعمرے کے بارے میں ہے (۱)

جس وقت حج کرنا مقدور (استطاعت) ہو اور سامان واسباب بہم پہنچے تو عورت پر حج کرنا واجب ہے، جس طرح مرد پر واجب ہے (۲)۔ اور ان پر مردوں کی طرح عمرہ بھی واجب ہوتا ہے۔ (۳) جس وقت عورت احرام باندھے، خواہ احرام حج کا ہو یا عمرے کا، تو عورتوں کے لیے لباس اتارنا لازم نہیں ہے جیسا کہ مردوں کو لازم ہے (۴)۔

مترجم:

مرادِ مصنف یہ ہے کہ اگر مرد احرام باندھتا ہے تو اسے لازم ہے کہ ایک لنگی باندھے اور

....

۱۔ حج وعمرہ کے حوالے سے خواتین کے مخصوص مسائل سے آگاہی کے لیے، مولانا سیّد شہنشاہ حسین نقوی قمی دام عزہٗ کی لکھی ہوئی کتاب کا ضرور مطالعہ کریں۔
(مناسک حج، خواتین کے مخصوص مسائل بمطابق فتاویٰ مراجع عظام، تدوین باب العلم دار التحقیق)

۲۔ اگر حج سے واپسی پر خرچ کرنے کے لیے کوئی مال وثروت نہ ہو، مثلاً اس کا شوہر غریب ہو اور سختی کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائے تو اس پر حج واجب نہیں ہے۔ (توضیح المسائل مراجع، ج ا، مسئلہ ۲۰۳۸)
وحید خراسانی: اگر اس کا شوہر بھی خرچ نہ دے اور وہ زندگی گزارنے میں حرج ومشقت میں پڑ جائے تو حج واجب نہیں۔ (مسئلہ ۲۰۵۵)

۳۔ شوہر کا زحمت میں پڑ جانا، زوجہ کی استطاعت کے لیے مانع نہیں ہے۔ (مناسک حج مخصوص خواتین، ص ۱۱)

۴۔ عورت اپنے عام لباس سے مُحرِم ہو سکتی ہے اگرچہ سِلے ہوئے لباس ہی کیوں نہ ہوں۔ لہٰذا خواتین پر اُن دو ٹکڑوں (لنگ اور ردا) کا پہننا واجب نہیں ہے۔ (مناسک حج مخصوص خواتین، ص ۳۴)

ایک چادر کاندھے سے اوڑھے رہے اور سیا ہوا کپڑا اور ریشمی لباس نہ پہنے۔ عورتوں کو یہ سب جائز ہے۔

متن:

اور عورتوں کو سر بھی کھولنا نہیں چاہیے، جس طرح سے مردوں کو لازم ہے۔ اور تلبیہ یعنی ''لبیک'' کہنے میں اپنی آواز بلند نہ کرے مثل مردوں کے۔ بلکہ آہستہ کہے تاکہ نامحرم اس کی آواز نہ سنے۔ اور اگر منہ چھپانا ضروری ہو یعنی نامحرم اس کے سامنے ہو تو اپنے منہ پر مقنعہ ڈالے اور اگر اس کی حاجت نہ ہو تو منہ کو نہ چھپائے۔ اس لیے کہ شریعت میں وارد ہے کہ احرام میں مرد اپنا سر کھلا رکھے اور عورتیں اپنے منہ کو نہ چھپائیں (۱)۔ اور مردوں کی طرح عورتوں کو حجر اسود کو مس کرنا نہیں ہے اور صفاء و مروہ کے درمیان دوڑ لگانا عورتوں سے ساقط ہے (۲) اور مردوں سے یہ امر قدرت کے ساتھ ساقط نہیں ہے۔ اگر سعی کرنے کی جگہ خالی ہو یعنی صفاء و مروہ کے درمیان تخلیہ ہو تو عورتوں کو بھی سعی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (۳) اور جو پہلے پہل حج پر گیا ہو اس شخص کے لیے مستحب ہے کہ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو اور مشعر الحرام میں ننگے پاؤں چلے جائے اور عورتوں کو خانہ کعبہ میں داخل ہونا اور مشعر الحرام میں چلنا مستحب نہیں ہے (۴)۔ اگرچہ ان کا

۱۔ چہرہ چھپانا خواہ غیر معمولی چیزوں جیسے درخت کے پتوں کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو، مُحرِم عورت کے لیے جائز نہیں ہے، بعض چہرے کا حکم کُل کی طرح ہے، یعنی چھپانا جائز نہیں۔ (مناسک حج مخصوص خواتین، ص ۵۸)

۲۔ یعنی سبز رنگ کی علامت کے ساتھ اونٹ کی طرح تیز چلنا مردوں کے لیے مستحب ہے لیکن عورتوں کے لیے ہرولہ (دوڑ لگانا) نہیں ہے۔ (مناسک حج مخصوص خواتین، ص ۱۳۹)

۳۔ سعی تو مرد اور عورت دونوں پر واجب ہے۔

۴۔ عورتوں پر جائز ہے کہ وہ مشعر الحرام میں وقوف کی نیت سے رات کا کچھ حصہ گزاریں اور پھر منیٰ چلی جائیں اگرچہ کوئی عذر نہ بھی ہو۔ لیکن احتیاط واجب یہ ہے کہ آدھی رات سے پہلے نہ چلیں، بنابرایں خواتین پر بین الطلوعین ٹھہرنا واجب نہیں ہے۔

(مناسک حج مخصوص خواتین، ص ۱۴۸)

پہلا حج ہی کیوں نہ ہو۔ اور جو عورت مکے کی رہنے والی ہو تو اسے اختیار ہے کہ چاہے حج قران بجالائے یا حج افراد کرے کہ جس طرح مردوں کو حکم ہے۔ اور اگر شہر مکہ کی رہنے والی نہ ہو تو اس پر حج تمتع واجب ہوتا ہے، جیسا کہ مرد جو وہاں کا رہنے والا نہیں ہے اس پر حج تمتع فرض ہے۔ اور قارن پر لازم ہے کہ ہدیہ یعنی قربانی کو میقات سے ساتھ لے کر آئے۔ یہ کام حج افراد اور حج تمتع کے خلاف ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: فمن تمتع بالعمرۃ الیٰ الحج فما استیسر من الھدی یعنی جو شخص حج تمتع بجالائے پس جو قربانی کے لیے ملے اسی کو لے لے۔ یعنی تمتع میں ہدیہ (قربانی) کو میقات سے ساتھ لے کر نہ آئے۔ شہر مکہ سے جو قربانی ملے اسی پر قربانی کرے۔ اس کے بعد فرماتا ہے: فلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام یعنی حج تمتع اس شخص کے لیے ہے جو مکے کا رہنے والا نہ ہو۔ اور مردوں میں سے جو پہلے پہل حج کے لیے آیا ہے اس پر واجب ہے کہ جب وہ احرام سے نکلے اور محل ہو جائے تو اپنے بالوں کو منڈوائے اور اگر ایک بار حج کر چکا ہے، دوسرا حج کرنے آیا ہے تو اسے اختیار ہے کہ اپنے پورے بال منڈوائے یا تھوڑے سے منڈوائے یا کتروائے۔ لیکن سارے سر کے بال منڈوانا افضل ہے۔ اور عورتوں کو بہتر ہے کہ سر کے بال نہیں منڈوانے چاہئیں۔ نہ تھوڑے اور نہ پورے سر کے بال۔ اگرچہ پہلے پہل حج کرنے والی ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ عورتوں پر لازم ہے کہ محل ہوتے وقت تقصیر کرے یعنی کچھ تھوڑے سے بال سر کے کتروالے۔ اور جب کہ مرد اور عورتیں ساتھ ہی عمرۂ تمتع کے لئے احرام باندھیں اور احرام سے محل ہونے لگیں تو مردوں کو چاہیے کہ تقصیر کریں، یعنی اپنے سر کے تھوڑے بالوں کو کتروالیں، عورتیں اس احرام کے بعد تقصیر نہ کریں (۱) اور محل ہونے کے بعد پھر احرام حج کے لیے باندھیں اور ان چیزوں سے پرہیز کریں جن سے محرم کو پرہیز کرنا چاہیے

۱۔ دیگر مراجع فرماتے ہیں کہ عورتوں پر عمرہ اور حج دونوں میں تقصیر کرنا ضروری ہے، حلق (بال منڈوانا) ضروری نہیں ہے۔ (مناسک حج مخصوص خواتین، ص ۱۵۶)

اور جب قربانی کا دن آئے تو اپنی اپنی قربانی کو لے کر قربانی کریں (۱) اور اس وقت سب تقصیر کریں۔ اگر مردوں میں سے کوئی پہلے پہل حج کو آیا ہو تو وہ سر کے سارے بال منڈوائے۔ اگر پہلا حج نہیں ہے تو اسے اختیار ہے کہ بال منڈوائے یا کتروائے، مگر منڈوانا افضل ہے۔ اور عورتیں بھی اس وقت تقصیر کریں گی۔ یعنی سر کے تھوڑے سے بال کتروائیں خواہ پہلی بار حج کو آئی ہوں یا دوسری مرتبہ، جس طرح پہلے بیان ہوا۔ مرد کے لیے ختنہ کرائے بغیر حج کرنا جائز نہیں ہے۔ بعض مرتبہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ کافر مسلمان ہوا اور اس کا ختنہ نہیں ہوا اور اس نے حج کا ارادہ کیا۔ اس کا حج جبھی صحیح ہوگا جب پہلے اپنا ختنہ کرائے اور اس کے بعد حج بجالائے، اگر اس وقت ختنہ کرنا ممکن ہو۔ جس وقت اختیاری طور پر مرد احرام کی حالت میں عورت سے مباشرت کرے اور عورت بھی احرام کی حالت میں ہو تو ان دونوں پر دو کفارے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک، ایک اونٹ کفارے میں نحر کرے، اور اگر مرد نے عورت پر جبر کیا ہو تو مرد دو کفارے دے، ایک اپنی طرف سے اور ایک عورت کی طرف سے۔ اور اگر مباشرت اس مدت میں ہو کہ ابھی تک کسی موقف میں توقف نہ کیا ہو، نہ عرفات میں اور نہ مشعر الحرام میں، تو دو کفارے دے دے۔ اور حج کو تمام کرے اور پھر دوسرے سال ایک حج اور بجالائے۔ اور اگر ایک موقف میں توقف کر چکے ہوں اور مباشرت واقع ہوئی ہو یا دونوں موقف میں ٹھہر چکے ہوں اور اس کے بعد مباشرت کی ہو تو دوسرے سال حج بجالانے کی ضرورت نہیں ہے، فقط کفارہ دینا چاہیے۔ بنا بر اس تفصیل کے کہ جو پہلے بیان ہوئی ہے۔ اگر مباشرت عورت سے غیر فرج میں کی ہے تو دوسرے سال حج واجب نہیں ہے۔ خواہ پہلے وقوف کے بعد ہو یا بعد والے وقوف کے بعد یا دونوں وقوف

۱۔ ضروری نہیں کہ عورتیں خود ہی جانور کو ذبح کر لیں بلکہ ہر ایک کے لیے جائز ہے کہ اس کی نیابت میں دوسرا فرد ذبح کرے۔ (مناسک حج مخصوص خواتین، ص ۱۵۶)

کے بعد، بلکہ فقط کفارہ دینا واجب ہے۔ اور مقاربت کی وجہ سے جس شخص پر دوسرے سال حج واجب ہوا ہے اس کے لیے مستحب ہے کہ جس جگہ مباشرت واقع ہوئی ہے وہاں سے اس عورت سے جدا ہو جائے اور الگ الگ دونوں حج کے اعمال بجالائیں، حج کے تمام ہو جانے کے بعد پھر ساتھ ہو جائیں۔ احرام کی حالت میں مرد کو اپنی زوجہ کے جسم پر ہاتھ پھیرنا، لذت کے ساتھ، معانقہ کرنا، اور لذت کے ساتھ اس کے منہ میں اپنے ہاتھ سے لقمہ رکھے مکروہ ہے۔ اسی طرح اس عورت کو بھی انہی امور کا انجام دینا مکروہ ہے۔ کنیز اور آزاد عورت اس امر میں برابر ہیں۔ مرد اور عورت احرام کی حالت میں آئینے میں اپنی زینت کے لیے نہ دیکھیں۔ اور عورتوں کے لیے جائز ہے کہ حالت احرام میں ریشمی کپڑا پہنیں خواہ سادہ ہو یا پھول دار (کڑھائی شدہ) ہو۔ مردوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ احرام کی حالت میں عورتوں کو زیور پہننا جائز نہیں ہے (۱)، بخلاف ریشمی کپڑے کے۔ جو شخص پہلے پہل حج کو آیا ہے اسے چاہیے کہ ذی القعدہ کی ابتدا سے بال بڑھانا شروع کرے یعنی نہ منڈوائے اور نہ کتروائے۔ پس اگر منڈوائے یا کتروائے تو کفارے میں ایک بکرے کا ذبح کرنا مستحب ہے۔ مگر عورتوں کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔ پس اگر عورت پہلے پہل حج کو گئی ہو اور ذی القعدہ کی ابتدا میں قبل از احرام اپنے سر کے کچھ بال کتروائے ہوں تو اس نے سنت کے خلاف کوئی کام نہیں کیا اور نہ کفارہ ہے۔

اگر میقات پر پہنچنے سے پہلے عورت حائض ہو جائے اور جانتی ہو کہ کچھ دنوں سے پہلے خون نہیں

۱۔ ہر وہ چیز جو زینت شمار ہو جائے اس کا پہننا حرام ہے، خواہ اس نے زینت کا ارادہ نہ بھی کیا ہو۔ اگر زینت شمار کیا جائے تو مُحرِم کے لیے سُرمہ لگانا جائز نہیں ہے، اسی طرح پلکوں پر مسکارا لگانا بھی جائز نہیں ہے جیسا کہ عورتیں زینت کے لیے کرتی ہیں۔ سیاہ اور غیر سیاہ رنگ میں کوئی فرق نہیں ہے۔
(آقائے خامنہ ای، بحوالہ مناسک حج مخصوص خواتین، ص ۱۰۰، مسئلہ ۱۹۵)

رکے گا تو غسل احرام کرلے اور جب میقات میں پہنچے تو احرام باندھے مگر نماز احرام نہ پڑھے۔ اور اگر حائض ہو تو شہر مکہ میں داخل ہوتے وقت حج کے تمام افعال بجالائے، سوائے طواف خانہ کعبہ کے، کیونکہ طواف کرنا اس کے لئے جائز نہیں جب تک کہ پاک نہ ہوجائے اور عرفات و مشعر الحرام میں حاضر ہوسکتی ہے، اور قربانی ونحر اور رمی جمرات بھی انجام دے۔ لیکن کسی مسجد میں داخل نہ ہو جب تک کہ پاک نہ ہوجائے۔ پس جب پاک ہوجائے تو طواف خانہ کعبہ کی قضا کرے (۱)۔

۱۔ اگر میقات پر عورت حائض ہوجائے اور اسے یقین ہو کہ عمرۂ تمتع کے مقررہ وقت (یوم عرفہ کے ظہر) تک پاک نہیں ہوسکتی تو اسے حج افراد کی نیت کرنی چاہیے اور حج افراد کے لیے احرام باندھے۔

(مناسک حج مخصوص خواتین، ص ۳۸)

آٹھواں باب:

نکاح

عورتوں کے نکاح کے بارے میں ہے:

جب عورت بالغہ ورشیدہ ہو یعنی کامل العقل ہو تو اسے اختیار ہے کہ اپنے عقد نکاح میں خرید وفروخت میں اور تملیک و ہبہ میں اور وقف کرنے میں، صدقہ دینے میں اور جتنے تصرفات ہیں، اسے اختیار ہے(۱)۔لیکن اگر وہ باکرہ ہو اور اس کا باپ موجود ہو یا نہ ہو، دادا موجود ہو تو مستحب ہے کہ اپنے عقد نکاح کا اسے اختیار دے اور وہ اس کا نکاح کرے اس کی اجازت کے بعد، اور اس کی مرضی کے موافق ہو۔اگر باکرہ لڑکی اپنے باپ کی اجازت کے بغیر عقد کرے تو عقد صحیح ہوگا، اگر چہ اس نے سنتی کام (طلب اجازت) ترک کیا(۲)۔اور اگر ثیبہ (غیر باکرہ) ہو اور اپنے باپ کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو یہ سنت کے خلاف نہیں ہے۔اور جس وقت کوئی شخص مرجائے اور اس کی بیٹی بالغہ نہ ہو، تو اس کے عزیز واقارب میں سے کسی کو من حیث الولایۃ اس لڑکی کا نکاح نہیں کروانا چاہیے، یہاں تک کہ وہ خود بالغہ ہو اور خود اجازت دے۔مگر

۱۔نکاح صحیح ہونے کے لیے حسب ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

(۱) احتیاط واجب کی بنا پر صحیح عربی میں صیغے ادا کرے۔(۲) صیغوں میں قصد انشاء کا ہونا ضروری ہے۔

(۳) صیغہ پڑھنے والے کو بالغ وعاقل ہونا چاہیے۔(۴) نکاح میں مرد اور عورت کا معین ہونا ضروری ہے۔

(۵) مرد اور عورت دونوں کی رضایت کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ (توضیح المسائل مراجع، ج۱، مسئلہ ۲۳۷۰)

❁ وحید خراسانی: اگر کسی دوسرے کا عقد پڑھنا ہو تو بالغ ہونا ضروری نہیں، عاقل ہونا کافی ہے (مسئلہ ۲۴۳۴)

۲۔احتیاط واجب یہ ہے کہ باپ یا دادا کی اجازت حاصل کرے، بھائی اور ماں کی رضایت ضروری نہیں ہے۔

(توضیح المسائل مراجع، ج۱، مسئلہ ۲۳۷۶، وحید خراسانی، مسئلہ ۲۴۴۰)

یہ کہ اس کے باپ نے ان میں سے کسی کو وصیت کی ہو اور لڑکی کے عقد کا اختیار دیا ہو۔

مترجم:

مراد یہ ہے کہ اگر باپ کسی کو لڑکی کا ولی یا وصی بنا کر گیا ہے اور وہ اس کا نکاح کر دے تو عقد لازم ہو جائے گا۔ اور لڑکی کو بلوغ کے بعد فسخ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ جس طرح سے باپ خود لڑکی کا عقد کر دے۔ بعد از بلوغ لڑکی اس عقد کو فسخ نہیں کر سکتی۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ وصی کو ولایت عقد صغیرہ کا حق نہیں پہنچتا۔ اگر چہ موصی نے تصریح بھی کی ہو۔

متن:

اگر باپ نہ ہو تو اس کی اولاد اس کا قائم مقام ہے۔ پس اگر دادا موجود ہو اور وہ اس کا نکاح کسی سے کر دے تو بعد از بلوغ لڑکی کو عقد سے تعرض نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اس لڑکی کا نکاح دادا کے علاوہ کوئی اور کر دے، خواہ اقارب میں سے ہو خواہ اجنبی ہو، تو وہ عقد فضولی ہوگا اور موقوف رہے گا اس کی رضامندی و بلوغ پر۔ پس اگر بالغہ رشیدہ ہونے کے بعد اس عقد پر راضی رہے اور گوارا ہو تو صحیح رہے گا اور اگر کراہت کرے اور مقبول نہ رکھے تو عقد باطل ہو جائے گا۔ اور جس وقت عورت کسی مرد سے اپنا نکاح کرے تو ہو سکتا ہے کہ اپنے نفس کو شوہر سے باز رکھے اور امتناع کرے، یہاں تک کہ اپنے مہر پر قبضہ کر لے، اگر مہر معین ہوا ہو۔ اور اگر معین نہیں ہوا ہے تو مہر المثل اس سے لے لے۔ یعنی مانند ان عورتوں کے مہر ہے جو اس کی مثل ہیں شرافت و جمال میں۔ اور شوہر اس پر جبر نہیں کر سکتا جب تک کہ مہر اس کا ادا نہ کرے۔ جب کہ شوہر ادائے مہر سے عاجز ہو یا مقدور ہو مگر دینے میں تساہل کرے تو واجب ہے اس پر کہ زوجہ کو نفقہ دے۔ اگر چہ وہ اپنے گھر میں رہے اور اس (شوہر) کے گھر میں نہ آئے۔ اور شوہر اس کے اوپر بسبب ادائے نفقہ واجبی کے زبردستی نہیں کر سکتا کہ اسے اپنے گھر میں رکھے۔ یعنی زوجہ کا

نفقہ تو اس پر بہر حال واجب ہے اور اب جو اس کو جبر کرنے کا حق نہیں پہنچتا اس لیے ہے کہ یہ مہر اس کا ادا نہیں کر رہا ہے۔ اور اگر مہر دے دے تو البتہ اپنے گھر میں رکھنے اور مباشرت کرنے پر جبر کر سکتا ہے۔

مترجم:

اسی طرح سے اگر عورت مہر کا مطالبہ کیے بغیر ایک مرتبہ مباشرت کرے اور پھر شوہر سے اپنے آپ کو باز رکھے اور مہر طلب کرے تو اس وقت بھی شوہر اس سے مباشرت کرنے اور اسے اپنے گھر میں رکھنے پر جبر کر سکتا ہے۔ بنا بر قول مشہور اگر چہ وہ اس کا مہر نہ دے۔

متن:

عرف کے حساب سے زوجہ کا نفقہ دینا شوہر پر لازم ہے، یعنی عرف و عادت کے اعتبار سے جو چیزیں اس کے شایان شان ہوں، اور اسے لباس دینا اور گھر دینا بھی لازم ہے۔ اس سے زیادہ عورت اپنے مرد سے طلب نہیں کر سکتی۔

مترجم:

مصنف کے کلام سے اس امر کا توہم ہوتا ہے کہ سوائے کھانے، کپڑے اور گھر کے شوہر پر کسی اور چیز کا دینا لازم نہیں ہے۔ حالاں کہ ان کے علاوہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو ضرورت کے وقت زوجہ کو دینا شوہر پر لازم ہے، جیسے خادمہ، اگر عورت ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو کہ ان لوگوں کی خدمت خادمہ سے تعلق رکھتی ہو یا یہ کہ بیمار ہو تو اس کی خدمت کے لیے کوئی خادمہ ضروری ہے، اور گھر کی ضروریات جیسے تیل، کنگھی وغیرہ اور اسی طرح سے اگر غسل کرنے کے لیے اسے حمام کی ضرورت پڑے تو اس کا مہیا کرنا بھی شوہر پر لازم ہوگا۔

متن: (مہر کا تعین)

جو شخص کسی عورت سے عقد کرے اور مہر (کو معین کرنا) اس (زوجہ) پر چھوڑ دے، یعنی کہے کہ جو تم مہر قرار دو گی مجھے قبول ہے، تو اس وقت عورت کو اختیار حاصل ہے کہ چاہے تو شرعی مہر قرار دے اور چاہے تو جس قدر زیادہ قرار دے، دے سکتی ہے، اور مرد پر واجب ہوگا کہ وہ اس مہر کو ادا کرے، کیوں کہ اس نے خود عورت کو یہ اختیار دے دیا ہے اور اپنے اوپر اس مقدار کو لازم کیا ہے۔ اور جس کو مہر شرعی کہا جاتا ہے اس کی مقدار پانچ سو درہم ہے۔ (پانچ سو درہم چاندی تقریباً 946.8 گرام بنتی ہے)

مترجم:

پانچ سو درہم، پچاس دینار کے برابر ہیں۔ بنا بر حساب ہمارے یہاں ایک سو پچاس روپے محمد شاہی ہوتے ہیں، جیسا کہ جناب غفران مآب جدی الامجد طاب ثراہ نے شرح صدیقہ میں تحقیق کی ہے اور یہ وہ مقدار ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقدار کو اپنی ازواج کا مہر قرار دیا تھا اور اس سے زیادہ مہر معین کرنا مکروہ ہے۔ اور یہ جو مصنف نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ عورت اس صورت میں سنتی مہر سے زیادہ مہر قرار دے دے، تو یہ قول مصنف کا معلوم ہوتا ہے اور اکثر علماء کا مذہب (نظریہ) یہ ہے کہ جب مرد تعیّن مہر کو عورت کے حوالے کرتا ہے تو عورت مہر شرعی سے زیادہ مہر قرار نہیں دے سکتی، یعنی مرد پر مہر شرعی سے زیادہ مہر دینا لازم نہ ہوگا اگرچہ عورت زیادہ کہے۔

متن:

اقل مہر (مہر کی کمترین مقدار) ایک درہم ہے یا درہم کے برابر خالص چاندی ہو یا مال واسباب میں سے کوئی اور چیز ہو جس کی قیمت ایک درہم ہو سکے۔

مترجم:

مصنف کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ درہم سے کم جس کی قیمت ہو یا چاندی مقدار درہم سے کم ہو تو اس کو مہر قرار دے سکتے ہیں اور مذہب (نظریہ) مشہور یہ ہے کہ جس چیز کی قیمت بازار میں ہو اور اس کو ملکیت میں لا سکے، اگر چہ قیمت اس کی نصف درہم یا ربع درہم ہو یا اس سے بھی کم ہو تو اسے مہر قرار دے سکتے ہیں۔

متن:

اور مضائقہ نہیں ہے کہ آدمی عقد نکاح میں تعلیم سورۂ قرآن کو مہر قرار دے، یا تعلیم ایک آیت کو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اور حرام چیزوں کو مہر قرار دینا جائز نہیں ہے۔ مانند شراب، لہو بازی کے آلات، باجے، اور ایسی چیزیں جو حکم خدا سے کسی کی ملکیت میں نہیں آسکتیں۔ اور عورت پر واجب ہے کہ ہر ایک امر میں اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی نہ کرے، سوائے اس امر کے کہ جسے خدا نے اس پر حرام کیا ہے، یعنی جو امر باعث نافرمانی خداوند متعال ہے اس میں شوہر کی اطاعت نہیں ہے۔ اور عورت کو یہ جائز نہیں ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلے یا شوہر کو غصہ میں لائے یا اس سے علیحدہ کہیں چلی جائے یا اس کی مخالفت یا عداوت کرے۔ جو چیز شوہر کو ناگوار ہے لازم ہے کہ اس امر سے اپنی حفاظت کرے اور اس کی امانت کو اس کے سپرد کرے، اس کے ساتھ باتوں میں نرمی اختیار کرے اور ہر ایک امر میں اسے خوش رکھے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے ''جهاد المرأة حسن التبعل یعنی عورت کا جہاد شوہر کو راضی رکھنے میں ہے، اور یہ بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَوْ اُمِرْتُ اَحَداً اَنْ یَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا یعنی اگر جائز ہوتا کہ آدمی کو آدمی سجدہ کرے تو میں حکم دیتا کہ عورت اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کو جائز نہیں ہے کہ اس کے مال میں تصرف کرے۔ پس اگر اسے کھانے پینے کی ضرورت پیش آئے تو شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے

مال میں سے بقدرِ ضرورت لے لے اور حاجت سے زیادہ نہ لے اور مرد کو چاہیے کہ اپنی زوجہ سے نیکی کرے اور اگر بدمزاج ہو تو تحمل کرے اور اس پر کسی امر میں شدت نہ کرے اور اس کے ساتھ مدارات و نرمی کرے۔ اس کے اخراجات ادا کرے اور واجب الادا حق ادا کرے۔

فصل: (ایلا و ظہار کا حکم)

جس وقت مرد ''ایلا'' کرے، یعنی نام خدا کے ساتھ قسم کھائے کہ اپنی زوجہ کے ساتھ وطی نہیں کروں گا اور ''ایلا'' کی شرائط بھی پائی جائیں تو زوجہ کو اختیار ہے کہ چاہے اسی حال پر صبر کرے یا مرافعہ کرے اور حاکم شرع سے رجوع کرے۔ پس اگر مرافعہ کرے تو حاکم شرع اس کے شوہر کو چار مہینے کی مہلت دے گا کہ اس کی طرف رجوع کرے اور قسم کھانے کا کفارہ ادا کرے۔ پس اگر اس نے زوجہ کی طرف رجوع کیا اور کفارہ قسم کا ادا کیا تو پھر زوجہ کو تعرض کا حق نہیں پہنچتا اور اگر چار مہینے کے بعد بھی اپنی قسم پر باقی رہا اور اس کی طرف رجوع نہ کیا تو حاکم شرع اس پر لازم کرے گا کہ یا زوجہ سے رجوع کرے یا اسے طلاق دے۔ اور اگر پھر بھی نہ مانے تو حاکم شرع اسے مجلس قضا میں قید کرلے گا اور اس پر سختی برتے گا، یعنی کھانے پینے میں کمی کی جائے گی تاکہ وہ رجوع کرے یا طلاق دے۔ لیکن اگر عورت خود اپنے حق سے درگزر کرے اور اپنا حق بخش دے تو اس وقت حاکم شرع بھی اس (زوج) سے درگزر کرے گا۔

اور جس وقت مرد اپنی زوجہ سے ظہار کرے تو زوجہ حاکم شرع کو مطلع کرسکتی ہے، لہٰذا حاکم شرع اسے تین مہینے کی مہلت دے گا۔ پس اگر رجوع کرے اور کفارہ دے دے تو اس سے وطی حلال ہو جائے گی اور اگر رجوع نہ کیا تو حاکم اس پر طلاق دینے کو لازم قرار دے گا۔ ظہار کا حکم ایلا کے حکم کی طرح ہے، اگرچہ کفارے میں اختلاف ہے۔

مترجم:

اس قول کی تفصیل یہ ہے کہ جب مرد ظہار کرے، یعنی زوجہ سے کہے کہ تمہاری پشت میری ماں یا بہن یا دیگر محرمات کی پشت کی مانند ہے۔ جیسے زوج کی خالہ پھوپھی وغیرہ سے شباہت دے اور ظہار کی تمام شرائط پائی جائیں تو زوجہ سے وطی کرنا حرام ہوگا۔ کفارے کے بغیر وطی حلال نہ ہوگی۔ ایسی صورت میں عورت کو اختیار حاصل ہے کہ وہ صبر کرے یہاں تک کہ زوج کفارہ ادا کرے اور اس کی طرف رجوع کرے، یا زوج مرجائے، یا طلاق دے۔ اور چاہے تو حاکم شرع کی طرف رجوع کرے۔ پس حاکم اس کے زوج کو سمجھائے گا اور وعظ ونصیحت کرے گا، پھر تین ماہ کی مہلت دے گا، اگر زوجہ کی طرف رجوع کرے اور کفارہ ادا کرے تو وطی کرنا حلال ہوگا۔ اور اگر تین مہینوں کے بعد بھی رجوع نہ کرے تو حاکم اس پر طلاق دینے کو لازم قرار دے گا۔ نہ ماننے کی صورت میں جس طرح ایلا میں حکم تشدد کرنے کا تھا اسی طرح اس مقام میں بھی اس پر تشدد کیا جائے گا اور کھانے پینے میں تنگی کرے گا تا کہ وہ کفارہ ادا کر کے رجوع کرے یا طلاق دے دے۔ پس ایلا اور ظہار کا حکم ایک جیسا ہے لیکن کفارہ میں اختلاف ہے، کیونکہ ایلا میں قسم کا کفارہ دینا لازم ہے بنا بر قول مشہور ایک بندہ آزاد کرنا ہے یا دس آدمیوں کو کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے پہنانا ہے کہ ان تینوں میں سے جسے چاہے اختیار کرے، اور اگر ان سب سے عاجز ہو تو تین دن روزے رکھے۔ ظہار کا کفارہ بنا بر قول مصنف جس طرح کتاب مقنعہ میں ذکر کیا ہے ایک بندہ آزاد کرنا ہے پس اگر نہ ہو سکے تو دو مہینے پے در پے روزے رکھے، اور اگر روزے رکھنے پر قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ پس اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمے باقی رہے گا یعنی ظہار کا حکم باقی رہے گا جب تک کہ کفارہ نہ دے دے، اور کفارہ دیے بغیر وطی کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر طلاق دے دے تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

فصل: (شوہر کا مباشرت کے قابل نہ ہونا)

جس وقت شوہر عنین ہو جائے اور مباشرت کے لائق نہ رہے، یعنی پہلے سے صحیح و سالم ہو بعد میں نامرد ہو جائے تو عورت کو اختیار حاصل ہے کہ چاہے صبر کرے، چاہے مرافعہ کرے اور زوج کا حال حاکم شرع سے بیان کرے۔ پس اگر مرافعہ کرے گی تو حاکم شرع اس روز سے ایک سال تک اسے مہلت دے گا کہ اپنا علاج کرائے۔ پس اگر اسی سال کے اندر مقاربت کرنے پر قادر ہوا تو پھر زوجہ کو نزاع و فساد کا حق نہیں پہنچتا۔ اور اگر مقاربت نہ کرے اور عورت کو طلاق لینا منظور ہو تو حاکم اسے طلاق دینے پر مجبور کرے گا۔ (۱)

۱۔ اگر بیوی کو نکاح کے بعد معلوم ہو جائے کہ اس کا شوہر پاگل ہے، یا آلۂ تناسل نہیں رکھتا، یا مجامعت کی قوت نہیں رکھتا، یا اس کے دونوں بیضے نکال دیے گئے ہوں تو ان حالات میں نکاح کو فسخ (باطل) کر سکتی ہے۔

(توضیح المسائل مراجع، ج۲، مسئلہ ۲۳۸۱)

آقائے وحید خراسانی: عقد ختم کر سکتی ہے مگر اس صورت میں جب کہ شوہر اس سے تعلقات قائم نہیں کر سکتا ہے، ضروری ہے کہ عورت حاکم شرع کی طرف رجوع کرے، اور حاکم شرع اسے ایک سال کی مہلت دے، اگر مرد اس عرصے میں قدرت پیدا نہ کر سکے تو اس کے بعد عورت عقد فسخ کر سکتی ہے۔ (مسئلہ ۲۴۴۵)

آقائے سیستانی: اگر بیوی کو عقد کے بعد معلوم ہو جائے کہ اس کا شوہر عقد سے پہلے پاگل تھا، یا عقد کے بعد دیوانہ ہو گیا ہے یا اس کے بیضے عقد کے وقت نکال دیے گئے ہیں یا اس وقت برص یا اندھے پن میں مبتلا تھا تو احتیاط واجب یہ ہے کہ عورت عقد کو فسخ نہ کرے، اور اگر ایسا کرے تو دوبارہ باہم زندگی گزارنے کے لیے عقد کرنا پڑے گا۔ (توضیح المسائل مراجع، ج۲، مسئلہ ۲۳۸۱)

۲۔ اگر مقاربت کے بعد عنین ہو جائے تو اس صورت میں مکمل حق مہر کو ادا کرے۔

(رسالۂ شش مراجع، ص ۹۰۲)

مترجم:

مصنف کے نزدیک اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہے، خواہ عقد سے پہلے عنین ہو خواہ بعد عقد عنین ہو جائے، خواہ قبل مقاربت ہو، اور خواہ مقاربت کے بعد عنین ہو، جیسا کہ کتاب مقنعہ میں تصریح کی ہے اور باقی علماء کے نزدیک اختلاف اس میں بہت ہے۔ بعض علماء تفصیل کے قائل ہوئے ہیں اور بعضوں نے اس مسئلے میں توقف کیا ہے۔

متن:

جس وقت شوہر کو جنون (دیوانگی) ہو جائے، ایسا جنون کہ نمازوں کے اوقات کو نہ پہچان پاتا ہو تو عورت کو طلاق لینے میں اختیار ہے اور حاکم شرع ان دونوں میں جدائی ڈالے گا۔

مترجم:

اس قول میں بھی اختلاف ہے، بعض عالموں نے مطلقاً حکم دیا ہے یعنی خواہ جنون ہر وقت رہتا ہو اور خواہ بعض اوقات میں، اور عقد سے پہلے مجنون ہو یا بعد عقد کے۔ بہر حال عورت

کو طلاق لینے میں اختیار ہے۔

متن:

ان دو مقامات کے سوا کسی اور جگہ یہ حکم نہیں ہے بلکہ عورت کو اس پر صبر کرنا لازمی ہے، طلاق و فراق کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر شوہر کو جذام یا برص حادث ہو جائے یا اس کے مزاج میں فرق آجائے یا اس طرح کی کوئی اور بیماری لاحق ہو جائے تو عورت کو مفارقت کا اختیار حاصل نہیں ہے جس طرح عنین یا مجنون ہونے کی صورت میں حاصل ہے۔

متن:

جس وقت غلام کسی آزاد عورت سے تدلیس کرے یعنی دغا بازی کرے اور کہے کہ میں غلام نہیں ہوں بلکہ آزاد ہوں اور بعد عقد عورت پر یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ غلام ہے تو عورت کو اختیار ہے کہ چاہے اس کے پاس رہے، چاہے اس سے بغیر طلاق کے مفارقت کر لے۔

مترجم:

مراد یہ ہے کہ اس وقت اسے طلاق کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ عقد پہلے سے ہی لازم نہیں ہوا تھا اور بنا بر قول مشہور اگر دخول سے پہلے عقد فسخ کرے تو غلام کو مہر ادا کرنا نہیں پڑے گا۔ اور اگر بعد دخول اس کا حال ظاہر ہو جائے اور عورت عقد کو فسخ کرے تو اس کا مہر دینا لازم ہوگا۔

متن:

اور اسی طرح اگر مرد خصی ہو اور اپنا حال چھپا دے اور عقد کے بعد عورت کو معلوم ہو جائے تو عورت کو اختیار حاصل ہے کہ چاہے تو اس کے پاس رہے اور چاہے تو مفارقت اختیار کرے۔ اور اسی طرح اگر عنین تدلیس کرے یعنی خود کو صحیح و سالم ظاہر کرے تو عورت کو اختیار حاصل ہے۔ جن لوگوں کا ذکر ہوا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ رہنے پر عورت راضی ہو جائے (یعنی موجودہ عیب کے باوجود ساتھ رہنے پر راضی ہو جائے) یعنی حال معلوم ہو جانے کے بعد بھی ساتھ رہنے پر راضی ہو جائے تو پھر راضی ہو جانے کے بعد فسخ کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوگا، بلکہ صرف اور صرف رضامندی کی وجہ سے عقد لازم ہو جائے گا۔

اور اگر کسی شخص کی کنیز کسی غلام کے عقد میں ہو اور مالک اس کنیز کو آزاد کرے تو اسے اختیار حاصل ہے کہ چاہے تو اس غلام کے عقد میں رہے اور چاہے تو بغیر طلاق کے اس سے جدا

ہو جائے۔ اسی طرح اگر کسی مرد کے عقد میں کوئی آزاد عورت ہو اور وہ اپنی زوجہ کی اجازت کے بغیر کسی لونڈی سے نکاح کرلے تو اس آزاد عورت کو اختیار حاصل ہے کہ چاہے تو اس کے پاس رہے اور چاہے تو بغیر طلاق کے اس سے مفارقت کرے، اور یہی حکم ہے اگر زوجہ مسلمہ ہو اور اس کا شوہر کسی ذمیہ (کافر ذمی عورت) سے عقد کرلے۔

مترجم:

یہ حکم ان علماء کے نظریات کی بنا پر ہے جو ذمیہ عورت سے عقد کرنے کو جائز سمجھتے ہیں، اگر ذمّے کی شرائط پوری ہوں۔ اور کفار ذمی وہ لوگ ہیں جن پر جزیہ دینے کو لازم کیا گیا تھا، جیسے یہود و نصاریٰ۔

متن:

جو شخص اپنی زوجہ کی اجازت کے بغیر زوجہ کی بھتیجی یا بھانجی سے عقد کرلے تو اسے اختیار حاصل ہے کہ چاہے تو اس کے پاس رہے اور اگر چاہے تو بغیر طلاق کے اس سے جدا ہو جائے۔

مترجم:

اس مسئلے میں بہت سے اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا عقد باطل ہے اور اس شخص کی زوجہ کو یہ اختیار نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا عقد متزلزل ہے اور اس شخص کی زوجہ کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر وہ باقی رکھے تو رہے گا ورنہ باطل ہو جائے گا اور اس کی زوجہ کے عقد میں کوئی تزلزل نہیں ہوگا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان کا عقد متزلزل ہے اور اس کی زوجہ کے عقد میں تزلزل ہو جائے گا۔ اب زوجہ کو اختیار ہے کہ چاہے تو ان کا عقد فسخ کرے اور چاہے تو جاری رکھے، نیز چاہے تو اپنا عقد فسخ کرے اور چاہے تو باقی رہنے دے، اور اسی (آخری) قول کو مصنف نے کتاب مقنعہ میں اختیار کیا ہے اور یہاں عبارت میں اجمال پایا جاتا ہے، شاید مراد

مصنف یہی ہو۔

متن:

یہ (مذکورہ بالا) حکم نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کی پھوپھی یا خالہ سے عقد کرے بلکہ زوجہ کو چاہیے کہ اپنی پھوپھی یا خالہ کے ساتھ رہے، اور اگر زوجہ کو ان کا عقد ناگوار گزرے تو اپنا عقد فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے اگرچہ شوہر نے اس کی اجازت کے بغیر وہ عقد کرلیا ہو۔

شوہر خدمت کے لیے لونڈیاں لائیں اور زوجۂ اولیٰ کے علاوہ تین اور آزاد عورتوں سے نکاح کرے تو زوجہ کو تعرض کرنے کا حق نہیں پہنچتا اور وہ (زوجۂ اولیٰ) منع نہیں کرسکتی۔ لیکن اگر کسی عورت کا شوہر دوسری آزاد عورت سے نکاح کرے تو پہلی زوجہ شوہر سے نفقہ اور رات میں رہنے کے حوالے سے عدل و برابری طلب کرسکتی ہے، یعنی اپنے شوہر سے کہے کہ مجھے اور اسے برابر نفقہ دے اور ایک شب میرے پاس رہا کرے اور ایک شب اس کے پاس۔ عورت ہر ایک امر میں ظلم وتعدی کرنے سے منع کرسکتی ہے، کیوں کہ حق تعالیٰ نے شوہر پر ان امور کو لازم کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا: فانکحوا ما طاب .... ان لا تعلوا۔ اس کلام الٰہی کا مفہوم یہ ہے کہ پس تم عورتوں میں سے جو تمہیں پسند و مرغوب ہو اس سے نکاح کرو، دو عورتیں ہوں یا تین ہوں یا چار ہوں، یعنی اختیار ہے کہ ان اعداد میں سے جس کو چاہو اختیار کرلو اور چار عورتوں سے زیادہ جائز نہیں ہے کہ نکاح دائمی کے ذریعے جمع کرو۔ پس اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ ان کے درمیان عدل و انصاف نہیں کرپاؤ گے تو ایسی صورت میں ایک سے نکاح کرنے کو اختیار کرو یا لونڈیوں کو خدمت میں لاؤ کیونکہ آزاد عورتوں کی بہ نسبت کنیزوں کا حق کم ہے۔ ایک آزاد عورت اور کنیزوں کا اختیار کرنا عدل و انصاف سے قریب تر ہے۔

لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ ازواج میں عدل و برابری کرنا شوہر پر لازم ہے۔ اور جس وقت کوئی شخص اپنی زوجہ کو نفقہ دینے سے عاجز آجائے تو عورت کو چاہیے کہ وہ اس کی

آسائش اور وسعت رزق کا انتظار کرے اور اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس صورت میں شوہر پر طلاق دینے کو لازم کرے، مگر اس صورت میں کہ ہمیشہ زوج نفقہ کی ادائیگی سے عاجز رہے اور کسی طرح سے قادر نہ ہو سکے اور زوجہ پر واجب نہیں کہ اپنے بچے کو دودھ پلائے مگر اپنی خوشی سے ہو۔ باپ پر لازم ہے کہ بچے کو دودھ پلانے کے لیے دایہ (مرضعہ) کا بندوبست کرے۔ پس اگر جس اجرت پر دایہ کو دودھ پلانے کے لیے اجیر بنایا جاتا ہے اسی اجرت پر اس بچے کی ماں تیار ہو جائے تو دودھ پلانے اور دوسروں کی نسبت اجرت لینے میں ماں زیادہ حقدار ہے۔ اور اگر ماں اجرت کے ساتھ اور بغیر اجرت کے کسی طرح سے بھی دودھ پلانے پر راضی نہ ہو تو پھر باپ کسی کو مرضعہ کے طور پر معین کرے اور زوجہ پر دودھ پلانے کا جبر نہیں کرسکتا۔ شوہر کی خدمت کرنا، کپڑے سنبھالنا، کپڑے دھونا، کھانا پکانا اور دیگر افعال عورت پر واجب نہیں ہیں۔ پس اگر اپنی خوشی سے خدمت کرے تو شوہر پر اس کا احسان ہوگا اور اگر نہ کرے تو شوہر اس پر ان کاموں کی انجام دہی کے لیے جبر نہیں کرسکتا۔

نواں باب:

طلاق اور وفاتِ زوج

طلاق اور وفات ازواج کے باب میں ہے:

جس وقت عورت بسبب طلاق یا خلع یا مبارات کے شوہر سے جدا ہو جائے تو اس میں کچھ احکام عورت سے متعلق ہیں اور کچھ مرد سے متعلق (۱)۔

پس اگر شوہر مباشرت کے بعد عورت کو طلاق دے تو عورت کو عدت دیکھنا لازم ہے یعنی انتظار کرے کہ جو دن شرع میں معین ہوئے ہیں وہ گزر جائیں، ان دنوں کے بعد پھر اسے عقد وغیرہ کا اختیار حاصل ہے۔ پس اگر اس عورت کے ایام حیض معین ہیں یعنی وہ ذات العادت ہے اور حیض بھی معمول کے مطابق آتا ہے تو اس کی عدت تین قرء (طہر) ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثة قروء یعنی جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے تو وہ تین قرء تک توقف اور انتظار کریں اور قرء بمعنیٰ طہر ہے یعنی جو زمانہ دو حیض کے درمیان پاک رہنے کا ہے۔ پس جس وقت طلاق کے بعد سے ایسے تین طہر گزر جائیں تو عورت عدت سے نکل جاتی ہے اور اسے عقد کرنا جائز ہوتا ہے۔

۱۔ شرائط طلاق:

اپنی زوجہ کو طلاق دینے والا:

۱۔ عاقل ہو۔ ۲۔ بالغ ہو۔ ۳۔ مجبور نہ ہو، یعنی کسی کے ڈرانے اور دھمکانے کی وجہ سے طلاق نہ دے۔ ۴۔ مذاق کے طور پر نہ ہو۔ ۵۔ بیوی حیض و نفاس کی حالت میں نہ ہو، اور ان پاکی کے ایام میں مباشرت نہ کی ہو۔ ۶۔ صیغۂ طلاق کو صحیح عربی میں تلفظ کرے۔ ۷۔ صیغۂ طلاق کو سننے کے لیے، دو عادل مرد موجود ہوں۔

(توضیح المسائل مراجع، ج ۱، مسئلہ ۲۴۹۸ تا ۲۵۰۸، وحید خراسانی، مسئلہ ۲۵۷۲، ۲۵۶۲)

مترجم:

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ قرء کے معنوں میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ قرء سے مراد حیض ہے، یعنی جب تین مرتبہ اس کے حیض کے ایام گزر جائیں تو عدت سے خارج ہو جائے گی۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ قرء سے مقصود طہر ہے یعنی دو حیض کے درمیان پاک رہنے کا زمانہ اور اسی قول کو مصنف نے یہاں اختیار کیا ہے اور یہی قول مشہور ہے۔ پس بنا بر اس مذہب کے ممکن ہے کہ بعض اوقات آزاد عورت کی عدت کا زمانہ چھبیس (۲۶) دن اور دو لحظے ہوں، اس طرح سے کہ مثلاً حالت طہر میں کسی عورت کو طلاق دی گئی اور وہ زمانہ اس کے ایام عادت سے قریب تھا، لہٰذا (طلاق دینے کے) ایک لحظہ بعد اسے خون حیض آیا اور تین دن کے بعد اس سے پاک ہوگئی اور دس دنوں کے بعد پھر سے حائض ہوگئی اور تین دن خون دیکھا اور اس کے بعد پھر طاہر ہوئی اور دس دن تک پاک رہی اور اس کے بعد پھر خون حیض دیکھنا شروع ہوا۔ پس جب اس مرتبہ حیض کا آنا شروع ہوا تو زمانہ عدت کا گزر گیا اور یہ ایک لحظہ تیسرے حیض میں سے اس کے خروج عدت کا کاشف ہوا۔ لہٰذا ایک لحظہ طہر اول میں سے اور ایک لحظہ حیض اخیر میں سے ہے اور درمیان میں دو حیض ہیں کہ جن کے چھ دن فرض کیے ہیں اور دو طہر میں دس دس دن ان کے شمار کیے ہیں پس یہ مجموعاً چھبیس دن اور دو لحظے ہوتے ہیں۔ جن میں سے لحظۂ اول تو زمانہ عدت میں داخل ہوا، کیونکہ پہلا طہر وہی ہے اور دوسرا لحظہ زمان عدہ سے خارج ہے، اس لیے کہ اس سے قبل تینوں طہر مکمل ہو گئے ہیں۔

دوسرے قول کی بنا پر مذکورہ صورت میں عدت جب تمام ہوگی کہ یہ تیسرا حیض بھی موقوف ہو اور ایک لحظہ چوتھے طہر سے گزر جائے۔ پس تیسرے حیض کو بھی ہم تین دنوں کا فرض کر لیں تو کم سے کم زمان عدت انتیس (۲۹) دن اور دو لحظے ہوں گے۔ اور فرق یہ ہے کہ جو قول اول کے قائل ہیں وہ تیسرے حیض کے شروع ہوتے ہی عدت سے خارج سمجھیں گے اور اس کی

بنا پر عورت کو عقد کرنا جائز ہوگا اور جنہوں نے دوسرا قول اختیار کیا ہے وہ تیسرے حیض کے بعد عقد وغیرہ کو جائز سمجھیں گے۔

بیان اقسام طلاق

مخفی نہ رہے کہ طلاق کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم وہ ہے جس میں شوہر زوجہ کی طرف رجوع نہیں کرسکتا اسے طلاق بائن کہتے ہیں اور وہ چھ ہیں:

۱) طلاق زن غیر مدخولہ

۲) طلاق زن صغیرہ

۳) طلاق زن یائسہ یعنی جس عورت کی عمر ایسی ہو کہ حیض کے آنے سے مایوس اور ناامید ہوگئی ہو اور وہ عمر قریش اور نبطی قوم سے تعلق رکھنے والی عورت کی ساٹھ سال اور ان کے علاوہ باقی عورتوں کی پچاس سال ہے۔

۴) وہ عورت جسے دو مرتبہ طلاق دی گئی ہو اور رجوع کر لیا گیا ہو اور پھر جب تیسری بار طلاق دے تو پھر رجوع نہیں کیا جاسکتا۔

۵) اس عورت کی طلاق جسے طلاق خلع دی گئی ہو۔

۶) طلاق مبارات۔ جب تک ان دونوں صورتوں میں دونوں (میاں بیوی) رجوع نہ کریں اور جو لیا ہے اسے شوہر کو واپس نہ دے (تو یہاں رجوع نہیں کیا جاسکتا) پس اگر عوض واپس دے دے اور دونوں رجوع کریں تو بنا بر قول بعض علماء کے رجوع ہوسکتا ہے اور اس وقت یہ دونوں طلاق بائن کی اقسام میں سے نکل جائیں گی۔

طلاق کی دوسری قسم وہ ہے جس میں شوہر رجوع کرسکتا ہے، اگرچہ زوجہ راضی نہ ہو اس کو طلاق رجعی کہتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں:

ایک عدی ہے، کہ اس میں اثنائے عدت میں شوہر نے رجوع کیا ہو اور دوسری قسم غیر عدی ہے کہ اس میں باوجود جواز رجوع کے، شوہر رجوع نہ کرے اور جب ایام عدہ ختم ہو جائیں تو پھر اس سے عقد کرے اور مصنف نے پہلے اس طرح طلاق کی قسمیں بیان نہیں کیں بلکہ احکام بعض اقسام کی ابتدا بیان کی ہے اس لیے ہم نے پہلے طلاق کی ساری قسمیں بیان کر دیں تاکہ کلام مصنف بخوبی ذہن نشین ہو سکے۔

متن:

مطلقہ عورت جب تک عدّت میں ہے، شوہر پر لازم ہے کہ اسے نفقہ دے یعنی اس مطلقہ کو نفقہ دینا جس سے شوہر کو رجوع کرنا جائز ہو۔ پس اگر شوہر نے وہ طلاق دی ہو کہ جس میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے یعنی طلاق بائن ہے تو اسے نفقہ دینا شوہر پر واجب نہیں ہے۔ اور جو طلاق ایسی ہے جس میں شوہر کو رجوع کرنا جائز ہے اس کو طلاق سنت کہتے ہیں اور کیفیت یہ ہے کہ عورت کو ایک مرتبہ طلاق دے درآنحالیکہ خون حیض و نفاس سے پاک ہو اور اس کو اس کے حال پر رہنے دے، یعنی ایام عدّہ میں رجوع نہ کرے اور طلاق دو عادل مردوں کے سامنے دے۔ پس یہ طلاق سنت ہے۔

مترجم:

یہ طلاق، طلاق رجعی کی ایک قسم ہے، یعنی رجعی غیر عدّی ہے، جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا اور اس کو طلاق سنت بمعنیٰ اخص کہتے ہیں اور اس کے مقابلے میں طلاق بدعی ہے یعنی جو طلاقِ حرام ہو۔

متن:

شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی مطلقہ زوجہ کی طرف رجوع کرے یعنی مطلقہ رجعیہ کی

طرف جب تک وہ عدت سے خارج نہ ہو رجوع کر سکتا ہے(۱)۔رجوع سے امتناع کرنے کا حق عورت کو نہیں پہنچتا۔پس جب وہ عدت سے نکل جائے تو عورت اپنے نفس کی مالک ومختار کہلائے گی اس وقت مرد کو رجوع کرنا جائز نہیں ہے، لیکن تجدید عقد کرنا اس کے لیے جائز ہے، جس طرح سے اگر وہ کسی اور مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس کے لیے عقد صیغہ چاہیے۔اب اگر عورت چاہے تو اسی سے نکاح کرلے اور مہر معین کرے اور چاہے تو کسی اور سے نکاح کرلے۔مرد کو اس معاملہ میں تعرض کا حق نہیں پہنچتا۔

فصل: (عدۂ طلاق)

اگر پہلی طلاق کے بعد شوہر ایام عدّہ کے اندر اپنی زوجہ کی طرف رجوع کرے اور کچھ دن اس کے پاس رہ کر پھر سے طلاق دے اور دوسری مرتبہ پھر مثل طلاق اوّل کے، یعنی شرائط طلاق پائی جائیں تو پھر وہ عورت اس سے چھوٹ جائے گی اور وہ عدّہ دیکھے گی، اور مرد پر اس کا نفقہ اور اسے گھر دینا لازم ہوگا۔پس اگر پھر عدّہ کے درمیان رجوع کیا، تو وہ مالک ومختار ہو گیا اور عورت اسے منع نہیں کر سکتی۔

لہٰذا اس کے بعد پھر تیسری مرتبہ طلاق دے، مثل طلاق اوّل اور ثانی کے، تو وہ عورت اس سے جدا ہو جائے گی اور شوہر کو پھر اس طلاق کے بعد رجوع کرنا جائز نہیں، یعنی طلاق اب بائن ہو جائے گی۔اسی طلاق کی ابتدا سے عورت کو عدہ دیکھنا چاہیے۔

۱۔ایسا کام کرنا جس سے رجوع کرنے کا اظہار ہو جائے۔یا کوئی ایسی گفتگو کرنا جس کے معنیٰ یہ ہوں کہ اسے دوبارہ اپنی زوجہ قرار دیا ہے۔ (توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۲۵۲۴)

آقائے خوئی، آقائے سیستانی: یا ایسا کام کرے جس سے قصد رجوع سمجھا جائے جیسے مباشرت کرنا۔

آقائے سیستانی: بوسہ لینا یا شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا قصدِ رجوع کے بغیر محلِ اشکال ہے۔

آقائے وحید خراسانی: قصد رجوع کے ساتھ بوسہ لینے، چھونے سے رجوع متحقق ہو جاتا ہے، اور نزدیکی کرنے سے بھی رجوع متحقق ہو جاتا ہے اگرچہ قصد رجوع نہ ہو (مسئلہ ۲۵۸۸)

اوراس طلاق کے بعد مرد پراس کا نفقہ واجب نہیں ہے(۱)۔

فصل: (خلع ومبارات)

جس وقت شوہر اپنی زوجہ سے مبارات کرے یا خلع کرے تو رجوع نہیں کرسکتا اور اس عورت کا نفقہ اور اسے گھر دینا اس پر واجب نہیں ہے۔ مبارات نہیں ہوتی مگر یہ کہ زن وشوہر میں سے ہر ایک دوسرے سے ناراضی اور کراہت رکھے۔ پس اس وقت مبارات کریں گے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مرد پر عورت کا جتنا بھی حق مہر ہو، وہ یا مثل مہر وغیرہ شوہر کو بخش دے اور معاف کرے تا کہ وہ اسے طلاق دے اور یہ جہاں چاہے چلی جائے، پس مرد اس شرط کے ساتھ زوجہ کو ایک مرتبہ طلاق دے گا درحالیکہ وہ حیض ونفاس سے پاک ہو اور دو عادل گواہ موجود ہوں۔

خلع واقع نہیں ہوگی مگر یہ کہ زوجہ مخالفت کرے اور شوہر کی اطاعت کرنے سے نافرمانی اور تقصیر کرے اور اس کے پاس رہنے سے کراہت رکھتی ہو اور شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کرے تو اس وقت شوہر کو چاہیے کہ ان تمام حقوق سے جو اس پر ہیں، طلبِ عفو کرے اور کہے کہ اپنے پاس سے مجھے کچھ مال دو، یا پیسے، یا لباس یا زمین یا سواری کیلئے کوئی گھوڑا یا مال واسباب میں سے اس طرح کی کوئی اور چیز اس سے طلب کرے تا کہ اس مال کو لے کر اسے طلاقِ خلع دی جاسکے۔

۱۔ اگر تیسری طلاق کے بعد پھر سے شادی کرنا چاہے تو چار شرطوں کے ساتھ اس کے لیے حلال کہلائے گی:
۱۔ دوسرے شوہر سے دائمی عقد کرے۔ ۲۔ دوسرا شوہر بالغ یعنی مجامعت کرسکتا ہو اور احتیاط واجب کی بنا پر انزال بھی ہو جائے۔ ۳۔ دوسرا شوہر طلاق دے یا اس کی موت واقع ہو جائے۔ ۴۔ دوسرے شوہر کی عدت ختم ہو جائے۔
(رسالۂ شش مراجع)
آقائے خوئی، سیستانی، تبریزی: شرطِ پنجم: دوسرا شوہر مجامعت کے وقت بالغ ہو۔ (توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۲۵۲۷)
آقائے وحید خراسانی: دوسرا شوہر آگے سے نزدیکی کرے اور اس طرح جماع کرے کہ دونوں جماع کی لذت محسوس کریں۔
(مسئلہ ۲۵۹۱)

مترجم:

مبارات اور خلع میں فرق یہ ہے کہ مبارات جب ہوگی کہ آرزدہ گی اور ناراضی میاں بیوی دونوں کی جانب سے ہو اور خلع جب ہوگی کہ فقط زوجہ شوہر سے کراہت رکھتی ہو۔ اور اس سے ناراض ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مبارات میں شوہر سوائے حقوق بخشوانے کے عورت سے کچھ اور مال طلب نہیں کرسکتا، جبکہ خلع میں ازبس کہ فقط عورت کو طلاق لینا منظور ہوتا ہے تو شوہر کے لیے روا (جائز) ہے کہ حقوق بخشوانے کے علاوہ کچھ مال زوجہ سے طلب کرے تاکہ مال لے کر اسے طلاق خلع دے۔

متن:

جس وقت زوجہ شوہر کے کہنے کو قبول کرے اور جو طلب کرتا ہے اسے دے دے تو شوہر خلع کے دو گواہ ٹھہرائے، یعنی ان گواہوں کے سامنے طلاق دے، البتہ اس حال میں کہ عورت حیض ونفاس سے پاک ہو۔ پس اگر اس طلاق کو بہ لفظ خلع واقع کرے تو وہی مسنون ہے یعنی موافق عبارت حدیث ہے۔ یعنی شوہر کہے خَالَعْتُکِ علیٰ کذا یا یوں کہے مُختَلِعَة عَلیٰ کذا اور اگر لفظ طلاق کے ساتھ طلاق دے تو یہ خلع کی قائم مقام ہو جائے گی (۱)۔

مترجم:

مصنف کے کلام کا جو ظاہر ہے، وہ یہ ہے کہ جب أَنْتِ طَالِقٌ یا هِیَ طَالِقٌ کہے تو قائم مقام خلع ہو جائے گا اور عوض کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ شہید اول اور شہید دوم کے

۱۔ اگر شوہر صیغۂ طلاق خلع دینا چاہتا ہو تو یوں کہے۔ مثلاً اگر اس کی بیوی کا نام فہمیدہ ہو تو کہے گا:

زَوْجَتِیْ فَهمِیدَةُ خَالَعْتُهَا عَلیٰ مَا بَذَلَتْ فَهِیَ طَالِقٌ۔

(توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۲۵۲۹، وحید خراسانی، مسئلہ ۲۵۹۳))

کلام سے لمعہ اور اس کی شرح میں ظاہر ہوتا ہے کہ جس وقت لفظ طلاق کے ساتھ عوض کا بھی بیان کرے یعنی اس طرح سے کہے کہ أَنْتِ طَالِقٌ عَلَىٰ كَذَا تو خلع کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

متن:

جس عورت کو طلاق خلع دی جائے، مرد کے لیے رجوع کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ مبارات کے بعد رجوع نہیں کرسکتا۔ اور جس عورت کو تین مرتبہ طلاق دی جا چکی ہے اس سے بھی رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ یعنی ایک طلاق دے کر رجوع کرے اور پھر دوسری طلاق دے کر پھر رجوع کرے اور اس کے بعد تیسری طلاق دی تو اس کے بعد اب رجوع نہیں کرسکتا کہ یہ تیسری طلاق، طلاق بائن ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ مبارات اور خلع میں اگر مرد عورت کی طرف رغبت کرے اور عورت بھی راضی ہو تو نیا عقد مہر جدید پر ہوسکتا ہے۔ لیکن جس کو تین مرتبہ طلاق دی گئی ہے اس کا حکم ایسا نہیں ہے اس لیے کہ وہ عورت اس مرد پر حلال نہ ہوگی سوائے اس کے کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح کرلے اور پھر اس سے طلاق لے کر شوہر اوّل سے عقد جدید کرے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس حکم کو بیان فرمایا ہے۔

اور جو شخص اپنی اس زوجہ کو طلاق دے جس سے کبھی مباشرت نہیں کی ہے تو اس کو عدہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور اسے نفقہ اور گھر دینا شوہر پر واجب نہیں ہے۔ صرف طلاق ہوتے ہی اسے اختیار حاصل ہے کہ جس سے چاہے عقد کرلے، چاہے شوہر اوّل سے نیا عقد کرلے یا کسی اور سے۔ جب غیر مدخولہ (جس سے مباشرت نہیں کی گئی ہے) عورت کو طلاق دے اور عقد کے دوران اس کا مہر معین کیا گیا ہو تو مرد پر واجب ہے کہ اس کا آدھا مہر اسے دے دے، اور نصف مہر خدا نے اسے معاف کردیا ہے، جیسا کہ فرماتا ہے: فان طلقتموهن من ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم یعنی اگر تم ان عورتوں کو

مباشرت سے پہلے طلاق دو، درحالیکہ تم نے ان کے لیے مہر مقرر کیا ہو تو انہیں اس کا نصف دو۔ نیز فرمایا ہے: فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا یعنی ان عورتوں کے لیے عدّہ نہیں ہے تاکہ تم اس کو شمار کرو۔ یعنی ان عورتوں کو عدہ دیکھنا لازم نہیں ہے۔ اور اگر دوران نکاح اس شخص نے اس کا مہر معین نہیں کیا ہے تو طلاق کے وقت کچھ مہر دینا واجب نہیں ہے، لیکن شوہر پر لازم ہے کہ اپنے حال کے حساب سے اس کے ساتھ کچھ سلوک کرے۔ پس اگر مقدور ہو تو اسے ایک (جوڑا) لباس جس کی قیمت تین دینار یا اس سے زیادہ ہو، یا کوئی اور چیز جو قائم مقام لباس ہو سکے جیسے درہم۔ یا سواری جیسے گھوڑا اور اونٹ عطا کرے۔ اور اگر وہ متوسط ہو یعنی نہ امیر ہو اور نہ فقیر ہو تو اس سے ایک درہم کا سلوک کرے یا ایک انگوٹھی جس کی قیمت ایک درہم ہو یا اس طرح کی کوئی اور چیز اسے دے دے۔ اور اگر فقیر ہو اور ایسا ہو کہ ایک درہم کی قدرت رکھتا ہے تو یہی حکم ہے اور اگر اتنا محتاج ہو کہ یہ بھی مقدور نہ ہو تو اسے ایک درہم بھی دینا نہ ہوگا۔ اور جس وقت شوہر اپنی زوجہ کا معین شدہ مہر مباشرت سے پہلے ادا کرے اور اس کے بعد بغیر مباشرت کے طلاق دے دے تو آدھا مہر اس سے واپس لے گا یعنی اگر مہر مال و متاع میں سے ہو۔ اور اگر ایک سورۂ قرآن مجید کی تعلیم یا اس سے زیادہ یا اس سے کم کو مہر قرار دیا گیا ہو اور اس نے اپنی زوجہ کو تعلیم دی ہو پھر اس کے بعد مباشرت سے پہلے طلاق دے دے تو اسے چاہیے کہ اس زمانے میں تعلیم سورہ کی جو اجرت ہے اس کی نصف اجرت زوجہ سے لے لے۔

جس وقت عورت حاملہ ہو اور مرد اسے طلاق دے دے تو اس عورت کو عدہ دیکھنا واجب ہے جب تک کہ وضع حمل نہ ہو جائے اور شوہر پر اس کا نفقہ اور گھر دینا واجب ہے بشرطیکہ طلاق بسبب خلع یا مبارات کے نہ دی ہو۔ جیسا کہ ہم نے اس سے قبل بیان کیا۔ اور اگر حاملہ کو طلاق سنتی بمعنی اخص دے تو مرد اس کی طرف وضع حمل تک رجوع کرنے کا حق رکھتا ہے۔ پس جب وضع حمل ہو تو عورت کو اختیار حاصل ہے اور وہ اپنے نفس کی مالکہ ہے اور وہ مرد (شوہر)

اس کے لیے دیگر اجنبی مردوں کی طرح ہے۔ لہٰذا جب وضع حمل ہو تو اس کے بعد وہ عقد کر سکتی ہے مگر جو بھی اس سے عقد کرے اس پر واجب ہے کہ ایام نفاس میں اس کے ساتھ مباشرت نہ کرے یہاں تک کہ خون نفاس سے پاک ہو جائے۔

فصل: (عدۂ وفات)

جس وقت کوئی شخص مر جائے یا قتل کر دیا جائے تو اس کی زوجہ پر واجب ہے کہ اگر وہ آزاد ہے تو چار مہینے دس دن تک عدہ دیکھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے: والذین یتفون منکم و یذرون ازواجھا یتربصن بانفسھن اربعة اشھر و عشر، یعنی تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی ازواج کو چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں توقف کریں گی اور اپنے آپ کو عقد وغیرہ سے چار مہینے دس دن تک باز رکھیں گی۔ پس جس کا شوہر مر جائے خدا نے اس پر عدہ دیکھنے کو واجب کیا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ عورت بالغہ رشیدہ ہو یا صغیرہ ہو، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو۔ اور جس عورت کا شوہر مر گیا ہے اسے شوہر کے ترکے میں سے نفقہ اور مکان دینا واجب نہیں ہے۔ یعنی شوہر کے وارثوں پر لازم نہیں ہے کہ اسے نفقہ دیں جس طرح سے کہ شوہر پر طلاق بمعنیٰ اخص (طلاق سنتی) دینے کی صورت میں واجب ہے۔ جس عورت کا شوہر مر گیا ہے اس پر واجب ہے کہ زمانۂ عدہ میں زینت کرنے کو ترک کرے (۱) خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، اس سے مراد یہ ہے کہ جتنے امور زینت کے باعث ہیں ان سب سے اپنے آپ کو باز رکھے۔ البتہ سرخ یا زرد کپڑے یا اس طرح کے دیگر رنگوں پر مشتمل کپڑے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی

۱۔ عدۂ وفات میں رنگ برنگے لباس کو زیب تن کرنا، سرمہ لگانا اور دیگر تزئین و آرائش جو زینت میں شمار کیا جائے، حرام ہے۔ (توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۲۵۱۸)

لیکن گھر سے باہر جانا حرام نہیں ہے۔ (آقائے وحید خراسانی، مسئلہ ۲۵۸۲، آقائے سیستانی)

طرح سیاہ کپڑوں کے پہننے میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔

مترجم:

زینت سے مراد اس مقام میں عرف و عادت کے اعتبار سے ہے، یعنی جس کو لوگ کہیں کہ یہ زینت ہے اس عورت کو انجام نہیں دینا چاہیے، اور یہ کسی کپڑے کے رنگ وغیرہ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ شہر اور عادت کے اختلاف کے ساتھ زینت میں بھی اختلاف ہوگا۔ پس عرف میں جس رنگ کا کپڑا زینت شمار ہو، اسے وہ کپڑا پہننا جائز نہ ہوگا۔ اور یہ جو مصنف نے حکم دیا ہے کہ سرخ یا زرد رنگ کے کپڑے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے تو یہ حکم ہر شہر اور ہر مقام کی بنا پر درست نہ ہوگا، خصوصاً ہمارے شہر کی بنا پر کہ یہاں کوئی سرخ یا زرد کپڑا پہنے تو کہیں گے کہ اس نے زینت کی۔ اور سرخ کپڑوں کو تو گمان یہ ہے کہ عرب میں بھی زینت کہیں، گو زرد کپڑوں کو نہ کہتے ہوں۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ زینت کا دارومدار عرف اور عادت ہے۔

متن:

اور وہ عورت سیاہ سرمہ نہ لگائے، یعنی یہ زینت میں داخل ہے اور جن چیزوں کا رنگ سیاہ نہیں ہے مانند ''رسوت'' کے اس کو بطور سرمہ آنکھوں میں لگائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مترجم:

جس وقت اسے سیاہ سرمہ لگانے کی ضرورت پیش آئے مثلاً کسی مرض کی وجہ سے تو اس کا لگانا جائز ہے۔ پس رات کو لگانے سے ضرورت رفع ہو سکتی ہے اور دن کو لگانے کی ضرورت نہ پڑے تو پھر رات کو ہی لگائے اور دن میں استعمال نہ کرے، اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر جس وقت ضرورت ہو استعمال کرے، چاہے دن ہو یا رات۔

متن:

خوشبودار تیل نہ لگائے، نیز مشک و زعفران اور ہر ایک خوشبو کا سونگھنا بھی منع ہے اور جس کھانے میں خوشبو ہو وہ کھانا بھی نہ کھائے، اپنے جسم اور کپڑوں کو ''اگر'' کی دُھونی نہ دے اور اس طرح کی دیگر چیزیں جیسے لوبان وغیرہ۔ اور کسی قسم کا زیور نہ پہنے، عدہ سے خارج ہونے تک اسی طرح اپنا حال رکھے۔

مترجم:

چُوڑیاں پہننا اور مہندی لگانا بھی زینت ہے، خواہ ہاتھوں میں ہو یا پیروں میں اس کا ترک کرنا لازم ہے۔ مگر اپنے جسم کو پاک کرنا، سر میں کنگھی کرنا، ناخن کاٹنا، مسواک کرنا اور عالی شان مکان میں رہنا اور اچھے فرش پر بیٹھنا حرام نہیں ہے۔ اسی طرح اپنے بچوں کی زینت کرنا بھی جائز ہے اور اپنے خادموں کو زینت کا حکم کرے۔

متن:

جس عورت کا شوہر مر گیا ہے، (عدت کے دوران) اس کے لیے جائز ہے کہ حج وعمرہ کے لیے اپنے گھر سے باہر نکلے، یعنی اگر حج کرنا اس پر مستحب ہو۔ پس اگر اہل وعیال یا اس کا اپنا کوئی کام درپیش ہو تو اسے بجالائے اور اس وقت اسے گھر سے نکلنا جائز ہے، اور اس کے اپنے شہر میں اپنے گھر کے علاوہ کسی اور کے گھر میں رات کو نہ رہے۔

مترجم:

مصنف کا اس رسالہ میں درج حکم کتاب مقنعہ کے حکم کے خلاف ہے۔ کتاب مقنعہ میں لکھا ہے کہ جس عورت کا شوہر مر گیا ہے اسے اختیار ہے کہ رات کو جہاں چاہے رہے، اور جس وقت چاہے اپنے مکان سے چلی جائے۔ اختلاف کا ظاہراً سبب روایتوں کا مختلف ہونا

ہے،لیکن کتاب مقنعہ والے حکم کو اکثر علماء نے اختیار کیا ہے اور لکھا ہے کہ جن حدیثوں میں یہ ہے کہ اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور نہ رہے اس سے مراد استحباب ہے،یعنی سنت اور افضل یہ ہے کہ رات کو اپنے گھر کے سوا کہیں اور نہ رہے۔

متن:

مطلقہ عورت جسے طلاق رجعی دی گئی ہو،اُسے کسی بھی حال میں اختیار حاصل نہیں ہے کہ گھر سے باہر نکلے یہاں تک کہ عدہ تمام ہو جائے۔(۱)

مترجم:

مراد یہ ہے کہ نہ سنتی حج کے لیے گھر سے باہر جائے اور نہ کسی اور کام کے لیے،لیکن اگر حج کرنا واجب ہو تو اسے بجالائے اور واجب کو ترک نہ کرے۔اور اسی طرح سے بعض علمائے اعلام نے لکھا ہے کہ جب کوئی ضروری حاجت پیش آئے اور گھر سے باہر نکلنا پڑے تو اسے چاہیے کہ آدھی رات کو گھر سے نکلے اور صبح سے پہلے واپس گھر میں لوٹے بشرطیکہ اس وقت میں اس کی ضرورت پوری ہوتی ہو،بصورت دیگر جس وقت ضرورت شدید ہو،اس وقت نکلے۔اس

۱۔عورت کو طلاق رجعی دینے کے بعد اُسے،اُس گھر سے نکال دینا،جس میں دوران طلاق مقیم تھی حرام ہے،البتہ بعض مواقع میں جیسے بد چلنی یا غیر لوگوں کے ساتھ آنا جانا ہو تو گھر سے نکالا جا سکتا ہے۔نیز یہ بھی حرام ہے کہ غیر ضروری کاموں کے لیے گھر سے باہر نکلے۔

(توضیح المسائل مراجع،مسئلہ ۲۵۲۳،توضیح المسائل،آقائے بشیر نجفی،ص ۵۳۲)

آقائے سیستانی: مرد پر واجب ہے کہ اس دوران عورت کے اخراجات ادا کرے،البتہ جیسے فحاشی اور عورت کے زنا کرنے کی صورت میں اسے گھر سے باہر نکالنے میں اشکال نہیں ہے اور عورت پر بھی حرام ہے کہ غیر ضروری کاموں کے لیے گھر سے باہر نکل جائے۔ (مسئلہ ۲۵۸۷)

کے بعد مصنف اپنے قول پر قرآن مجید کی آیت کو بطور سند پیش کرتے ہیں: لا تخرجوهن من بيوتهن و لا يخرجن الا ان ياتين بفاحشة مبينة یعنی ان عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود گھروں سے نکلیں، مگر اس وقت کہ کوئی فعل قبیح انجام دیں۔ اس آیت میں جو نکلنے سے منع فرمایا ہے وہ مخصوص ہے ایام عدہ کے ساتھ، یعنی عدۂ رجعیہ میں یہ حکم ہے۔

مترجم:

آیت مذکورہ میں جس طرح سے عورتوں کا نکلنا منع ہے اسی طرح سے مردوں کو حکم ہے کہ انہیں گھر سے باہر نہ نکال دیں۔ لیکن اس صورت میں کہ وہ کوئی عمل قبیح کریں، اس سے مراد وہ گناہ ہے کہ جس پر شرع میں حد جاری کرنے کا حکم ہے جیسے زنا، شراب وغیرہ، یعنی جس وقت ایسا گناہ کرے تو پھر انہیں گھر سے باہر نکالیں تا کہ حاکم شرع ان پر حد جاری کرے اور پھر اس کے بعد جلد انہیں گھر میں لے آئیں۔

متن:

مطلقہ عورت پر زینت کو ترک کرنا واجب نہیں ہے، جس طرح عدۂ وفات میں رہنے والی عورت پر واجب ہے۔ بلکہ مطلقہ کو جائز ہے کہ وہ جس رنگ کا کپڑا پہننا چاہے پہن لے، اور جس کپڑے میں زینت ہو اسے پہن لے، خوشبو سونگھے۔ اور اگر طلاق رجعی ہو جس میں شوہر کے لیے رجوع جائز ہے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ اسے دکھلانے کے لیے زینت کرے، یعنی اس لیے زینت کرے کہ اس کی طبیعت راغب ہو اور رجوع کرے شاید خدا ان کے حق میں اس رجوع کرنے میں نیکی و برکت عطا کر دے۔

جس عورت کا شوہر مر جائے اور وہ حاملہ ہو اور اس کا حمل چار مہینے دس دن (جو وفات کی عدت ہے) گزر جانے سے پہلے وضع ہو جائے تب بھی وہ عورت انتظار کرے گی یہاں تک

کہ چار مہینے دس دن پورے ہو جائیں۔اور اگر چار مہینے دس دن تو گزر جائیں مگر ابھی وضع حمل نہیں ہوا ہے تو پھر اس کی عدت وضع حمل ہی ہوگی۔لہٰذا حمل کے وضع ہونے تک انتظار و توقف کرے گی اگر چہ شوہر کی وفات کے نو مہینے بعد ہی وضع حمل ہو۔

مترجم:

حاصل مطلب یہ ہے کہ زن حاملہ کی عدۂ وفات چار مہینے دس دن سے کبھی کم نہیں ہوگی، لیکن بعض اوقات میں چار مہینے دس دن سے زیادہ ہو سکتی ہے، جیسا کہ چار مہینے دس دن زن حاملہ کو گزر جائیں مگر حمل وضع نہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل کے بعد ہی تمام ہوگی۔اور بعض اوقات میں اس کی عدت پورے چار مہینے دس دن ہوگی، جیسے فرض کر لیا جائے کہ شوہر کے انتقال کے بعد فقط چار مہینے دس دن گزرتے ہی وضع حمل ہوا تو اس صورت میں یہی چار مہینے دس دن سے زیادہ عدت تجاوز نہیں کرے گی، اگر چہ یہ فرض بعید ہے۔

متن:

وہ حاملہ خاتون جسے شوہر نے طلاق دی ہے اس کی عدت کا حکم ایسا نہیں ہے۔اس پر لازم نہیں ہے کہ وضع حمل کے بعد غیر حاملہ عورت کی طرح کی عدت رکھے، بلکہ جیسے ہی حمل وضع ہوگا اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

مترجم:

مطلقہ حاملہ کا یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس کا شوہر زندہ ہو، اور اگر اس کا شوہر طلاق دے کر مر جائے تو پھر اس کا بھی حکم وہی ہوگا کہ چار مہینے دس دن سے پہلے حمل وضع ہو جائے تو چار مہینے دس دن گزر جانے کا انتظار کرے گی اور چار مہینے دس دن وضع حمل سے پہلے گزر جائیں تو پھر حمل وضع ہونے تک عدت دیکھے گی اور وضع حمل کے بعد ہی عدت سے خارج کہلائے گی۔

متن:

جو شخص مر جائے اور اپنی حیات میں ہی اپنی زوجہ کا مہر معین کر چکا ہو مگر اسے دیا نہ ہو یہاں تک کہ اسے موت آ گئی، تو زوجہ اپنے شوہر کے اصل ترکہ میں سے اپنا پورا مہر لے گی قبل اس کے کہ وہ مال وارثوں میں تقسیم ہو جائے۔ اس حکم میں مدخولہ اور غیر مدخولہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر عورت مر جائے اور اس کی حیات میں اس کے شوہر نے مہر معین کیا ہو مگر اسے دیا نہ ہو یہاں تک کہ اسے موت آ گئی تو زوجہ کے جو وارث ہیں وہ شوہر سے مہر لے کر شرع کے مطابق آپس میں تقسیم کریں گے اور زوجہ کے ترکے میں سے شوہر کا جو حصہ معین ہے، مہر میں سے وہ حصہ شوہر زوجہ کے وارثوں کو نہیں دے گا۔

مترجم:

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب زوجہ کی کوئی اولاد نہ ہو تو شوہر کا حصہ زوجہ کے ترکے کا نصف ہے، پس اس صورت میں آدھا مہر شوہر کو معاف ہے اور آدھا مہر زوجہ کے وارثوں کو دے گا۔ اور اگر زوجہ کی اولاد ہو تو اس وقت شوہر کا حصہ ایک چوتھائی ہے جسے ربع کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں مہر میں سے ایک چوتھائی شوہر کو معاف ہے باقی تین چوتھائی زوجہ کے وارثوں کو دے گا جسے وہ آپس میں شرعی اعتبار سے تقسیم کریں گے۔

متن:

اس مذکورہ حکم میں کوئی فرق نہیں ہے کہ مرنے والی زوجہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔ اور اگر زوجہ مر جائے اور اس وقت شوہر نے اس کا مہر معین نہ کیا ہو اور وہ غیر مدخولہ ہو تو اس زوجہ کے وارثوں کو مہر کے حوالے سے شوہر پر دعویٰ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اور اسی طرح سے اگر شوہر مر جائے اور اس نے اپنی حیات میں زوجہ کا مہر معین نہ کیا ہو اور وہ غیر مدخولہ بھی ہو تو زوجہ

شوہر کے ترکہ میں سے مہر نہیں لے سکتی۔ اور جب حاملہ کا شوہر مر جائے تو شوہر کے ترکہ میں سے اسے نفقہ دینا لازم نہیں ہے، نہ حمل کے لیے اور نہ عدہ کی جہت سے۔

مترجم:

یہ مسئلہ اختلافی ہے، بعض علماء کا مذہب (نظریہ) یہ ہے کہ حصۂ ولد میں سے اسے نفقہ دیا جائے گا، یعنی اس کے شکم میں جو بچہ ہے اس کا جو حصہ ترکہ میں ہے اس حصہ میں سے اس کو نفقہ دینا واجب ہے۔

متن:

اثنائے عدۂ وفات میں غیر حاملہ کا حکم متوفی شوہر کے ترکے میں سے نفقہ کے ساقط ہو جانے میں حاملہ عورت کے حکم کی طرح ہے۔ اور وہ دونوں اپنے خاص مال سے نفقہ لیں گی اور خرچ کریں گی۔ جیسا کہ بیان ہوا۔

فصل: (حضانت، پرورش)

جو شخص اپنی زوجہ کو طلاق دے اور اس سے کوئی لڑکا ہو اور اس کا دودھ چھٹ گیا ہو تو اس کی حضانت یعنی پرورش اور حفاظت کرنے میں ماں کی نسبت اس کا باپ زیادہ اولیٰ اور مقدم ہے۔ اور اگر دودھ پیتا بچہ ہو تو ماں مقدم ہے اور اگر بیٹی ہو تو پرورش کرنے میں ماں لائق تر ہے، اگر وہ عورت کسی اور سے عقد نہ کرے تو لڑکی کے بالغ ہونے اور اس کی شادی ہونے تک پرورش کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ پس جب اس لڑکی کی شادی ہو جائے گی تو اس کا شوہر اس لڑکی کا مختار ہوگا۔

مترجم:

مراد مصنف یہ ہے کہ اس لڑکی کی ماں اپنے پہلے والے شوہر کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے تو ایسی صورت میں اس لڑکی کی پرورش اس کے حوالہ نہ کی جائے گی اور اگر پہلے جس کے عقد میں تھی اسی سے عقد جدید کرلے تو پھر اس کی پرورش اس سے متعلق رہے گی۔ اور حضانت کی آخری مدت میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ نو برس تک لڑکی کی تربیت ماں سے متعلق رہے گی اور اسی قول کو مصنف نے کتاب مقنعہ میں اختیار کیا ہے اور بعض علماء کا قول ہے کہ سات برس تک ماں سے متعلق رہے گی۔ (۱)

متن:

اگر اس لڑکی کی ماں کسی اور سے عقد کرلے تو اس لڑکی کی حضانت میں اس کی نانی زیادہ حقدار ہے اگر نانی شوہر دار نہ ہو۔ اور اگر اس کا شوہر ہو تو پھر باپ اس لڑکی کو ایسی عورت کے سپرد کرے جس پر اطمینان و وثوق حاصل ہو جائے اور وہ عورت مومنہ ہو اور شوہر نہ رکھتی ہو، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس وقت باپ بچی کو دودھ پلانے کے لیے مرضعہ کا بندوبست کرے اور ماں اسی اجرت پر دودھ پلانے کو تیار ہو تو اجنبیہ کی نسبت دودھ پلانے اور اجرت لینے میں ماں زیادہ اولیٰ ہے۔ باپ کے لیے مکروہ ہے کہ اپنی بیٹی کو مجوسیہ اور

۱۔ مستحب ہے کہ جو دایہ بچے کو دودھ پلانے کے لیے حاصل کی جاتی ہے وہ شیعہ اثنا عشریہ، عقلمند، پاکدامن اور خوش شکل ہو، اور مکروہ ہے کہ وہ کم عقل، غیر شیعہ اثنا عشریہ، بدصورت، بدخلق یا حرام زادی ہو، اور یہ بھی مکروہ ہے کہ اُس عورت کو دایہ مقرر کیا جائے جس کا دودھ اُس بچے سے ہو جو ولدُ الزّنا ہو۔

(توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۲۴۸۸، توضیح المسائل آقائے بشیر نجفی، ص ۵۲۴، مسئلہ ۲۴۹۷)

آقائے وحید: مکروہ ہونے میں غیر اثنا عشریہ نہیں ہے۔ (توضیح المسائل مسئلہ ۲۵۵۲)

صابیہ (کافروں کا ایک فرقہ ہے) کا دودھ پلوائے۔ نیز یہ بھی مکروہ ہے کہ کسی ایسی عورت کا دودھ پلوائے جس کا دودھ فعل حرام کی وجہ سے ہو، اس عورت کے دودھ کی نسبت یہودی اور نصرانی عورتوں کے دودھ میں کراہت کم ہے۔ احمق اور بے عقل عورت کا دودھ پلوانا بھی مکروہ ہے کیوں کہ دودھ بچے میں تاثیر پیدا کرتا ہے۔ اور اسی طرح سے اس عورت کا دودھ پلوانا بھی مکروہ ہے جو سخت قسم کی بیماریوں جیسے جذام، برص، دیوانگی وغیرہ میں مبتلا ہو، کیوں کہ دودھ بچے کے وجود میں اثر انداز ہوتا ہے اگرچہ یہ امور حرام نہیں ہیں۔

دودھ پلانے کے احکام:

اگر کوئی عورت کسی بچے کو درج ذیل شرائط کے تحت دودھ پلائے تو وہ بچہ چند لوگوں کا محرم بن جاتا ہے، پہلے ان محرم افراد کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد شرائط بیان کریں گے:

۱۔ خود وہ عورت جو دودھ پلاتی ہے، اُسے رضاعی ماں کہتے ہیں۔

۲۔ اس عورت کا شوہر جو کہ دودھ کا اصل مالک ہے اور اسے رضاعی باپ کہتے ہیں۔

۳۔ اس عورت کے ماں باپ اور جہاں تک یہ سلسلہ اوپر جائے، خواہ وہ اس عورت کے رضاعی ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔

۴۔ اس عورت کے وہ بچے جو پیدا ہو چکے ہیں یا بعد میں پیدا ہو جائیں۔

۵۔ اس عورت کی اولاد کی اولاد اور یہ سلسلہ جتنا نیچے چلا جائے۔

۶۔ اس عورت کی بہنیں اور بھائی، خواہ وہ رضاعی ہی کیوں نہ ہوں۔

۷۔ اس عورت کا چچا، پھوپی، خواہ وہ رضاعی ہی کیوں نہ ہوں۔

۸۔ اس عورت کا ماموں اور خالہ، خواہ وہ رضاعی ہی کیوں نہ ہوں۔

۹۔ اُس عورت کے اُس شوہر کی اولاد جو دودھ کا مالک ہے۔

۱۰۔ اس کے شوہر کے ماں باپ۔

۱۱۔ اس کے شوہر کے بہن بھائی۔

۱۲۔اس کے شوہر کے چچا اور پھوپیاں، ماموں اور خالائیں، جہاں تک یہ سلسلہ اوپر چلا جائے۔

(توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۲۴۶۴، وحید خراسانی، مسئلہ ۲۵۲۸)

دودھ پلانے کی شرائط (جو محرم ہونے کا باعث بنے):

۱۔ بچہ زندہ عورت کا دودھ پیے۔

۲۔عورت کا دودھ فعلِ حرام کا نتیجہ نہ ہو۔

۳۔ بچہ پستان سے دودھ پیے۔

۴۔دودھ خالص ہو، کسی اور چیز سے ملا ہوا نہ ہو۔

۵۔دودھ ایک ہی شوہر کا ہو۔

۶۔بچہ کسی بیماری کی وجہ سے دودھ کی قے نہ کردے۔

۷۔بچہ پندرہ مرتبہ یا ایک دن رات میں سیر ہو کر دودھ پیے یا اسے اتنی مقدار میں دودھ دیا جائے کہ لوگ کہیں کہ اس دودھ سے اس کی ہڈیاں مضبوط ہوگئی ہیں اور گوشت اس کے بدن پر نمودار ہوگیا ہے۔

۸۔بچے کی عمر دو سال مکمل نہ ہوئی ہو اور اگر اس کی عمر دو سال ہونے کے بعد اسے دودھ پلایا جائے تو وہ کسی کا محرم نہیں بنتا۔ (توضیح المسائل مراجع ج ۲۔ص ۴۳۷، وحید خراسانی، مسئلہ ۲۵۳۸)

مسئلہ: اگر کوئی مرد کسی عورت سے عقد کرنے سے پہلے کہے کہ رضاعت کی وجہ سے وہ عورت مجھ پر حرام ہے، مثلاً کہے کہ میں نے اس کی ماں کا دودھ پیا ہے، تو اگر اس بات کی تصدیق ممکن ہو تو وہ اس عورت سے عقد نہیں کرسکتا۔ اور اگر وہ یہ بات عقد کے بعد کہے اور خود عورت بھی اس بات کو قبول کرے تو عقد باطل ہے۔ یا مجامعت کی ہو لیکن مجامعت کے وقت عورت کو معلوم ہو کہ وہ اس مرد پر حرام ہے تو عورت کا کوئی مہر نہیں۔ اگر عورت کو مجامعت کے بعد پتا چلے کہ وہ اس مرد پر حرام تھی تو شوہر کو چاہیے کہ اس جیسی عورتوں کے مہر کے مطابق مہر ادا کرے۔ (توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۲۲۹۴، ج ۲۔ص ۴۴۴، توضیح المسائل آقائے بشیر نجفی، ص ۵۲۵)

دسواں باب:

شہادت (گواہی) کے احکام

عورتوں کی گواہی کے باب میں ہے۔

اگر کسی کے باکرہ ہونے کی گواہی عورتیں دیں تو عورتوں کی گواہی شریعت میں قابل قبول ہے(۱)۔اسی طرح حیض ونفاس کے آنے میں گواہی دیں،لڑکا ہونے میں گواہی دیں اور گواہی دیں کہ لڑکا زندہ پیدا ہوا تھا، کیوں کہ اس کا زندہ پیدا ہونا اگر ثابت ہو جائے گا تو لڑکا وارث ہوگا،اور اگر حیات ثابت نہ ہوئی تو میراث بھی نہ ملے گی،ان معاملات میں عورتوں کی گواہی قابل قبول ہے۔عورتوں کی گواہی ہر اس مورد میں قابل قبول ہے جہاں مردوں کا دیکھنا جائز نہیں ہے،ایسے معاملات ایک آزاد مسلمان عورت جو تہمت سے محفوظ (پاک دامن) ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور گواہ نہ ہو تو اسی ایک کی گواہی مقبول رہے گی۔مال سے متعلق حقوق اور قرض کے باب میں دو عورتوں اور ایک عادل مرد کی گواہی سنی جائے گی۔کسی خاتون کے نکاح یا طلاق یا چاند نکلنے کے متعلق اگر عورتیں گواہی دیں تو یہاں ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی جب تک کہ مرد گواہی نہ دیں۔اسی طرح قصاص اور خون کے مقدمے میں بھی عورتوں کی گواہی کافی نہیں ہے۔ہاں وصیت کے باب میں چار عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔پس اگر سوائے ایک عورت کے اور کوئی وصیت کے وقت حاضر نہ ہو اور وہی اکیلی گواہی دے تو اس کی گواہی صرف

۱۔گواہ کی شرائط:

۱۔بالغ،۲۔کمال عقل،۳۔ایمان،۴۔عدالت،۵۔طہارت (حلال زادہ)،۶۔ارتفاعِ تہمت۔

(تحریر الوسیلہ،ج ۲،ص ۱۵۵۔اسلامی قانون،ج ۳،ص ۶۱)

ربع وصیت ایک چوتھائی میں سنی جائے گی اور جب ایک عورت سے زیادہ گواہی دیں تو اسی حساب سے حکم دیا جائے گا۔ یعنی اگر دو عورتیں گواہ ہوں تو جس چیز کی وصیت کی ہے، اس کا نصف ثابت ہوگا۔ اور اگر تین عورتیں گواہ ہوں تو تین چوتھائی ثابت ہوگا اور اگر چار عورتیں گواہی دیں تو وہ پوری چیز ثابت ہو جائے گی۔(۱)

۱۔ اگر ایک عادلہ عورت گواہی دے تو جس چیز کا مطالبہ کر رہا ہو اس کا چوتھا حصہ اسے دیا جائے، اور اگر دو عادلہ عورتیں گواہی دیں تو اس کا نصف اور اگر تین عادلہ عورتیں گواہی دیں تو اس کا تین چوتھائی حصہ دیا جائے گا۔
(توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۲۷۲۵، توضیح المسائل آقائے بشیر نجفی ص ۵۷۶، وحید خراسانی مسئلہ ۲۷۸۹)

گیارھواں باب:

قصاص و دیات

عورتوں کے قصاص اور خوں بہا کے بارے میں ہے:

جب کوئی عورت کسی مسلمان آزاد عورت کو جان بوجھ کر (عمداً) قتل کرے تو جو لوگ مقتول کی جانب سے طلبِ خون کی ولایت رکھتے ہیں انہیں اختیار حاصل ہے کہ اس عورت کو قتل کر ڈالیں۔

مترجم:

جو لوگ قصاص میں وارث ہوتے ہیں ان کے باب میں کئی اقوال ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ مال و اسباب کے وارث ہوتے ہیں وہی قصاص کے بھی وارث ہیں سوائے زوجین (میاں بیوی) کے کہ وہ قصاص کے وارث نہ ہوں گے اجماعاً۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس (قصاص) کی وراثت باپ کی جانب کے رشتے داروں سے مخصوص ہے (۱)۔

تیسرا قول یہ ہے کہ عورتوں کو قصاص ادا کرنے یا معاف کرنے کا مطلقاً اختیار نہیں ہے بلکہ مردوں کو اختیار حاصل ہے۔ قولِ اوّل کو اکثر علماء کی طرف سے تقویت حاصل ہے۔

متن:

پس اگر (مقتول کے وارثین) دیت لینے پر اکتفا کریں اور وہ عورت (قاتل) بھی

۱۔ یعنی قاتل کے پدری رشتے دار اگر دیت نہ دیں تو خود قاتل سے لے سکتا ہے۔

(توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۱۳، ص ۶۸۱، ج ۲، توضیح المسائل آقائے بشیر نجفی، ص ۵۹۴)

دیت دینے پر راضی ہوتو پچاس اونٹ یا پانچ سو دینار (دیت کے طور پر) دینے لازم ہوں گے۔ پس اگر کوئی عورت کسی آزاد مسلمان مرد کو قتل کرے اور اس (مقتول) کے اولیاء (وارثین) دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو اس عورت پر لازم ہے کہ سو اونٹ دے دے یا ہزار دینار دے، ان دونوں میں اسے اختیار حاصل ہے (۱)۔

مترجم:

اس صورت میں مقتول کے اولیاء اسے قتل کرنا چاہیں اور دیت پر راضی نہ ہوں تو اس کو قتل کریں گے۔ اور بنا بر قول مشہور یہ جائز نہیں ہے اس عورت سے مرد کی آدھی دیت لیں اور پھر اسے قتل کریں۔

متن:

جب کوئی مرد کسی عورت کو قتل کرے اور زن مقتولہ کے ورثاء اس مرد کو قتل کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ مگر اس مرد کے اولیاء انہیں پچاس اونٹ یا پانچ سو دینار دیدیں (یعنی مرد کی آدھی دیت دے دیں۔ کیونکہ آدھی دیت تو ساقط ہوگئی اس لیے کہ اس نے عورت کو قتل کیا ہے۔ اور عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔)

جن لوگوں کا بیان گزر گیا، اگر ان میں سے کسی کو از روئے خطا قتل کرے تو دیت کی مقدار تو وہی ہوگی جو قتل عمدی میں بیان ہو چکی، مگر قاتل کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے۔

۱۔ اگر مقتولہ عورت مسلمان اور آزاد ہو تو اس کی دیت ان چھ چیزوں میں سے ہر ایک میں مرد کی دیت کا نصف ہے۔ (توضیح المسائل مراجع ج ۲، مسئلہ ۱۴، ص ۶۸۳، توضیح المسائل آقائے بشیر نجفی، ص ۵۹۴)

مترجم:

قتل کی تین قسمیں ہیں:

ا۔قتل عمدی: یعنی جان بوجھ کر قتل کرنا۔ بنا بر اکثر علماء کے یہ ہے کہ کوئی شخص بالغ و عاقل کسی کو مارنے کا قصد کرے، کسی ایسے فعل سے کہ غالباً وہ فعل مار ڈالنے والا ہو یا مارنے والا نہ ہو مگر وہ اس فعل سے مرجائے، یا قتل کا قصد تو نہ رکھتا ہو، مگر فعل ایسا انجام دے جو غالباً مار ڈالنے والا ہے جس طرح کہ تلوار سے وار کرے۔

۲۔شبہ عمد: وہ یہ ہے کہ مارنے کا قصد رکھتا ہو مگر قتل کا قصد نہ ہو اور وہ مرجائے جیسے کسی لڑکے کو ادب سکھانے اور تعلیم کی غرض سے ڈنڈے مارے اور اس کے نتیجے میں وہ مرجائے (تو یہ قتل شبہ عمدی کہلائے گا)۔ اس قسم کے احکام کو یہاں مصنف نے بیان نہیں کیا ہے(۱)۔

۳:قتل خطائی: اس سے مراد یہ ہے کہ مطلقاً وہ شخص مقتول کو مارنے کا قصد نہ رکھتا ہو جیسے کسی پرندے کو تیر مارنا مقصود تھا اور وہ تیر کسی انسان کو جا لگے اور وہ مرجائے۔

متن:

آزاد اور مسلمان عورت اگر کسی اور کی کنیز یا غلام کو جان بوجھ کر (عمداً) قتل کرے تو اس کے بدلے اس عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس عورت پر لازم ہوگا کہ کنیز یا غلام کی قیمت ادا کرے لیکن قیمت اتنی زیادہ نہ دے جو آزاد مسلمان عورت اور آزاد مرد کی دیت سے بھی زیادہ ہو۔

ا۔ اگر وہ قتل، قتلِ شبہ عمد ہو جیسے کسی شخص کو ایسے آلے سے مارے جس سے عام طور پر انسان نہیں مرتا اور اس کا ارادہ دوسرے کو قتل کرنے کا بھی نہ ہو اور اتفاقاً وہ شخص مرجائے تو اس صورت میں خود قاتل کو دیت دینی ہوگی اور مقتول کا ولی قاتل کو قتل کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ (توضیح المسائل مراجع، ج ۲، ص ۶۸۲، توضیح المسائل آقائے بشیر نجفی، ص ۵۹۴)

مترجم:

مراد یہ ہے کہ جب آزاد عورت کسی اور کی کنیز کو قتل کرے تو اگر اس کنیز کی قیمت ایک آزاد مسلمان عورت کی دیت سے کم ہو تو وہ اس قیمت کو ادا کرے گی۔ اور اگر قیمت دیت سے زیادہ ہے تو پھر آزاد عورت کی دیت کی مقدار کو قیمت کے عوض میں دے دے اور دیت سے زیادہ نہ دے۔ اور اسی طرح سے آزاد عورت کسی اور کے غلام کو قتل کرے تو اگر اس کی قیمت ایک آزاد مرد کی دیت سے کم ہو تو اسی قیمت کو ادا کرے اور اگر زیادہ ہے تو فقط دیت کی مقدار کو قیمت کے عوض میں دے دے، دیت سے زیادہ نہ دے۔

متن:

اگر کوئی غلام یا کنیز کسی آزاد مسلمان عورت کو قتل کرے تو اس عورت کے وارثوں کو صرف قاتل (غلام یا کنیز) کو حاصل کرنے کا اختیار ہے، لیکن اگر قاتل کا مالک (قاتل کے عوض) ایسی کوئی چیز ادا کرے جس پر مقتولہ کے ورثاء راضی ہوں تو اس شرط پر صحیح ہوگا کہ غلام کی قیمت آزاد کی دیت سے کم ہو۔

مترجم:

مصنف نے کتاب مقنعہ میں اس مسئلے کی تفصیل یوں لکھی ہے کہ اگر غلام کسی آزاد شخص کو قتل کرے تو اس کے آقا پر یہ لازم کیا گیا ہے اس غلام کو مقتول کے وارثوں کے حوالے کرے چاہے وہ لوگ اسے اپنا غلام بنا لیں یا حاکم شرع کی اجازت سے اسے قتل کر ڈالیں۔ اور اگر غلام کا مالک مقتول کے ورثاء کو دیت لینے پر راضی کرا دے اور اس کے بعد غلام کو بھی دیت میں جو کمی تھی اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ان کے حوالے کرے، یا مقدار دیت سے بھی زیادہ دے یعنی پوری دیت بھی دے اور غلام کو بھی ان کے سپرد کرے تو یہ امر جائز ہے بشرطیکہ آپس میں مصالحت

ہوجائے۔ اور اس جگہ متن کی عبارت میں اجمال ہے شاید اس مقام پر مراد مصنف یہی ہو۔

متن:

اعضاء کی دیت میں عورت مرد کے مساوی ہے جب عضو کی دیت مرد کی دیت کے ثلث تک پہنچے۔ پس اگر ثلث سے زیادہ ہو تو پھر وہی دیت ہوجائے گی۔

مترجم:

اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ اگر عضو کی دیت مرد کی دیت کے ثلث کی مقدار تک پہنچے تو اس وقت عورت مرد کے مساوی ہوجائے گی حالانکہ حدیث میں حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ''عورت مرد کے مساوی ہے، جب دیتِ عضو کم ہو مرد کی دیت کے ثلث سے۔'' پس اگر مرد کی دیت کے ثلث کے برابر ہو تو عورت نصف دیت کی طرف رجوع کرے گی اور مصنف نے کتاب مقنعہ میں اسی طرح سے لکھا ہے جس طرح حدیث میں وارد ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مرد کی ایک انگلی اگر کٹ جائے تو اس کی دیت دس اونٹ ہے اور اگر عورت کی ایک انگلی کٹ جائے تو بھی دس اونٹ ہیں اور اسی طرح سے اگر مرد کی دو انگلیاں کٹ جائیں تو بیس اونٹ ہیں اور عورت کی دو انگلیاں کٹ جائیں تو بھی بیس اونٹ ہیں۔ اور اگر مرد کی تین انگلیاں کٹ جائیں تو تیس اونٹ ہیں اسی طرح عورت کی تین انگلیاں کٹ جائیں تو بھی تیس اونٹ ہیں۔ کیونکہ تیس اونٹ بھی مرد کی دیت کے ثلث سے کم ہیں اس لیے کہ مرد کی دیت سو اونٹ ہیں اس کا ثلث تینتیس (۳۳) سے کچھ زیادہ ہے۔ اور اگر چار انگلیاں مرد کی کٹ جائیں تو اس میں چالیس اونٹ ہیں اور عورت کی اگر چار انگلیاں کٹ جائیں تو اس کی دیت بیس اونٹ ہیں، اس لیے کہ چالیس اونٹ مرد کی دیت کے ثلث سے زیادہ ہیں۔ پس جب ثلث سے زیادہ عضو کی دیت ہوئی تو عورت رجوع کرے گی مرد کی دیت کے نصف کی طرف۔ اور اسی طرح سے جس عضو کی دیت

ثلث سے زیادہ ہوگی اس میں عورت کے لیے مرد کی دیت کا نصف ہے۔

متن:

عورت کے جسم کا ایسا عضو جو ایک ہے اگر وہ بالکل کٹ جائے تو اس کی دیت عورت کی دیت کی طرح ہے یعنی پانچ سو دینار ہیں۔ اور جو پورے بدن میں دو اعضاء ہیں اگر دونوں کٹ جائیں تو عورت کی دیت کامل ہے۔ اور اگر ان میں سے ایک کو کاٹ دیا جائے تو عورت کی آدھی دیت دینا لازم ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر عورت کی ناک پوری کاٹ دی جائے تو اس کی دیت پانچ سو دینار ہیں، دینی چاہیے۔ اور یہی دیت ہے اگر اس کی زبان جڑ سے کاٹ دی جائے، اور اس کی دونوں آنکھیں ضائع کی جائیں تب بھی پانچ سو دینار ہیں یعنی عورت کی کامل دیت دینی ہوگی۔ اور اگر ایک آنکھ ضائع ہو تو اڑھائی سو دینار ہیں یعنی نصف دیت زن۔ اگر کانوں، ہاتھوں اور پیروں میں سے دونوں کاٹ دیے جائیں تو پوری دیت ہے اور اگر ایک کو ضائع کرے تو نصف دیت ہے(۱)۔ مردوں کا حکم بھی اسی طرح سے ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ مرد کی دیت ہزار دینار ہیں اور عورت کی دیت پانچ سو دینار ہیں۔ اور ہر ایک کے اعضاء کا حکم اس کی دیت کے حساب سے ہے جیسا کہ بیان کیا گیا یعنی عورت کا حکم ہم نے بیان کیا اسی طرح سے مرد کا بھی حکم ہے۔ پس مرد کے جسم کا جو ایک عضو ہے یا دو ہیں اور وہ دونوں کاٹے جائیں تو ان میں مرد کی کامل دیت دینی ہوگی۔ اور جو دو عضو ہیں ان میں سے ایک کٹ جائے تو مرد کی دیت کا نصف ہے۔

۱۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کے دونوں پستانوں کو کاٹ دے تو پوری دیت دینی ہوگی اور اگر ایک پستان کاٹ دے تو اسے چاہیے کہ اس جیسی عورت کے قتل کی نصف دیت دے۔

(توضیح المسائل مراجع، ج۲، ص۶۸۵، توضیح المسائل آقائے بشیر نجفی، ص۵۹۶)

یہود، مجوس اور نصاریٰ میں سے کافر ذمی کی دیت اسی دینار ہیں اور ان کی عورتوں کی دیت اس کا نصف چالیس دینار ہیں اور ان کے اعضاء وجوارح کی دیت اسی حساب سے ہوگی (۱)۔

مترجم:

قول مشہور اور اکثر حدیثوں کی دلالت کی بنا پر ذمی کی دیت آٹھ سو درہم ہیں جن کی قیمت اسی (۸۰) دینار ہوتی ہے، جیسا کہ کلام شہید ثانی علیہ الرحمہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ شہید ثانی نے شرح لمعہ میں فرمایا ہے کہ مہر شرعی جو پانچ سو درہم ہیں ان کی قیمت پچاس دینار ہیں پس اس حساب سے معلوم ہوا کہ ایک درہم کی قیمت دس دینار ہیں اور اسی دینار کی قیمت آٹھ سو درہم ہیں۔ پس اس کی بنا پر مصنف نے قول مشہور کو اختیار کیا ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ ان کی دیت چار ہزار درہم ہیں اور بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اس کی دیت مرد مسلمان کی دیت کے موافق ہے، اور ان احادیث پر علماء نے عمل نہیں کیا، مگر بعد حمل وتاویل کے۔ اور خود مصنف علیہ الرحمہ نے مقنعہ میں لکھا ہے کہ ان کی دیت آٹھ اچھے درہم ہیں اور ان کی عورتوں کی دیت اس کا نصف چار سو درہم ہیں اور اسی حساب سے ان کے اعضاء کی بھی دیت ہوگی، یعنی بدن کا وہ عضو جو ایک ہے جیسے زبان تو اس کی دیت کامل یعنی آٹھ سو درہم ہوں گے اور جو دو اعضاء ہیں دونوں کٹ جانے کی صورت میں بھی کامل دیت۔ اور ان میں سے ایک کٹ جانے کی صورت میں نصف دیت یعنی چار سو درہم ہوں گے جیسا کہ ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بتصریح فرمایا کہ ''ذمی کی آنکھ کی دیت چار سو درہم ہیں''۔

۱۔ اگر کوئی شخص کسی حاملہ عورت کو قتل کرے تو اسے چاہیے کہ عورت اور بچہ دونوں کی دیت دے۔

(توضیح المسائل مراجع، ج ۲، ص ۶۸۸، توضیح المسائل آقائے بشیر نجفی ص ۵۹۷)

متن:

قتل کے باب میں گواہی قبول نہیں کی جائے گی مگر یہ کہ دو عادل مرد گواہی دیں۔ اور خود آدمی کا اقرار کسی ایسی چیز میں جو اس کے حق میں مضر ہو کافی ہے، مزید گواہ لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پس جس وقت گواہ موجود نہ ہوں اور اثبات خون (قتل) کے لیے قسامہ حاضر ہوں تو وہ گواہ کا قائم مقام کہلائے گا۔

مترجم:

اس عبارت کی تفصیل یہ ہے کہ قتل کا دعویٰ تین چیزوں سے ثابت ہوتا ہے:

۱۔ قاتل کا خود اقرار کرنا کہ میں نے فلاں کو قتل کیا ہے۔ اور اکثر علماء کے نزدیک ایک مرتبہ اس کا اقرار کرنا کافی ہے اور بعض علماء نے دو مرتبہ اقرار کرنے کو معتبر جانا ہے۔

۲۔ گواہ: اس مورد میں علماء نے اختلاف نہیں کیا ہے کہ دو عادل مردوں کی گواہی سے قصاص ثابت ہوتا ہے۔

۳: قسامہ ہے: اس سے قتل ثابت ہوتا ہے، مراد یہ ہے کہ یہ ایک سوگند ہے کہ خون کے مدعیان سے لی جاتی ہے، لیکن قسامہ کی نوبت تب آتی ہے کہ خون کے مدعیوں کے قول کی صداقت پر کوئی قرینہ موجود ہو، اور اس سے گمان بھی ہو جائے کہ اس شخص نے قتل کیا ہے۔ اور اگر ایسا کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو مدّعا علیہ ایک قسم کھائے گا، جب وہ ایک قسم کھالے تو دعویٰ اس سے ساقط ہوگا۔ اور اگر ردّ کرے گا تو دیگر دعووں کی طرح مدّعی قسم کھائے گا۔

متن:

مسلمان مرد کے خون کے اثبات کے لیے قسامہ پچاس مسلمان مرد ہوں گے جو دعوائے قتل پر شبہے کے ساتھ خدا کی قسم کھائیں۔ یعنی جس وقت کہ گمان پیدا ہو جائے کہ اس شخص

نے قتل کیا ہے۔ پس اگر پچاس کی تعداد نہ ہو تو ان میں سے جتنے بھی ہیں وہ پوری پچاس قسمیں کھائیں گے۔ یعنی اگر دس آدمی ہوں تو ہر ایک سے پانچ پانچ مرتبہ قسم لے لیں، جس میں پچاس قسمیں پوری ہو جائیں۔ اسی طرح سے جتنے بھی ہوں ان سے مکرر اس طرح قسم لی جائے کہ پچاس کی تعداد پوری ہو جائے۔ مسلمان کے اعضاء کی دیت کے ثبوت میں قسامہ کی مقدار دیت اعضاء کی مقدار کے موافق ہے (۱)۔

مترجم:

مراد یہ ہے کہ دیت عضو کو دیت کامل سے جو نسبت حاصل ہے، اسی نسبت سے قسامہ ہے۔ یعنی جس عضو کی دیت، دیت کامل کے برابر ہے جیسے ناک اور زبان کی دیت تو اس کے ثبوت میں پچاس قسمیں ہوں گی۔ اور جس عضو کی دیت، دیت کامل کا نصف ہے تو اس کی قسمیں بھی دیت کامل کے قسامہ کی نصف ہوں گی یعنی پچیس قسمیں اس کے ثبوت کے لیے کھانی ہوں گی اور اسی طرح سے قیاس کیا جائے گا۔

۱۔ اگر فرزند باپ کی اجازت کے بغیر اور بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر قسم کھائے تو باپ اور شوہر ان کی قسم فسخ کر سکتے ہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ باپ اور شوہر کی اجازت کے بغیر ان کی قسم منعقد ہی نہیں ہوتی اور آقا کی نسبت سے غلام اور کنیز کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

(توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۲۶۷۳، آقائے حید خراسانی، مسئلہ ۲۷۳۷، توضیح المسائل آقائے بشیر نجفی، ص ۵۶۵)

بارہواں باب:

حدود وتعزیرات

عورتوں کے حدود اور تعزیرات کے بارے میں ہے:

آزاد مسلمان عورت جب زنا کرے تو اس کی حد آزاد مسلمان مرد کی حد کی طرح ہے۔ پس اگر عورت محصنہ ہو یعنی شوہر دار ہو اور شوہر موجود ہو اور اس سے مباشرت کرنے پر قادر ہو اور وہ زنا کرے تو سو (۱۰۰) تازیانے اسے لگائے جائیں گے اور اس کے بعد اسے سنگسار کیا جائے گا۔ اسی طرح کی حد مرد محصن کی بھی ہے۔ یعنی جس مرد کی زوجہ یا لونڈی اس کے تصرف میں ہو بشرط مذکور۔ مرد محصن اور زن محصنہ کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے (۱)۔

مترجم:

بعض علماء نے فرق ڈالا ہے۔ جوان مرد اور جوان عورت..... بوڑھا شخص اور بوڑھی عورت کے احکام میں علماء نے لکھا ہے کہ اگر محصنہ عورت یا محصن مرد جوان ہو اور زنا کرے تو اس کو سنگسار کرنا لازم ہے اور بوڑھے ہوں تو انہیں پہلے تازیانے لگائیں گے اور اس کے بعد سنگسار کریں گے، اس لیے کہ ان کا گناہ عظیم تر ہے۔ علماء کے ایک گروہ نے ان کے مابین کوئی فرق نہیں ڈالا اور لکھا ہے کہ اگر محصن مرد محصنہ عورت سے زنا کرے تو اسے پہلے تازیانہ لگایا جائے گا اور اس کے بعد سنگسار کرنا لازم ہے خواہ جوان ہوں یا پیر ہوں۔ اور مصنف علیہ الرحمہ نے اسی

۱۔ مرد یا عورت شادی شدہ تو ہو مگر سفر میں ہونے کی وجہ سے مقاربت نہ ہو سکے، یا قید ہونے کی وجہ سے یا کسی کے جبر و اکراہ کی وجہ سے مباشرت نہ کر سکتے ہوں یا میاں بیوی میں سے کوئی ایک شدید بیمار ہو اور مباشرت نہ ہو سکے تو ارتکاب جرم کی صورت میں غیر شادی شدہ مجرموں کی سزا کے مستحق ہوں گے۔

(مبانی تکملۃ المنہاج ج اوّل ص ۲۰۳۔ تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۵۸۷)

قول کو اختیار کیا ہے۔

متن:

کنیز اگر زنا کرے تو اسے سنگسار نہیں کرنا چاہیے، چاہے اس کا شوہر ہو یا نہ ہو۔ اس کے زنا کی حد پچاس تازیانے مارنا ہے۔ غلام کا حکم بھی کنیز کے حکم کی طرح ہے۔

اگر عورت محفوظ جگہ سے اتنا مال چوری کرے جس کی مقدار ایک چوتھائی دینار کی ہو تو اس کے دائیں ہاتھ کی چار انگلیاں کاٹ دی جائیں گی سوائے انگوٹھے کے۔ جس طرح اگر چوری کی شرائط پائی گئیں تو مرد کی انگلیاں کاٹ دی جاتی ہیں۔

مترجم:

حرز (محفوظ جگہ) شریعت میں کوئی ایسی معین جگہ نہیں ہے کہ سوائے اس کے کسی اور میں وہ حکم نہ پایا جاتا ہو، بلکہ معیار اس کا عرف ہے۔ پس جس چیز کا دستور صندوق میں رکھنا ہو جیسے پیسے، اگر اس میں تالا لگایا ہو تو وہ اس کا حرز کہلائے گا۔ یا یہ کہ گھوڑا طویلہ میں بندھا ہوا ہو اور دروازہ اس کا مقفل ہو تو اس کا وہی حرز کہلائے گا۔ اور اگر مال زمین میں دفن کیا گیا ہو تو بنا بر قول مشہور وہ حرز کے حکم میں ہے۔

متن:

اگر عورت شوہر کے گھر میں سے چوری کرے تو اس کی انگلیاں نہیں کاٹی جائیں گی۔ اور اگر شوہر کے گھر کے علاوہ کسی اور کے حرز میں سے چوری کرے تو پھر انگلیاں کاٹی جائیں گی۔

مترجم:

اس مسئلے کی بنا پر قول اکثر علماء کا یہ ہے کہ کہ اگر عورت اپنے شوہر کے مال کو حرز میں

سے نکال کر جہاں شوہر نے اس سے چھپا کر رکھا تھا چرا لے تو اس وقت عورت کی انگلیاں کاٹی جائیں گی۔ اسی طرح اگر غیر شوہر کے مال کو حرز میں سے چرا لے تو انگلیاں کاٹنا لازم ہے لیکن اگر حرز میں سے نہ چرائے یعنی ایسے مقام سے مال لیا ہو کہ جہاں زوجہ کی دسترس تھی اور اس سے شوہر نے حفاظت نہ کی تھی تو ایسی صورت میں انگلیاں نہیں کاٹی جانی چاہئیں۔ کتاب مقنعہ میں مصنف نے قید لگائی ہے کہ اگر عورت شوہر کے مال کو ایسی جگہ سے چرائے جہاں شوہر نے اس سے چھپا کر محفوظ کیا تھا تو اس کی انگلیاں کاٹی جائیں گی اور اسی طرح سے عورت نے اپنا مال شوہر سے علیحدہ محفوظ کر رکھا ہو اور شوہر اس کے مال کو چرا لے تو اس کی بھی انگلیاں کاٹی جائیں گی، یہاں عبارت سے یہ توہم ہوتا ہے کہ جب عورت شوہر کا مال چوری کرے انگلیاں کاٹنا نہیں ہے خواہ حرز سے ہو یا نہ ہو بلکہ صرف اس حالت میں کاٹی جائیں گی کہ غیر شوہر کے حرز میں سے چرا لے، اور یہ قول اکثر علماء کے اقوال کے بر خلاف ہے اور جو مقنعہ میں حکم بیان کیا ہے اس کا بھی مخالف قول ہے۔

متن:

غلام اور کنیز کی انگلیاں کاٹی جائیں گی اگر دو عادل مردان کی چوری کی گواہی دیں۔ اگر غلام یا کنیز اقرار کرے تو ان کے اقرار کی وجہ سے ان کی انگلیاں نہیں کاٹی جائیں گی یعنی ان کا صرف یہ اقرار کرنا کہ ہم نے چوری کی ہے، مسموع و قابل سماعت نہیں ہے۔

مترجم:

اس عبارت میں مصنف کو چاہیے تھا کہ وہ قید لگائے کہ اگر غلام اور کنیز نے اپنے مالک کے مال کے علاوہ کسی غیر کا مال چرایا ہو تو اس وقت عادل دو مردوں کی گواہی کے بعد انگلیاں کاٹی جائیں گی۔ کیونکہ اگر مالک کا مال چرائے تو بنا بر مذہبِ مصنف اور اکثر علماء کے اس کی انگلیاں

نہیں کاٹی جائیں گی۔ بلکہ تنبیہہ اور تادیب کی جائے گی تاکہ دوبارہ چوری نہ کرے۔

متن:

اگر عورت کسی شخص کی طرف زنا یا لواط کی نسبت دے تو اسے اسّی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے(۱)، جس طرح مرد اگر کسی کی جانب یہ نسبت دے تو اس کی بھی حد اسی تازیانے مارنا ہے۔اور عورت اگر شراب پئے تو اسّی (۸۰) تازیانے ماریں گے، جس طرح سے مرد اگر شراب پئے تو اسّی تازیانے لگائے جاتے ہیں اور مردوں کی طرح عورت کو بھی کسی فعل قبیح کے انجام دینے پر تادیب کی جائے گی۔

مترجم:

تادیب وتعزیر لغت کے اعتبار سے ایک معنیٰ رکھتے ہیں اور شرع میں اس سے مراد اس گناہ پر عقوبت کرنا اور سزا دینا ہے جو حد جاری کرنے کا باعث نہ ہو۔خواہ کسی حرام فعل کو انجام دے یا کسی واجب فعل کو ترک کرے اور حاکم شرع جس طرح مناسب اور موافق سمجھے گا اس شخص کو تعزیر کرے گا اور بنا بر قول مشہور کوئی خاص تعزیر معین نہیں ہے۔بعض علماء نے لکھا ہے کہ تعزیر کی کم مقدار معین نہیں ہے مگر زیادتی میں اتنی نہ ہو کہ اس قسم کا جو گناہ حد کا باعث بنتا ہے اس مقدار سے بڑھ جائے۔مثلاً حرام چیز کے کھانے پینے کی تعزیر شراب پینے کی حد سے زیادہ نہ ہو یعنی اسّی کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے۔اسی طرح زنا کے مقدمات کی جو تعزیر ہے اس میں زنا کی حد سے تجاوز نہ کرے۔آخوند ملاّ محمد باقر مجلسیؒ نے لکھا ہے کہ یہ قول قوی ہے۔

۱۔اگر کوئی شخص کسی مسلمان مرد یا عورت سے جو کہ بالغ، عاقل اور آزاد ہو زنا منسوب کرے یا اسے ولد الزنا کہے تو اسے لباس کے اوپر سے اسّی (۸۰) تازیانے مارے جائیں گے۔

(توضیح المسائل مراجع، ج۲، ص۶۸۰، مسئلہ۱۰، توضیح المسائل آقائے بشیر نجفی، ص۵۹۳)

متن:

زنا کے ثبوت میں جو موجب حد ہے، چار عادل مسلمان گواہوں سے کم کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی (١)۔ قذف میں یعنی نسبت زنا میں، شراب پینے میں اور چوری کرنے میں دو عادل مسلمان مردوں سے کم کی گواہی قبول نہیں ہوگی اور ان چیزوں میں سے کسی میں بھی عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ سحق کی حد زنا کی حد کی طرح ہے، عورت جو مساحقہ کرتی ہے اگر وہ محصنہ ہو تو اسے سو تازیانے ماریں گے اور سنگسار نہیں کریں گے۔

مترجم:

مساحقہ سے مراد عورت کا عورت سے بدفعلی کرنا ہے اور یہ فعل قبیح حرام ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ اصحاب الرّس جو قرآن میں مذکور ہیں اور حق تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا، تو ان کی عورتیں مساحقہ کرتی تھیں۔ اس کی حد میں اختلاف ہے اور مشہور حد اس کی یہ ہے کہ دونوں عورتوں میں سے ہر ایک کو سو تازیانے ماریں خواہ وہ آزاد ہوں یا کنیز اور خواہ شوہر دار ہوں یا نہ

١۔ زنا دو طریقوں سے ثابت ہوتا ہے: (١) مجرم کا اقرار۔ (٢) گواہی۔

اقرار سے زنا کے ثبوت کے لیے چند شرائط ہیں: ١۔ اقرار کرنے والا بالغ، عاقل، صاحب اختیار اور آزاد ہو۔ ٢۔ چار مرتبہ اقرار کرے اور مختلف اوقات میں کرے، لہٰذا بچہ، پاگل، مجنون، نشے میں مست اور غافل شخص کا اقرار غیر مؤثر ہوگا۔ ٣۔ صریح اور واضح الفاظ میں اقرار کرے۔ اگر ایسے الفاظ سے اقرار کرے جن میں کسی دوسرے معنیٰ کا احتمال دیا جاسکے تو اقرار غیر مؤثر ہے۔

گواہی: ثبوت زنا کا دوسرا ذریعہ گواہی ہے لیکن اس جنسی جرم کے ثبوت کے لیے چار مردوں یا تین مردوں اور دو عورتوں یا دو مردوں اور چار عورتوں کی شہادت درکار ہوگی۔ تاہم دو مردوں اور چار عورتوں کی گواہی سے زنا ثابت ہوگا، جس کی سزا کوڑے مارنا ہے۔ سنگساری کے ثبوت کے لیے چار مردوں یا تین مردوں اور دو عورتوں کی گواہی مؤثر ہوگی۔ (اسلامی قانون سزا، ص ٣١٥۔ تحریر الوسیلہ، ج ٢، ص ٥٨٩)

ہوں۔اور بعضوں نے لکھا ہے کہ اگر عورت محصنہ یعنی شوہر دار ہو اور شرائط پائی جاتی ہوں تو انہیں سنگسار کریں اور اگر محصنہ نہ ہوں تو سو تازیانے ماریں اور مولانا مجلسیؒ نے لکھا ہے کہ یہ قول قوت سے خالی نہیں ہے۔اور اگر دو مرتبہ تازیانہ لگانے کے بعد تیسری مرتبہ تازیانہ لگانے کی نوبت آئے تو اب اس مرتبہ انہیں قتل کریں۔اور بعض علماء نے کہا ہے کہ چوتھی مرتبہ قتل کی جائیں گی اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر دو عورتوں کو ایک لحاف کے اندر برہنہ پائیں تو ان کو تعزیر کریں گے اور اگر تیسری مرتبہ انہیں اس طرح سے پائیں تو سو کوڑے ماریں گے اور چوتھی مرتبہ میں قتل کریں گے اور مولانا مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ دو عورتوں کا ایک لحاف کے اندر برہنہ ہو کر سونا حرام ہے اور احوط یہ ہے کہ اگر برہنہ نہ ہوں تو بھی دو عورتیں ایک لحاف کے اندر نہ سوئیں اور اگر ضرورت ہو تو لحاف کو بیچ میں سے کاٹ دیں۔اگر بالغہ عورت کسی نابالغہ لڑکی سے مساحقہ کرے تو بالغہ پر حد جاری کرنا لازم ہے اور نابالغہ کو تعزیر کرنا چاہیے اور اگر دونوں نابالغہ ہوں تو دونوں کو تعزیر کی جائے گی۔

متن:

ہم علمائے امامیہ کے نزدیک احصان یعنی عورت کا محصنہ ہونا اور مرد کا محصن ہونا صادق نہیں آتا مگر باوجود کفایت اور عدم احتیاج کے، یعنی اکثر اوقات اور اغلب حالات میں گناہ والے امور کی طرف محتاج نہ ہو۔عدم احتیاج یہ ہے کہ عورت کا شوہر اس کے پاس اسی شہر میں موجود ہو اور وہ اس کے ساتھ رہتی ہو، وہ قید میں نہ ہو اور مباشرت کرنے پر قادر ہو۔اور مرد کا محصن ہونا آزاد عورتوں اور کنیزوں کی بہ نسبت ہے، یعنی خواہ اس کے عقد میں آزاد عورت ہو یا کنیزیں ہوں اور ان سے بعد بلوغ وطی کر چکا ہو۔اہلِ سنّت کا قول قابل اعتناء نہیں جیسا کہ اس مسئلہ میں بیان کیا ہے کہ احصان سے مراد مرد کا عورت کو پہچاننا ہے اگرچہ اس نے اس کے ساتھ ایک مرتبہ مواقعت کی ہو اور اس کے بعد طلاق دے دی ہو، یا شوہر مر گیا ہو اور وہ عورت

تیس برس تک بغیر شوہر کے رہ جائے۔لہٰذا احصان سے مراد وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے(۱)۔

اگر مساحقہ دوبارہ کیا جائے اور ہر مساحقے پر حد جاری کی گئی ہوتو تیسری مرتبہ ارتکاب جرم کرنے پر انہیں قتل کردیا جائے گا۔اگر پہلے حد جاری نہ کی گئی ہوتو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (مبانی تکملۃ المنہاج ج۲،ص۲۴۹)

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے مقاربت کی اور زوجہ کسی کنواری لڑکی پر جاپڑی اور اس سے چپٹی کھیلی اور نطفہ اس میں منتقل کردیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی تو عورت پر کنواری لڑکی کا مہر عائد ہوگا،اور مہر کی وصولی کے بعد عورت کو سنگسار کردیا جائے گا جبکہ لڑکی کے حمل کے وضع ہونے تک انتظار کیا جائے گا اور پیدا ہونے والا بچہ صاحب نطفہ کو دیا جائے گا اور پھر لڑکی کو کوڑے مارے جائیں گے۔ (مبانی تکملۃ المنہاج ج۲،ص۲۵۰)

تیرہواں باب:

آداب معاشرت

آداب معاشرت کے بارے میں ہے جن میں سے بعض عورتوں پر واجب اور بعض مستحب ہیں (۱)۔

مسلمان آزاد خاتون پر لازم ہے کہ وہ اپنے گھر کو بند کر کے بیٹھے اور گھر سے نہ نکلے مگر یہ کہ کوئی ضروری کام پیش آئے، اور کسی واجب فعل کی وجہ سے باہر نکلنا پڑے، تو ایسی صورت میں اپنی زینت کو کو نامحرموں پر ظاہر نہ کرے اور اجنبی مرد سے گفتگو نہ کرے مگر یہ کہ ایسی ضرورت پیش آئے کہ اس سے کلام کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ پس اگر کوئی ضروری بات کہنی ہو تو آہستہ بات کرے اور اس کی طرف نہ دیکھے۔ اگر گھر سے باہر کوئی کام درپیش ہو تو اسے چاہیے کہ اس کام کی انجام دہی کے لیے اپنی کنیز کو بھیجے۔ اگر حاکم شرع سے کسی حاجت کو بیان کرنا مقصود ہو تو بیان کرے، اور اگر اس کام کے لیے اپنے محرموں میں سے کسی کو نائب بنا سکتی ہے اور اس کے ذریعے کہلوا بھیجے تو یہ زیادہ افضل و بہتر ہوگا۔ عورت پر واجب ہے کہ اجنبی اور نامحرم مردوں کی طرف نہ دیکھے اور اپنی آنکھیں بند کرے، اور اگر نظر پڑ جائے تو آنکھیں بند کر لے اور نظر بھر کر نہ

۱۔ وہ خواتین جو کسی مرد کی محرَم کہلاتی ہیں درج ذیل ہیں:

ماں، نانی اور جتنی اوپر چلی جائیں۔ دادی، اور جتنی اوپر چلی جائیں۔

بیٹی، پوتی، نواسی، بہن، بھتیجی، بھانجی، پھوپھی، خالہ۔ محرَم وہ لوگ ہیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے اور نگاہ کرنے میں بھی دوسرے افراد کی مانند نہیں ہے۔ نیز بعض خواتین شادی کی بنا پر محرَم بنتی ہیں جیسے ساس، سوتیلی بیٹی، بہو۔ بھابی اور سالی دونوں نامحرَم کے زُمرے میں آتی ہیں۔

(توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۲۳۸۴، ج ۲، وحید خراسانی، مسئلہ ۲۴۴۸، آموزش احکام درس ۴۳، ص ۲۳۱)

دیکھے اور اجنبی مردوں سے نرم و نازک گفتگو نہ کرے جیسا کہ حق تعالیٰ نے ازواج رسول خدا کو حکم فرمایا ہے، اس آیت میں کہ جس کی ابتدا فلا تخضعن ... سے ہوتی ہے اور واطعن اللہ و رسولہ پر اختتام ہوتا ہے، (اور اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے ازواج پیغمبرؐ! تم بات کرنے میں فروتنی اور نرمی نہ کرو تا کہ جس کے دل میں بدکاری اور برائی ہے ایسا شخص تم پر طمع نہ کرے اور راغب نہ ہو۔ تم نیک کلام اور اچھی بات کہو جو طمع کرنے سے دور رہے اور اپنی گردنوں کو بچالو اور باہر نہ نکلو اور جس طرح زمانۂ جاہلیت میں زینت کا اظہار کیا جاتا تھا اس طرح تم اپنی زینت کو ظاہر نہ کرو، اور نمازوں کو بجالاؤ، زکوٰۃ ادا کرو، اور خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔)

مسلمہ عورت کو جائز نہیں ہے کہ اپنی زینت کو ظاہر کرے مگر اس شخص کے لیے جس پر اظہارِ زینت کو خدا نے حلال کیا ہے۔ جن لوگوں پر زینت کو ظاہر کرنا جائز ہے اس کی تفصیل آیہ قل للمومنات یغضضن من ابصارھن... میں مذکور ہے اور اس آیت کا اختتام لعلکم تفلحون پر ہے۔ (اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ حکم فرماتا ہے پیغمبرؐ کو کہ تم مومنہ عورتوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں جھکائے رکھیں اور نامحرموں کی طرف نہ دیکھیں، بدکار سے اپنی حفاظت کریں، اپنی شرمگاہوں کو پوشیدہ رکھیں، اپنی زینتوں کو ظاہر نہ کریں مگر ان میں سے جو ظاہر ہوں یعنی حاجت کے وقت جب کھڑی ہو جاتی ہیں تو دامن یا چادر کا گوشہ جو اکثر اوقات ظاہر ہوتا ہے اس کا چھپانا ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ حرج اور مشقت کا سبب ہوگا۔ اور عورتوں کو چاہیے کہ اپنا مقنع نیچا کریں اور لٹکا دیں، یہاں تک کہ اس کے اندر سر کے بال، منہ اور گردن و سینہ سب چھپا رہے اور اپنی زینتوں کو پوشیدہ رکھیں اور آشکار نہ کریں مگر اپنے شوہر پر یا باپ اور دادا، سسر، بیٹوں، پوتوں، شوہر کے بیٹوں (جو ان کے بطن سے نہ ہوں، اس لیے کہ وہ بھی اس کے بیٹوں کی طرح ہیں) بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں یا اپنی عورتوں پر، اپنی عورتوں سے مراد بنا بر قول بعض علماء کے مومنہ عورتیں ہیں کہ زینت کا ان پر ظاہر کرنا جائز ہے، برخلاف زنان کافرہ

کے کہ ان پر زینت کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ اور بنا بر قول بعض علماء کے، مراد وہ عورتیں ہیں جو ان کے گھر میں رہا کرتی ہیں یعنی ان پر اظہار زینت جائز ہے۔ ان کے علاوہ دیگر عورتوں پر زینت کو ظاہر نہ کریں۔ وہ عورتیں اپنی کنیزوں پر اگر چہ کنیزیں کافرہ ہوں ان پر زینت کو اظہار کریں۔ اور علمائے امامیہ کے نزدیک عورتوں کا اپنے غلام کے سامنے اظہار زینت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ غلام بھی دیگر نامحرموں کی طرح اجنبی شمار ہوتا ہے۔ یا ان مردوں پر زینت کو ظاہر کریں جو عورت کی طرف خواہش و رغبت نہیں رکھتے۔ جیسے وہ مرد جو نہایت ضعیف ہو گیا ہو اور بے رغبت ہو گیا ہو۔ اس حکم میں خواجہ سرا اور مرد عنین یعنی نامرد داخل نہیں ہے بلکہ یہ دونوں دیگر اجنبیوں کے حکم میں ہیں، عورتوں کو ان کے سامنے اظہار زینت کرنا حرام ہے، اس لیے کہ وہ اگر چہ مباشرت وغیرہ پر تو قادر نہیں ہیں مگر ان کا دل ان عورتوں کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور دیگر مردوں کی طرح عورت کی خواہش انہیں رہتی ہے۔ یا ناسمجھ اور کچھ تمیز نہ رکھنے والے لڑکوں کے سامنے اپنی زینت کو ظاہر کریں۔ عورتوں کو چاہیے کہ ایسی چال نہ چلیں کہ جس سے جو کچھ چھپایا ہوا ہے وہ آشکار ہو جائے۔ مراد یہ ہے کہ پاؤں میں جو زیور پہنی ہوئی ہیں، جیسے چوڑیاں، کنگھن اور پازیب وغیرہ، تو ان کی آواز اجنبی مردوں کے کانوں تک نہ پہنچے جو ان کو راغب کرنے اور خواہش دلانے کا باعث ہے۔ اور اے مومنو! تم سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو شاید تم فلاح پاسکو اور سعادت دارین کو پہنچ سکو۔ توبہ کرنے کا حکم ہر مومن کے لیے ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔ کتاب کشف الاسرار میں مذکور ہے کہ حق تعالیٰ نے توبہ کا حکم ہر گنہگار اور مطیع کو دیا ہے تا کہ عاصی رسوا اور شرمندہ نہ ہو اس لیے کہ اگر فرماتا اے گنہگارو توبہ کرو تو ان کی رسوائی ہوتی۔ اور خدا اپنے کمال شفقت کے سبب دنیا میں گنہگاروں کی رسوائی نہیں چاہتا تو اس کی رحمت سے امید ہے کہ آخرت میں بھی رسوا نہ کرے۔ آیت کی تفسیر مکمل ہوئی۔)

متن:

مسلمان آزاد عورت کو چاہیے کہ اس راہ پر چلنے سے اجتناب کرے جہاں مرد چلتے ہیں اور مردوں کا گزر رہتا ہے، مگر یہ کہ ضرورت تقاضا کرے کہ اس راہ پر چلے۔ پس اس وقت مردوں سے دور دور چلے اور ان سے مل کر نہ چلے۔ آزاد اور جوان عورتوں کے لیے مکروہ ہے کہ ان کا مسکن اور گھر سرِ راہ ہو جس کی کھڑکیاں کھلی ہوئی ہوں اور احتمال دیا جائے کہ اجنبی لوگ وہاں سے جھانکیں گے۔ دینی کتب کے علاوہ دیگر لکھنا سکھانا اور کتابیں پڑھانا عورتوں کو مکروہ ہے۔ قرآن میں سے خاص سورۂ یوسف کی تعلیم نہیں دینا چاہیے، اور نہ اس کے علاوہ۔ سزاوار ہے کہ انہیں خاص کر سورۂ نور کی تعلیم دی جائے۔ جن سوروں کو نماز میں پڑھا جاتا ہے ان کا سیکھنا مسلمان عورت پر واجب ہے۔ اس سے مراد سورۂ الحمد، سورہ قل ھو اللّٰہ احد، یا اس سورۂ کے علاوہ کوئی اور سورہ، جو الحمد کے بعد پڑھنا چاہیے۔ اور عورتوں کو اشعار و ابیات نہ سکھائے جائیں۔ البتہ مسائل دینیہ، وعظ و نصیحت کی باتیں، احادیث جن سے مذہب حقہ کا علم ہو، وغیرہ کے سکھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اجنبی مردوں کو دکھانے کے لیے زینت نہ کریں۔ آزاد مسلمان عورت کو چاہیے کہ اجنبی عورت کے ساتھ ایک لحاف کے نیچے نہ لیٹے، البتہ اپنی رشتہ دار اور عزیز عورت کے ساتھ لیٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بشرطیکہ اس کے ساتھ لیٹنے میں حرام میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہو۔ جیسے ماں اور بہن اور اس طرح کی دیگر رشتہ دار عورتیں بشرطیکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی برہنہ نہ ہو اور لباس پہنی ہوئی ہوں۔ اپنی اقارب عورتوں کے سامنے جس طرح زینت کا اظہار کرتی ہے اس طرح اجنبی عورتوں کے سامنے اظہار نہیں کرنا چاہیے۔

مترجم:

عورتوں کو اظہار زینت کرنا اپنی ہم مذہب عورتوں کے سامنے اور گھر کی عورتوں کے سامنے مطلقاً جائز ہے، یہاں اقارب وغیرا قارب کی کوئی قید نہیں ہے۔ جیسا کہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں ہم نے بیان کیا۔ اس جگہ عبارت مصنف سے معلوم ہوتا ہے کہ جو غیر اقارب ہیں اگر چہ وہ ہم مذہب بھی ہوں اور ان کے گھر میں بھی رہتی ہوں ان پر زینت کا اظہار نہ کریں۔ شاید مصنف نے بنابر احتیاط کے لکھا ہو۔

متن:

اجنبی عورت جو اس کی قرابتدار نہ ہو، کی شرمگاہ کی طرف اختیاری حالت میں دیکھنا عورت کو جائز نہیں ہے۔ یعنی جب دیکھنے کی حاجت وضرورت پیش نہ آئے تو اس وقت دیکھنا جائز نہیں ہے۔ پس اگر کسی وجہ سے دیکھنے کی ضرورت پیش آئے تو دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مترجم:

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو عزیز وقریب ہو تو اس کی شرمگاہ کی طرف بغیر حاجت وضرورت کے دیکھنا جائز ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ بغیر ضرورت کے کسی بھی عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے چاہے اس عورت کی رشتہ داروں میں سے ہو یا نہ ہو۔ اور اگر علاج معالجہ کی غرض سے یا کسی اور وجہ سے دیکھنے کی ضرورت پیش آئے اور نظر کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو پھر دیکھنا جائز ہے چاہے وہ عورت اجنبیہ ہو جیسے قابلہ وغیرہ یا قرابت دار ہو۔

متن:

مسلمان آزاد عورت کے لیے مکروہ ہے کہ وہ اپنے بدن پر، ہاتھوں پر اور پیروں پر مہندی کے نقش بنوائے۔ اپنے بالوں میں کسی اور کے بالوں کا جوڑ لگا کر لمبے کرنا جائز نہیں

ہے۔لیکن اگر بال کسی حلال گوشت جانور کے ہوں جیسے بز شالی (وہ بکری جس کے بالوں سے شالی کپڑے بُنتے ہیں) تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔اور عورت کو اپنے منہ پر گدنا گدوانا بھی جائز نہیں ہے۔گدنا سے مراد یہ ہے کہ اپنے گال یا پیشانی پر سوئی سے بہت سارے سوراخ کرنا اور پھر ان سوراخوں میں سرمہ یا نیل بھرنا (جو خوبصورتی کے لئے انجام دیا جاتا ہے) عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کے سوا کسی اور کے لیے زینت نہ کرے۔شوہر کے لیے زینت کرنا حلال ہے۔اور عورت کو چاہیے کہ ایسے حماموں میں نہ جائے جن میں مردوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔حمام کے اندر اس عورت کے ساتھ برہنہ ہو کر نہانا جائز نہیں ہے جو نہ اس کی عزیز وقریب ہو اور نہ اس کی کنیز ہو۔لونڈیوں کو اپنی بیبیوں سے اتنا پردہ کرنا لازم نہیں ہے جتنا اجنبی عورتوں سے کرنا ضروری ہے۔شادی کی محفلوں میں عورتوں کا اجتماع کرنا اور شادی میں جانے کے لیے اچھے کپڑے اور زیور پہننا جائز نہیں ہے۔تعزیت کے لئے کسی اہل عزا کے گھر میں جمع نہیں ہونا چاہیے۔

مترجم:

ان مذکورہ مقامات میں جانا اس صورت میں منع ہے کہ وہاں بے پردگی کا احتمال دیا جائے یا یہ کہ اجنبی مردوں سے سامنا ہو جائے گا یا آوارہ عورتوں کے ساتھ تہمت کا باعث ہوگا اور فتنہ وفساد کا سبب بنے گا۔اور اگر یہ احتمال نہ ہو بلکہ وہ مکان محفوظ ہو اور بے پردگی وفساد کا احتمال نہ ہو تو بظاہر جانے میں کوئی قباحت نہیں ہے، بشرطیکہ کوئی شرعی مانع موجود نہ ہو۔

متن:

جو عورتیں بہت زیادہ ضعیف ہوگئی ہیں اور سن رسیدہ ہیں، انہیں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ نماز جمعہ اور نماز عیدین کے لیے جائیں اور اس راہ سے چلیں جہاں سے مرد چلتے ہیں۔

انہیں اس قدر ممانعت نہیں ہے جتنی ممانعت اور تاکید جوان عورتوں کو ہے، اور اگر ضعیف و سن رسیدہ عورتیں بھی عفت حاصل کریں اور پردے میں بیٹھیں تو بے شک ان کے حق میں افضل اور بہتر ہوگا، جیسا کہ اس امر کی طرف خداوند عالم نے قرآن مجید میں اشارہ فرمایا ہے (۱)۔

ا۔ نامحرم عورت کا فوٹو کھینچنا حرام نہیں ہے، ہاں اگر فوٹو کھینچتے وقت کسی حرام میں مبتلا ہونے کا امکان ہو، جیسے اس کی زینت شدہ چیزوں پر نظر پڑتی ہو یا اسے ہاتھ لگانا پڑتا ہو تو پھر ایسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

(توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۲۴۳۹، ج ۲، ص ۴۱۹)

آقائے خوئی، سیستانی: مرد کو چاہیے کہ نامحرم عورت کا فوٹو نہ کھینچے اور اگر نامحرم عورت کو جانتا ہو تو اس کی تصویر کو نہ دیکھے۔ (آقائے سیستانی: اگر عورت فاحشہ نہ ہو۔)

چودہواں باب:

غسل میت، کفن و دفن کے احکام

عورتوں کی حالت احتضار، غسل میت کی کیفیت اور نماز جنازہ کے بارے میں ہے:

جب عورت حالت احتضار میں ہو اور موت کا سامنا کر رہی ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ عورت کو قبلہ رُخ اس طرح لٹا دیں کہ پیروں کے تلوے قبلہ کی طرف ہوں اور چت لیٹی ہو جس طرح سے مردوں کو حالت احتضار میں لٹانا چاہیے۔ اور موت کے وقت اس کی آنکھیں بند کر دیں اور کوئی کپڑا ایسا باندھیں کہ اس کا منہ بند ہو جائے۔ احتضار کے وقت شہادتین کی تلقین کرنا، اسمائے متبرکہ ائمۂ معصومین علیہم السلام کا دہرانا مستحب ہے۔ نماز کے قنوت میں جو دعا پڑھی جاتی ہے اسے پڑھوا دیں: **لاالٰہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم لا الٰہ الا اللّٰہ العلی العظیم سبحان اللہ رب السمٰوات السبع ورب الارضین السبع وما فیھن وما بینھن و رب العرش العظیم وسلام علیٰ المرسلین والحمد للّٰہ رب العالمین۔**(۱)

مترجم:

یہ کلمات جس طرح سے مشہور ہیں اور اکثر کتابوں میں درج ہیں ان میں آخری فقرہ سلام علی المرسلین نہیں ہے۔ مصنف نے کتاب مقنعہ میں مشہور کے مطابق لکھا ہے۔ لیکن نسخوں کے اختلاف میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ دعاؤں میں کمی یا زیادتی ایسی ہو جو مطلب کے خلل کا

....

۱۔ اگر رات کو انتقال ہو جائے تو مرنے کی جگہ پر چراغ روشن کریں۔ تشیع جنازہ کے لیے مومنین کو آگاہ کریں۔ دفن کرنے میں جلدی کریں۔ اگر عورت حاملہ ہو اور بچہ شکم میں زندہ ہو تو اس حد تک دفن کرنے میں تاخیر کریں کہ بائیں پہلو کو چاک کر کے بچے کو نکالا جا سکے اور پھر پہلو کو بند کریں۔

(توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۵۴۱، ج ۱، ص ۳۳۱، وحید خراسانی، مسئلہ ۵۴۷)

باعث نہ ہو۔اور حدیثوں میں دونوں طرح سے مذکور ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔اور بہتر یہ ہے کہ جس طرح سے اس رسالے میں مذکور ہے اسی طرح سے پڑھے۔کیونکہ یہ کلمات مشہور وغیر مشہور کا جامع ہے۔

متن:

پس جب حالت احتضار میں ان کلمات کی تلقین ہو تو اسے نفع پہنچے گا اور قبض روح میں تخفیف و آسانی ہوگی، مردوں کو بھی اسی طرح سے تلقین کرینگے۔ان باتوں میں مردوں اور عورتوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

مترجم:

محتضر کے پاس کلام مجید کے سوروں کی تلاوت کرنا مستحب ہے خاص کر سورۂ یاسین، سورۃ الصفات، آیۃ الکرسی۔وقت احتضار حائض یا مجنب کا حاضر ہونا مکروہ ہے کیونکہ ان کی موجودگی ملائکہ کے حاضر نہ ہونے کا باعث ہے۔جب روح قبض ہو جائے تو پھر حائض و مجنب کے حاضر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ وہ وقت فرشتوں کے واپس جانے کا ہے۔(۱)

متن:

جب کوئی موانع نہ ہو تو غسل میت دینے میں جنسیت کا خیال رکھا جائے یعنی مرد کو مرد

۱۔میت کو غسل، کفن، نماز اور دفن کرنا ہر مکلّف پر واجب ہے، اگر بعض لوگوں نے انجام دیا تو دوسروں سے ساقط ہو جائے گا۔اگر کسی نے بھی اقدام نہیں کیا تو سب کے سب گنہگار ہوں گے۔احتیاط واجب کی بنا پر وہ مسلمان میت جو اثنا عشری نہیں ہے اس کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

(توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۵۴۲، ج۱، ص۳۳۲، وحید خراسانی مسئلہ ۵۴۸)

غسل دیں اور عورت کو عورت۔ غسل کی کیفیت میں مرد و عورت یکساں ہیں وہ یہ کہ تین غسل ہیں :ا۔اس پانی سے غسل دیں جس میں بیر کی پتی ملائی گئی ہو (جس کو آبِ سدر کہتے ہیں)

۲۔اس پانی سے غسل دیں جس میں تھوڑا سا باریک کر کے کافور ملایا ہو۔(۱)

مترجم:

اکثر علماء نے لکھا ہے کہ غسل اوّل میں بیر کی پتی اور غسل ثانی میں کافور اتنا نہ ہو کہ پانی مضاف ہو جائے بلکہ کم مقدار ملائی جائے۔

متن:

اور تیسرا غسل آبِ خالص سے ہو کہ جس میں کوئی چیز ملی نہ ہو۔اور عورت کے سر کے بال کھول دیے جائیں اور غسل دیتے وقت اور کفن پہناتے وقت اس کے بال کسی چیز سے نہ باندھیں بلکہ کھلے رہنے دیں (۲) اور یہی حکم ہے جب عورت اپنی زندگی میں غسل حیض یا نفاس یا جنابت انجام دے تو اپنے بالوں کو باندھ کر نہ رکھے بلکہ ان کو کھول دے اور غسل کے بعد اگر چاہے تو پھر سے باندھ سکتی ہے مگر غسل میت میں ایسا نہیں ہے بلکہ غسل کے بعد بھی کھول کر رکھے

ا۔اگر سدر اور کافور نہ ملے یا ان کا استعمال جائز نہ ہو، مثلاً غصبی ہو، پس جو بھی ممکن نہ ہو اس کے بدلے خالص پانی سے غسل دیا جائے گا۔ (توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۵۵۴)

آقائے خوئی، سیستانی، تبریزی، وحید خراسانی :بدلیت کے قصد سے تیمم بھی کرایا جائے۔

۲۔نامحرم عورت کو نامحرم مرد اور اسی طرح نامحرم مرد کو نامحرم عورت غسل نہیں دے سکتی، لیکن میاں بیوی ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں۔نیز دوران غسل میت کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔اگر کسی نے دیکھ لیا تو وہ گنہگار کہلائے گا مگر غسل باطل نہیں ہوگا۔ (توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۵۵۹)

آقائے خوئی :اختیاری حالت میں میاں بیوی ایک دوسرے کو غسل نہ دیں۔

آقائے سیستانی، وحید خراسانی :احتیاط مستحب ہے کہ غسل نہ دیں۔ (مسئلہ ۵۶۹، وحید خراسانی)

جائیں گے۔ عورت کے کفن میں مردوں کی نسبت دو ٹکڑے زیادہ ہیں کیوں کہ عورت کی پوشیدگی میں زیادہ احتیاط چاہیے۔ پس مرد کے کفن میں چھ پارچے ہیں ایک کرتا ہے جو سیا ہوا نہ ہو، دوسری چادر سرتاسری اور تیسری جرہ ہے جو چادر یمنی کی ایک قسم ہے اگر وہ نہ ہو تو اس کے بدلے کسی اور قسم کے لباس کی چادر کا اضافہ کرے۔ چوتھا عمامہ ہے اور پانچواں میزر ہے یعنی لنگی اور چھٹا پارچہ ران پیچ ہے۔ اور عورت کے کفن میں آٹھ پارچے ہیں ۱: کرتا۔ ۲: لنگی۔ ۳: چادر سرتاسری۔ ۴: چادر یمنی۔ ۵: قناع جو عمامہ کے بدلے ہے۔ ۶: ران پیچ۔ ۷: ایک کپڑا سینہ بند۔ ۸: نغط ایک چادر جو بالوں سے بنی ہوئی ہوتی ہے اس میں اس کے رنگ کے مخالف خطوط و لکیریں ہوتی ہیں۔ (۱)

مترجم:

مصنف کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچ قطعے کفن میں مرد کے لیے ہیں اور سات عورت کے لیے۔ مگر عبارت کا متن کاتب کی غلطی سے خالی معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ بعینہ ترجمہ نہیں کیا اور جس طرح سے اکثر علماء نے لکھا تھا اسی طرح (ہم نے) بیان کیا۔ اور شاید مصنف کا مطلب بھی یہی ہو۔ لیکن کفن کے یہ سب قطعات واجب نہیں ہیں بلکہ مرد و عورت دونوں کے لیے تین ان قطعات میں سے بنابر مذہب مشہور کے واجب ہیں۔ اور باقی پارچوں کا اضافہ کرنا تفصیل مذکور کی بنا پر مستحب اور سنت ہے۔ وہ تین پارچے جو واجب ہیں ایک کُرتا ہے کہ اسے کفنی کہتے

۱۔ بیوی کا کفن شوہر کے ذمے پر ہے، اگرچہ بیوی کا اپنا سرمایہ موجود ہو۔ اسی طرح اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی ہو اور عدت کی مدت ختم نہ ہوئی ہو اور وہ مر جائے تو اس کا کفن شوہر کے ذمے پر ہوگا۔ اگر شوہر بالغ نہ ہو، یا پاگل ہو اس وقت شوہر کا ولی اس کے مال میں سے بیوی کے کفن کا بندوبست کرے گا۔

(توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۵۷۶، وحید خراسانی مسئلہ ۵۸۱)

ہیں اور بعض علماء نے لکھا ہے وہ میت کے نصف ساق تک ہونا لازم ہے اور سنت ہے کہ قدموں تک ہو۔ اور دوسرا پارچہ میزر ہے جسے لنگی کہتے ہیں جو ناف سے زانوؤں تک ہونی چاہیے۔ اور تیسرا پارچہ چادر سرتاسری ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ چادر طول میں اس قدر ہو کہ میت کے سر کی طرف سے جمع کر کے اس کو باندھا جا سکے اور اسی طرح پیروں کی جانب بھی اتنی زیادہ ہو کہ باندھ سکے۔ اور یہ تینوں پارچے واجب ہیں اگر ملنا ممکن ہو۔ ورنہ جتنا ملے اسی پر اکتفا جائے گا۔ اگرچہ ایک چادر سرتاسری ہو کہ اس سے میت کے تمام جسم کو چھپایا جا سکے۔ اور چاہیے کہ کفن کو اسی کے دھاگے سے سی لیں، کسی اور کپڑے کے دھاگے سے سینا مکروہ ہے اور مصنف کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کفن کا مطلقاً سینا منع ہے۔ دھاگے کو لعاب دہن سے تر کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح کالے کپڑے کا کفن دینا مکروہ ہے، نیز سفید کپڑے پر سیاہی سے لکھنا بھی مکروہ ہے۔ بنابر مذہب مشہور مرد کو ایسے کپڑے کا کفن دینا واجب ہے جس میں مرد اختیاری حالت میں نماز پڑھ سکتا ہو۔ پس خالص ریشم وغیرہ کے کپڑے کا کفن نہ دیا جائے۔ اور بہتر یہ ہے کہ عورت کا کفن بھی اسی قسم سے ہو جس میں مرد نماز پڑھ سکتا ہو(۱)۔

متن:

مرد کی طرح عورت کو بھی حنوط کیا جائے گا اس سے مراد یہ ہے میت کے سات اعضاء پر تھوڑا سا کافور ملنا ہے۔ جیسا کہ تفصیل عنقریب آئے گی۔ مستحب ہے کہ کافور وزن میں عراقی

۱۔ اس کپڑے سے کفن دینا جو حرام گوشت جانور کے چمڑے یا بالوں سے بنایا ہوا اختیاری حالت میں جائز نہیں ہے۔ (توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۵۸۱، وحید خراسانی مسئلہ ۵۸۶)

آقائے خوئی، تبریزی: حالت اختیاری میں حلال گوشت جانور کے چمڑے سے بھی نہ ہو۔

آقائے سیستانی، وحید خراسانی: حلال گوشت جانور کے چمڑے سے جائز ہے، لیکن بہتر ہے اس سے نہ ہو۔

اوزان کے مطابق تیرہ درہم اور دو وانق کے برابر ہو۔اور ایک درہم چھ وانق کے برابر ہوتا ہے اور ایک وانق وزن میں متوسط قسم کے جَو کے آٹھ دانوں کے برابر ہے

مترجم:

کسی کو یہ توہم نہ ہو کہ محقق نے جس طرح شرائع میں لکھا ہے اسی طرح اکثر علماء نے لکھا ہے کہ حنوط میں کافور کی مقدار تیرہ درہم اور ثلث درہم ہو۔لہٰذا علماء کے اقوال اور مصنف کے قول میں اختلاف ہے۔ایسا نہیں ہے بلکہ دونوں کا ایک قول ہے۔اس لیے کہ دیگر علماء نے بھی تصریح کی ہے کہ ایک درہم چھ وانق کے برابر ہے پس ثلث درہم دو وانق ہوگی جیسا کہ مصنف نے بیان کیا۔اور ایک وانق کو محقق نے بھی لکھا ہے کہ آٹھ جو کے برابر ہے،تو اس حساب سے تیرہ درہم اور دو وانق وزن میں چھ سو چالیس دانۂ جو کے برابر ہوں گے۔اگر کسی شہر میں درہم وغیرہ میسر نہ ہو تو وہاں اتنے دانۂ جو کے برابر کافور تول لیں۔لیکن اس حساب کا معیار اگر جو کے دانے ہوئے تو اس میں کمی اور زیادتی کا احتمال ہے کیوں کہ جو کے دانوں کا وزن کرنا بہت دشوار ہے اور تھوڑی سی زیادتی اور کمی سے بہت فرق ہو جاتا ہے جب نوبت ہزاروں تک پہنچے۔اور جو حساب ماشہ اور رتی کے مطابق ہو اس میں اتنا فرق نہیں ہوتا۔اور جناب علیین مکان نے روضۃ الاحکام میں فرمایا ہے کہ درہم اس شہر کے حساب کی بنا پر دو ماشہ اور تقریباً چوتھائی ماشہ کے برابر ہے۔لہٰذا جناب علیین مکان کے حساب سے حنوط کے لیے کافور اڑھائی تولہ چاہیے، اگرچہ یہ حساب بنا بر ماشہ رتی کے ہے مگر حساب تحقیقی نہیں کہ کمی و زیادتی فی الجملہ بھی نہ ہو جیسا کہ خود فرمایا ہے کہ تقریباً یہ حساب ہے۔اور اگر حساب تحقیقی مطلوب ہو تو شرح صدیقیہ کتاب الزکوٰۃ کی طرف رجوع کریں۔اس میں جناب غفران مآب جد امجد اعلی اللہ مقامہ نے درہم و دینار وغیرہ کا حساب تحقیقی طور پر لکھا ہے جس میں کمی و زیادتی کا احتمال نہیں ہے۔جناب غفران مآب کے حساب سے درہم کا وزن دو ماشہ، دو خمش رتی چار عشر الخمس رتی ہوتا ہے، اس میں کمی و

زیادتی کا احتمال بظاہر نہیں ہے۔

متن:

کافور کی متوسط مقدار یہ ہے کہ چار درہم کے وزن کے برابر ہو یعنی اگر تیرہ درہم اور ثلث درہم نہ ہو تو چار درہم کی مقدار ہو اور اقل مقدار یہ ہے کہ کم از کم ایک مثقال کے وزن کے برابر ہو۔

مترجم:

مثقال سے مراد یہاں مثقال شرعی ہے اور دینار اور مثقال شرعی ایک ہی چیز ہے، جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے اور ایک دینار ہندی حساب کے مطابق تین ماشہ، دو رتی، اور خمس رتی کے برابر ہوتا ہے اور درہم اور مثقال شرعی میں فرق یہ ہے کہ درہم نصف مثقال شرعی اور اس کے پانچویں حصے کے برابر ہے۔ پس دو درہم ایک مثقال شرعی سے بقدر دو مثقال کے زیادہ ہوں گے۔

متن:

حنوط ہر میت کے لیے ہے خواہ وہ عورت ہو خواہ مرد۔ پس کافور کو میت کی پیشانی میں سے موضع سجود پر ملیں گے اور ہاتھوں کی انگلیوں کے کناروں پر اور ہتھیلیوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور پیروں کی انگلیوں کے کناروں پر کہ یہ سب اعضائے سجدہ کہلاتے ہیں اور اگر اس میں سے کچھ مقدار کافور بچ جائے تو اسے میت کے سینے پر رکھ دیں اور کفن کو دھونی نہیں دینا چاہیے اور جنازے کے ساتھ خوشبو کی انگیٹھی نہیں لے جانی چاہیے (۱)۔

۱۔ میت کو حنوط کرنے میں ترتیب ضروری نہیں اگرچہ مستحب ہے کہ پہلے میت کی پیشانی پر کافور لگائے۔

(توضیح المسائل مراجع مسئلہ ۵۸۶، وحید خراسانی، مسئلہ ۵۹۱)

مترجم:

کفن میں خوشبو لگانا مطلقاً مکروہ ہے خواہ کسی خوشبو کی دھونی دیں خواہ بغیر دھونی کے یوں ہی اس میں خوشبو لگا دی جائے، سوائے کافور کے۔ کافور کا لگانا مکروہ نہیں ہے۔ لیکن جس وقت آدمی حالت احرام میں مر جائے تو کافور اس کے نزدیک بھی نہیں لے جانا چاہیے۔

متن:

لوہے سے کفن کو پھاڑنا مکروہ ہے، یعنی قینچی وغیرہ سے۔ اور میت کو گرم پانی سے غسل دینا مکروہ ہے، مگر جب سردی زیادہ ہو تو پھر پانی کو نیم گرم کر سکتے ہیں، اس لیے کہ غسال اچھی طرح سے غسل دے سکے، اور سردی سے تکلیف نہ ہو۔

اگر کوئی مسلمان عورت ایسی جگہ مر جائے جہاں ذمیہ عورتوں اور مسلمان مردوں کے سوا کوئی اور مسلمان عورت موجود نہ ہو اور مسلمان مردوں میں اس میت عورت کا کوئی محرم موجود نہ ہو تو وہ مسلمان مرد ذمیہ عورتوں میں سے اس عورت کو حکم دیں گے جو اپنے مذہب میں زیادہ پرہیز گار اور نیک ہے، کہ پہلے وہ خود غسل کرے اور پھر اس مسلمان میت عورت کو غسل میت دے، ترکیب غسل مسلمان مرد بیان کرتا جائے گا اور وہ عورت اسی حساب سے غسل دیتی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان مرد مر جائے اور وہاں سوائے مسلمان عورتوں اور کافر مردوں کے اور کوئی مسلمان مرد موجود نہ ہوں اور ان عورتوں میں میت کی کوئی محرم نہ ہو تو وہ عورتیں کافر مردوں میں سے اس مرد کو حکم کریں گی جو اپنے مذہب میں زیادہ پرہیز گار ہو کہ وہ ذمی مرد پہلے خود غسل کرے اور پھر اس مسلمان میت کو غسل میت دے دے البتہ ترکیب غسل مسلمان عورتیں بتاتی جائیں گی اور کافر مرد اسی حساب سے غسل دیتا جائے گا۔

اگر کوئی ایسا شخص نہ پایا جائے جو کیفیت غسل میت سے آگاہ ہو مجبوری کی صورت میں

صرف نہلانا کافی ہوگا باقی اغسال کو ترک کر دیا جائے گا۔ اگر چار برس سے کم عمر کی بچی مر جائے تو مرد نامحرم کا اسے غسل دینا جائز ہے کہ وہ اسے کپڑوں کے اوپر سے اس طرح غسل دے کہ پانی پورے بدن تک پہنچ جائے اور یہ حکم بھی اس وقت ہے کہ اگر غسل دینے والی عورت موجود نہ ہو، اسی طرح اگر چھ برس سے کم عمر کا بچہ مر جائے اور غسل دینے والے مرد موجود نہ ہوں تو عورتوں کے لئے جائز ہے کہ اسے برہنہ کر کے غسل میت دیں۔

مترجم:

اس عبارت میں بہت اجمال ہے اور مصنف نے کتاب مقنعہ میں یہ تفصیل لکھی ہے کہ جس وقت لڑکی مر گئی ہو اور غسل دینے والی عورتیں نہ ہوں اور مردوں میں سے کوئی اس کا محرم نہ ہو تو پس اگر تین برس سے کم عمر کی ہو تو مرد اسے برہنہ کر کے غسل دے سکتے ہیں اور اگر تین برس سے زیادہ اس کی عمر ہے تو اسے برہنہ نہ کریں بلکہ لباس کے اوپر سے غسل دیں اور حنوط کر کے انہیں کپڑوں میں اسے دفن کر دیں اور اگر لڑکا مر جائے اور مردوں میں کوئی غسل دینے والا نہ ہو اور عورتیں اس کی محرم نہ ہوں تو پس اگر پانچ برس کا لڑکا ہو تو اسے برہنہ کر کے عورتیں غسل دے سکتی ہیں اور اگر پانچ برس سے زیادہ کی عمر ہو تو اس کے کپڑے نہ اتاریں اور لباس کے ساتھ اسے غسل دیں اور حنوط کے بعد اسی لباس کے ساتھ اسے دفن کر دیں اور شاید مراد مصنف اس مقام پر بھی یہی تفصیل ہو۔ بہر حال اس مسئلے میں قول مشہور یہ ہے کہ اگر تین برس کا لڑکا مر جائے تو عورتیں اسے غسل دے سکتی ہیں اگرچہ غسال موجود ہوں اور اسی طرح سے اگر تین برس کی لڑکی مر جائے تو اسے مرد غسل دے سکتے ہیں اگرچہ غسل دینے والی عورت موجود ہو۔

متن:

جس وقت عورت کے جنازے کو قبر کی طرف لے جانے لگیں تو اس کے اوپر پردہ ڈال

دیا کریں تا کہ اس کا جسم مردوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جائے، مرد کے جنازے پر اس طرح پردہ ڈالنا واجب نہیں بلکہ مستحب بھی نہیں ہے اور نہ متعارف ہے۔

مترجم:

مراد مصنف یہ ہے کہ جس طرح سے بلاد حبش وغیرہ میں معمول ہے اسی طرح عورت کے لیے نعش (تابوت) بنا دیں اور عرب میں پہلے یہ معمول نہ تھا، سب سے پہلے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لیے نعش بنائی گئی تھی جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ نعش پہلے کسی شخص کے لیے قرار دی گئی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لیے، اور اس کا سبب یہ تھا کہ جناب فاطمہؑ بیمار ہوئیں اور اسی وجہ سے دنیا سے انتقال کر گئیں تو اسماء بنت عمیسؓ سے فرمایا کہ اے اسماء میں بہت ضعیف و ناطاقت ہوگئی ہوں اور جسم میں صرف کھال اور ہڈیاں رہ گئی ہیں، کیا تم میرے لیے کوئی چیز مہیا نہیں کر سکتیں جو میرے جسم کو نامحرموں کی نگاہوں سے بچا سکے؟ تو اسماء نے عرض کیا کہ جب میں بلاد حبش میں تھی تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ ایک مختلف چیز بناتے ہیں۔ اگر آپؑ فرماتی ہیں تو میں اس سے مطلع کر دوں؟ جناب فاطمہؑ نے فرمایا: ہاں آگاہ کرو اس کیفیت کو۔ پس اسماء نے ایک تختے کو زمین پر الٹا رکھا اور چار لکڑیاں درخت خرما کی اس کے چاروں طرف باندھ دیں اور ان کے اوپر ایک چادر ڈال دی اور عرض کیا کہ اس شہر میں، میں نے اس طرح سے دیکھا تھا تو جناب فاطمہؑ نے فرمایا: اسی طرح سے میرے جنازے کے لیے بنانا، اور میرے جسم کو نامحرموں کی نظروں سے بچا لینا تا کہ خدا اس کے عوض تیرے جسم کو آتش دوزخ سے محفوظ رکھے۔

بعض روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اسماء بنت عمیسؓ سے مرض الموت میں فرمایا کہ یہاں جو دستور ہے وہ مجھے بہت برا لگتا ہے کہ جب عورت مر جاتی ہے تو اسے ایک تختے پر لٹا کر اوپر سے چادر اوڑھا دی جاتی ہے جس سے میت کی ہیئت مردوں پر ظاہر ہو جاتی ہے، اسماء

نے عرض کیا کہ اے دختر رسولؐ! میں نے حبش میں ایک صورت دیکھی ہے اور اس کی کیفیت سے آپ کو آگاہ کرتی ہوں اور اس کے بعد اسماء نے درخت خرما کی لکڑیاں طلب کیں اور نعش کی صورت بنائی اور اس پر چادر ڈال دی۔ حضرت فاطمہؑ نے جب اس نعش کو ملاحظہ فرمایا تو متبسم ہوئیں اور قبل اس کے کبھی اس معصومہ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور فرمایا کہ اس صورت کا جنازہ بہت خوب ہے لہٰذا اس کے اندر جو میت ہوگی وہ لوگوں پر ظاہر نہ ہوگی کہ مرد ہے یا عورت۔ پس حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ جس وقت میری وفات ہو، تم مجھے غسل دینا اور کسی کو میرے جنازے کے قریب آنے نہ دینا۔ پس حضرت فاطمہؑ نے اس دار فانی سے انتقال فرمایا تو حضرت عائشہ حاضر ہوئیں اور چاہا کہ گھر کے اندر داخل ہو جائیں، اسماء بنت عمیس نے حضرت عائشہ کو گھر میں داخل ہونے نہیں دیا اور منع کیا۔ حضرت عائشہ نے حضرت ابوبکر سے شکایت کی اور کہا کہ یہ زن خثعمیدہ (ایک قبیلے کا نام ہے) مجھے دختر رسول خداؐ کے پاس جانے نہیں دیتی اور ان کے لیے کوئی ایسی چیز بنائی ہے جو دلہن کے لیے بنائی جاتی ہے مثل ''ہودج عروس'' کے۔ پس حضرت ابوبکر حضرت فاطمہؑ کے دروازے پر حاضر ہوئے اور اسماء سے کہنے لگے کہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ ازواج رسولؐ کو منع کرتی ہو، اور تم نے حضرت فاطمہؑ کے لیے مانند ''ہودج عروس'' کے کوئی چیز بنائی ہے؟ اسماء نے کہا کہ حضرت فاطمہؑ نے مجھے حکم دیا ہے اور وصیت فرمائی ہے کہ میں کسی کو ان کے نعش مطہر کے قریب آنے نہ دوں اور یہ نعش ان کی اجازت کے بغیر نہیں بنائی ہے بلکہ ان معصومہؑ کی زندگی میں، میں نے یہ صورت بنا کر انہیں پیش کی ہے، پس مجھے حکم ملا ہے کہ ان کے جنازے کے لیے بھی ایسی نعش بنا دوں۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اسے بجالاؤ، یہ کہہ کر وہ اپنے گھر کو چلے گئے اور اس کے جانے کے بعد حضرت امیر المومنینؑ اور اسماء بنت عمیس نے ان معصومہؑ کو غسل دیا۔ یہ روایت کتاب ''کشف الغمہ'' میں درج ہے۔

متن:

جب عورت کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جنازہ رکھا جائے تو پیش امام کو چاہیے کہ وہ میت کے سینے کے برابر کھڑا ہو کر نماز پڑھوائے اور اگر جنازے مرد کا ہو تو جنازہ کے وسط یعنی میت کی کمر کے متوازی کھڑا ہو کر نماز پڑھوائے۔ پس اگر جنازہ مرد کا ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد کہے اللھم انّ ھٰذا عبدک وابن عبدک وابن امتک نزل بک وانت خیر منزول بہ اللھم انہ قد افتقر الیٰ رحمتک وانت غنی عن عذابہ فاغفر لہ وارحمہ فتجاوز عنہ یا ارحم الراحمین اور اگر جنازہ عورت کا ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد کہے اللھم ان ھٰذہ امتک وابنۃ عبدک وابنۃ امتک نزلت بک وانت خیر منزول بہ اللھم انھا فقیرۃ الیٰ رحمتک و انت غنی عن عذابھا فاغفر لھا وارحمھا یا ارحم الراحمین

مترجم:

نماز میت واجب کفائی ہے، جیسا مبحث صلاۃ میں اس کا بیان ہوا ہے، یہ نماز اس جنازے پر پڑھنی واجب ہوتی ہے جو جنازہ مسلمان کا ہو یا مسلمان کے حکم میں ہو، جیسے مسلمانوں کے بچے بشرطیکہ چھ برس سے کم کا نہ ہو۔ بنا بر قول مشہور اس نماز میں حدث سے پاک ہونا شرط نہیں ہے یعنی بغیر وضو اور بغیر غسل کے نماز پڑھ سکتے ہیں اور اس نماز کے واجبات پانچ ہیں ۱: پہلی تکبیر کے ساتھ نیت۔ ۲: استقبال قبلہ یعنی مصلّے کے سامنے جنازہ ہو۔ ۳: تکبیریں۔ ۴: دعائیں جو تکبیروں کے درمیان پڑھی جاتی ہیں۔ ۵: قدرت و اختیاری حالت میں کھڑے ہو کر بجالانا۔

دعاؤں میں روایتیں مختلف وارد ہوئی ہیں اور بنا بر مشہور شہادتین پہلی تکبیر کے بعد

کہے، پیغمبرؐ اور ان کی آلؑ پر درود و صلوات بھیجنا دوسری تکبیر کے بعد، مومنوں کے لیے دعا کرنا تیسری تکبیر کے بعد، اور میت کے لیے دعا کرنا چوتھی تکبیر کے بعد واجب ہے۔ جس عبارت میں چاہے دعا کرے۔ البتہ حدیثوں کے موافق عبارت کہنا افضل و اولیٰ ہے۔ اور بہتر ہے کہ یوں پڑھی جائے: پہلے (نیت کرکے) اللہ اکبر کہے اور اس کے بعد کہے: اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه وحده لا شريک له و اشهد انّ محمداً عبدُه و رسُوله ارسله بالحق بشيراً و نذيراً بين يدی السّاعة۔ پھر اللہ اکبر کہے اور اس کے بعد کہے: اللّٰهم صل علیٰ محمد و آل محمد وارحم محمداً و آل محمد وبارک علیٰ محمد و آل محمد کافضل ما صليت وبارکت و ترحمت علیٰ ابراهيم و آل ابراهيم انک حميد مجيد و صل علیٰ جميع الانبياء والمرسلين۔ پھر اللہ اکبر کہے اور کہے: اللّٰهم اغفر للمومنين والمومنات والمسلمين والمسلمات الاحياء منهم والاموات تابع بيننا وبينهم بالخيرات انک مجيب الدعوات انک علیٰ کل شیء قدير۔ پھر اللہ اکبر کہے اور میت اگر مرد کی ہو تو کہے: اللّٰهم ان هٰذا عبدک وابن عبدک وابن امتک نزل بک وانت خير منزول به اللّٰهم انا لا نعلم منه الا خيرا وانت اعلم بسريرته منا اللّٰهم ان کان محسناً فزد فی احسانه وان کان مسيئاً فتجاوز عنه واغفر له اللّٰهم اجعله عندک فی اعلیٰ علّيين واخلف علیٰ اهله فی الغابرين وارحمه برحمتک يا ارحم الراحمين پس اللہ اکبر کہہ کر نماز سے فارغ ہو جائے۔ اور اگر جنازہ عورت کا ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد کہے: اللّٰهم ان هٰذه امتک وابنة عبدک وابنة امتک نزلت بک وانت خير منزول به اللّٰهم انا لا نعلم منها الا خيرا وانت اعلم بسريرتها منا اللّٰهم ان کانت محسنةً فزد فی احسانها وان کانت مسيئةً فتجاوز عنها واغفر لها اللّٰهم اجعلها عندک فی

اعلیٰ علیین واخلف علیٰ اھلھا فی الغابرین وارحمھا برحمتک یا ارحم الراحمین اس کے بعد پانچویں تکبیر کہہ کر نماز سے فارغ ہو جائے۔ چوتھی تکبیر کے بعد جو دعا بیان ہوئی یہ بالغ مومن مرد اور عورت کے لیے ہے۔ اگر مومن لڑکا مر گیا ہو تو کی نماز میں چوتھی تکبیر کے بعد کہے: اللّٰھم اجعلہ لناو لابویہ سلفاً و فرطاً واجواً اور اگر وہ شخص مستضعف ہو یعنی ضعیف الاعتقاد تو اس کے لیے چوتھی تکبیر کے بعد کہے: اللّٰھم اغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقھم عذاب الجحیم۔ مستضعف کے معنوں میں اختلاف ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ مستضعف وہ ہے جو مذہب حق کو نہ جانتا ہو اور اس سے کوئی عناد نہ رکھتا ہو۔ اگر کوئی مخالف مذہب اور منافق مر جائے تو علماء نے لکھا ہے کہ اس کی نماز چار تکبیروں پر تمام کر دے۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد اس کے لیے بددعا کرے اور اس طرح سے کہے: اللّٰھم املاء جوفہ ناراً و قبرہ نارا وسلط علیہ الحیات والعقارب اور اگر اعتقاد سے مطلقاً واقف نہ ہو تو کہے: اللّٰھم ان کان یحب الخیر واھلہ فاغفر لہ وارحمہ وتجاوز عنہ اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایسے شخص کے لیے بھی مستضعف والی دعا پڑھے۔

متن:

عورت کو جب دفن کرنے کا وقت ہو تو قبلہ رخ کر کے اس کے جنازے کو قبر کے سامنے رکھا جائے (یعنی قبلہ کی طرف جو قبر کی دیوار ہے اس سے ملا کر جنازہ رکھیں اور اسی جگہ سے عورت کو قبر میں اتاریں۔) میت کے ساتھ قبر میں اتر جانے والی عورت کو چاہیے کہ میت کو قبر میں لٹا دے۔ اگر عورتیں موجود نہ ہوں تو اس عورت کا شوہر اسے قبر میں اتارے اور محرم مردوں کو چاہیے کہ اس کی تجہیز کے متولی ہوں اور اس کے سارے امور بجالائیں۔ پس اگر اس کا شوہر نہ ہو اور نہ کوئی محرموں میں سے ہو تو دیگر مسلمان اس کی تجہیز کی طرف متوجہ ہوں گے۔ قبر میں عورت کو قبلہ رخ داہنی کروٹ پر لٹا دیا جاتا ہے اسی طرح مرد کو بھی لٹایا جائے گا۔ اور قبر میں لٹانے

اعلیٰ علیین واخلف علیٰ اهلها فی الغابرین وارحمها برحمتک یا ارحم الراحمین اس کے بعد پانچویں تکبیر کہہ کرنماز سے فارغ ہوجائے۔ چوتھی تکبیر کے بعد جو دعا بیان ہوئی یہ بالغ مومن مرد اور عورت کے لیے ہے۔ اگر مومن لڑکا مر گیا ہو تو کی نماز میں چوتھی تکبیر کے بعد کہے: اللٰهم اجعله لناولابویه سلفاً و فرطاً واجراً اور اگر وہ شخص مستضعف ہو یعنی ضعیف الاعتقاد تو اس کے لیے چوتھی تکبیر کے بعد کہے: اللٰهم اغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقهم عذاب الجحیم۔ مستضعف کے معنوں میں اختلاف ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ مستضعف وہ ہے جو مذہب حق کو نہ جانتا ہو اور اس سے کوئی عناد نہ رکھتا ہو۔ اگر کوئی مخالف مذہب اور منافق مرجائے تو علماء نے لکھا ہے کہ اس کی نماز چار تکبیروں پر تمام کردے۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد اس کے لیے بددعا کرے اور اس طرح سے کہے: اللٰهم املاء جوفه ناراً و قبره نارا وسلط علیه الحیات والعقارب اور اگر اعتقاد سے مطلقاً واقف نہ ہو تو کہے: اللٰهم ان کان یحب الخیر واهله فاغفر له وارحمه وتجاوز عنه اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایسے شخص کے لیے بھی مستضعف والی دعا پڑھے۔

متن:

عورت کو جب دفن کرنے کا وقت ہو تو قبلہ رخ کر کے اس کے جنازے کو قبر کے سامنے رکھا جائے (یعنی قبلہ کی طرف جو قبر کی دیوار ہے اس سے ملا کر جنازہ رکھیں اور اسی جگہ سے عورت کو قبر میں اتاریں۔) میت کے ساتھ قبر میں اتر جانے والی عورت کو چاہیے کہ میت کو قبر میں لٹادے۔ اگر عورتیں موجود نہ ہوں تو اس عورت کا شوہر اسے قبر میں اتارے اور محرم مردوں کو چاہیے کہ اس کی تجہیز کے متولی ہوں اور اس کے سارے امور بجالائیں۔ پس اگر اس کا شوہر نہ ہو اور نہ کوئی محرموں میں سے ہو تو دیگر مسلمان اس کی تجہیز کی طرف متوجہ ہوں گے۔ قبر میں عورت کو قبلہ رخ داہنی کروٹ پر لٹادیا جاتا ہے اسی طرح مرد کو بھی لٹایا جائے گا۔ اور قبر میں لٹانے

کے بعد کفن کی گرہیں کھول دی جائیں گی، مرد کو قبر میں عورت کے برخلاف اتارا جائے گا اور جنازے کو قبر کی پائینتی کی جانب رکھا جائے گی، اس طرح سے کہ جنازے کا سرہانا قبر کی پائینتی سے متصل ہو اور اسی جگہ سے قبر میں اتاریں گے تا کہ اس کا سر قبر میں پہلے داخل ہو، جس طرح جب شکم مادر سے دنیا میں آیا تھا تو سر کے بل آیا تھا۔ چار کھلی ہوئی انگلیوں کی مقدار قبر کی مٹی بلند کی جائے گی۔ (یعنی جب قبر کے اوپر تختہ ڈال کر مٹی کو زمین کے برابر کر دیں تو اس کے بعد نشان کی خاطر قبر کو زمین سے تھوڑی بلند کریں۔) قبر سے نکالی گئی مٹی کے علاوہ کسی اور جگہ سے قبر پر مٹی ڈالنا مکروہ ہے۔ میت کو تابوت کی بہ نسبت خاک میں دفن کرنا افضل ہے۔ مردے کو تابوت سے نکال کر دفن کرنا چاہیے۔ کیونکہ شریعت کا یہی حکم ہے اور اسی طرح سے احادیث میں وارد ہوا ہے۔

حق تعالیٰ توفیق دینے والا ہے الحمد للہ کہ کتاب تمام ہوئی۔

مترجم:

متن کے نسخے میں کافی غلطیاں تھیں۔ اس نسخے کے سوا کوئی اور نسخہ ہاتھ نہ آیا اور ترجمہ میں تعجیل ملحوظ تھی، لہٰذا حتی الوسع تصحیح اور تاویل کی گئی ہے اور اگر از روئے سہو و نسیان کوئی قصور اور کمی ترجمۂ عبارت میں ہو گئی ہو تو اس بے بضاعت کو معذور سمجھیں۔

اس کتابِ مفید کے ترجمے سے شب چہار شنبہ بتاریخ ۷ جمادی الثانی ۱۲۷۵ھ میں فارغ ہوئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً و آخراً

(ضمیمہ)

خواتین کے جدید مسائل

فقہاء و مجتہدین کی نظر میں

تقلید

پیش آنے والے واقعات میں ان لوگوں کی طرف رجوع کرو جو ہماری احادیث کو بیان کرتے ہیں وہ ہماری جانب سے تم پر اور ہم خدا کی جانب سے ان پر حجت ہیں۔

(الحکم الزاہرہ ج ۱ ص ۱۷۱، بحار الانوار ج ۵۳، ص ۸۱)

سوال ۱: جو نوجوان بالغ ہو رہے ہیں تقلید کے سلسلے میں ان کی کیا ذمہ داری ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

شرعی ذمہ داری کے مطابق تقلید کریں۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

تحقیق کے بعد زندہ عالم مجتہد کی تقلید کریں۔

آیت اللہ بہجت:

شرائط جو توضیح المسائل میں موجود ہیں۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

اہل علم اور با اعتماد لوگوں سے تحقیق کر کے اعلم کو پہچانیں اور اس کی تقلید کریں اور اگر اعلم کو پہچاننا مشکل ہو اور کئی مجتہدین کے اعلم ہونے کا احتمال مساوی ہو تو کسی ایک کی تقلید کرنا کافی ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

تحقیق کریں اور جامع الشرائط مجتہد کی تقلید کریں۔

آیت اللہ سیستانی:

زندہ اعلم مجتہد کی تقلید کریں۔

آیت اللہ تبریزی:

توضیح المسائل میں مذکورہ معتبر ذرائع کے مطابق باپ یا رشتہ داروں نے اعلم کی شناخت کرلی ہے یا انہیں گمان حاصل ہے تو وہ اپنے نوجوان فرزند کو اس کی طرف رجوع کرا سکتے ہیں۔

سوال۲: کیا مردہ مجتہد کی تقلید پر باقی رہنے کے لیے زندہ اعلم مجتہد کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

ضروری ہے۔

آیت اللہ فاضل:

ضروری ہے؛

آیت اللہ صافی:

ضروری ہے

آیت اللہ مکارم:

ضروری ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

ضروری ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۱۵، ۱۶۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

نامحرم کے احکام

نامحرم مردوں کے ساتھ خواتین کی بات چیت

نامحرم عورتوں سے بات چیت کرنا شیطان کی کمندوں میں سے ایک ہے۔

(مستدرک روسائل ج ۱۴، ص ۲۷۳)

پیغمبر اکرمؐ نے اپنی بیویوں سے جو بیعت لی تھی، ان میں سے ایک یہ تھی کہ وہ خلوت میں مردوں کے ساتھ سفر اور نشست و برخاست نہ کریں۔

(مستدرک روسائل ج ۱۴، ص ۱۳۳، بہشت جوانان ص ۲۲۳)

سوال ۱: خریداری کے دوران اور دوسرے موارد میں خواتین کا ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ نامحرم مردوں سے بات چیت کرنا کیسا ہے؟

سوال ۲: خواتین اور لڑکیوں کا سڑک کے کنارے بلند آواز سے قہقہہ لگانا اور بعض ایسی حرکتیں کرنا جس سے نامحرم کی نگاہیں متوجہ ہوتی ہیں کیسا ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

(۱) نامحرم کے ساتھ بات چیت کرنا یا ہنسنا موجب مفسدہ ہو تو جائز نہیں ہے۔

(۲) نامحرم کی توجہ مبذول کرانے والے ہر کام سے پرہیز کیا جائے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

کلی طور سے خواتین اور لڑکیوں کا لباس، ان کا چلنا، بات چیت کرنا باعث نہ بنے کہ نامحرم متوجہ ہو جائے اس کی بری نگاہ پڑے یا اس کی شہوت برانگیختہ ہو جائے اور اگر ایسا کوئی کام کرے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

آیت اللہ بہجت:

(۱) وہ کام جس میں فتنہ و فساد ہو، جائز نہیں ہے۔

(۲) جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

(۱) یہ کام حکم قرآن کے خلاف ہے: ولا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض۔

(۲) جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

(۱) اشکال ہے۔ وقت ضرورت، ضروری بات چیت سے زیادہ تجاوز نہ کریں۔

(۲) بہتر یہ ہے کہ مسلمان خواتین اور لڑکیاں ایسے کاموں سے پرہیز کریں اور اگر فساد پیدا ہونے کا خوف ہو تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

(۱) اگر جان بوجھ کر ایسا کام انجام دے جو متوجہ ہونے کا باعث بنے تو اشکال ہے۔

(۲) پاک دامن خواتین ایسا کام نہیں کرتی ہیں اور اگر دونوں میں سے کسی ایک کی شہوت برانگیختہ ہونے کا سبب بنے تو حرام ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۱۳۷، ۱۳۸۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

نامحرم کو دیکھنا

نامحرم کو دیکھنا شیطان کی کمندوں میں سے ایک ہے (پیغمبر اکرمؐ، الحکم الزاہرہ ج ۱ ص ۳۰۱)

نامحرم کو دیکھنا کس قدر حسرت اور طویل پشیمانی کا باعث ہے۔

(امام صادق علیہ السلام، الحکم الزاہرہ ج ۱ ص ۳۰۱)

جو شخص خوف خدا کی وجہ سے نامحرم کو دیکھنا ترک کرے تو خداوند عالم اسے ایسا ایمان عطا کرتا ہے جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پائے گا۔ (رسول اکرمؐ، الحکم الزاہرہ ج ۱ ص ۳۰۱)

سوال: عورت پر چہرے اور کلائیوں تک ہاتھوں کا چھپانا واجب نہیں ہے، لہٰذا اس کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف نامحرموں کا دیکھنا کیا حکم رکھتا ہے۔ کیا نامحرموں سے پیروں کا چھپانا بھی واجب ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

فرض سوال کے مطابق اگر دیکھنا لذت کے ساتھ ہو یا ہاتھ اور چہرے پر میک اپ کیا ہوا ہو تو جائز نہیں ہے، پیروں کو نامحرموں سے چھپانا لازم ہے۔

آیت اللہ بہجت:

چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا فتنہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو اشکال ہے، لذت وشہوت کے ساتھ دیکھنا حرام ہے۔ نیز پیروں کا چھپانا بھی واجب ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر لذت وشہوت کے ساتھ نہ ہو اور گناہ میں پڑ جانے کا اندیشہ نہ تو دیکھنا جائز ہے۔ پیروں کو نامحرم سے چھپانا چاہیے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اگر شہوت کے ساتھ ہو تو قطعاً جائز نہیں ہے، اگر شہوت کے ساتھ نہ ہو تب بھی احتیاط

نہ دیکھنے کا تقاضا کرتی ہے۔ پیروں کو نامحرم سے چھپانا چاہیے۔

آیت اللہ گلپایگانی:

بنا بر احتیاط چہرے اور ہاتھوں کو کلائیوں تک چھپانا عورتوں پر واجب ہے۔ چہرے اور ہاتھوں کی طرف نامحرموں کا دیکھنا اگرچہ لذت کی نگاہ سے نہ بھی ہو بنا بر احتیاط جائز نہیں ہے۔ اور پیروں کو چھپانا عورت پر واجب اور نامحرم کا دیکھنا بغیر لذت وشہوت کے بھی حرام ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

ہاتھوں اور چہرے کو نہ چھپانے کا جواز نامحرموں کے دیکھنے کے جواز کے ساتھ ملازمۃ نہیں رکھتا، لذت حاصل ہونے کی صورت میں دیکھنا حرام ہے اور بنا بر احتیاط واجب پیروں کو نامحرموں سے چھپانا عورت پر لازم ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اگر لذت کے قصد سے نہ ہو اور گناہ مین پڑنے کا خوف نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ خواتین پیروں کو بھی چھپائیں۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء ومراجع تقلید جلد سوم، ص ۱۱۱، ۱۱۲۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

نامحرم کے ساتھ بیٹھنا

ہمارے جد ابراہیم خلیلؑ بہت غیرت مند تھے اور میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں، خداوند عالم بے غیرت کی ناک زمین پر رگڑتا ہے۔ (پیغمبر اکرمؐ، بحار الانوار ج ۳، ص ۲۴۸)

سوال: کیا عورتوں کے ساتھ ٹیکسی یا دیگر ٹرانسپورٹ میں اس طرح ایک ساتھ بیٹھنا کہ ایک دوسرے کے لباس مل رہے ہوں جائز ہے؟

آیت اللہ بہجت:

اگر فتنہ و فساد کا سبب بنے تو اشکال ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اگر مفسدہ ہو تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر شہوت کو متحرک کرنے کا سبب بنے تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

احتیاط کی بنا پر عورت کو چاہیے کہ اپنی عفت کی حفاظت کے لیے ٹرانسپورٹ میں (عورتوں کی مخصوص نشستوں پر) عورت کے ساتھ بیٹھے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

اگر فساد و شہوت کا باعث نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد سوم، ص ۱۶۱، ۱۶۲۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

نامحرم مرداورعورت کاہاتھ ملانا:

جونامحرم عورت سے ہاتھ ملائے وہ غضب الٰہی میں مبتلا ہوگا۔نامحرم مرد اور نامحرم عورت کاہاتھ ملانا حرام ہے۔(امام صادق علیہ السلام/وسائل الشیعہ ج ۱۴،ص ۱۴۳۔۱۵۱)

سوال:ایک مسلمان عورت جواحکام اسلام کی معتقد ہے،لیکن ایک ایسے معاشرے میں پرورش پائی ہے کہ نامحرم مرد کے ساتھ دوران ملاقات ہاتھ نہ ملانا اپنی کمزوری سمجھتی ہے،ایسی صورت میں اس کے ساتھ ہاتھ ملانے کاحکم کیاہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

جائزنہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

جائزنہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اجنبی مرد کا اجنبی عورت سے مصافحہ حرام ہونا واضح ہے اور یہ مسئلہ فقہ اسلام میں تسلیم شدہ ہے،سرعام اس کی حرمت زیادہ شدید ہے،فرق نہیں ہے کہ عورت پردے پر اعتقاد رکھتی ہو یانہیں،عورت کی کمزوری وہاں تصور کی جاسکتی ہے جہاں دینی حکم لازمی نہ ہو،صرف اپنی کمزوری کا گمان حرام کوحلال نہیں کرسکتا ہے،پروردگار احکام الٰہی کو پائمال کرنے والے فتنوں سے ہم سب کومحفوظ رکھے بحق محمدوآل محمد صلواۃ اللہ علیہم اجمعین۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

ج۱:فرض سوال میں مصافحہ جائزنہیں ہے،یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ اپنی کمزوری کا بہانہ کرکے فعل حرام کے مرتکب ہوجائیں اوراپنے اسلامی تشخص کوخراب کریں۔

ج۲:جائزنہیں ہے۔

ج ۳: واضح ہے کہ اس کی حرمت زیادہ سخت ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

نامحرم خواتین سے ہاتھ نہ ملانا اور مصافحہ نہ کرنا فقہ شیعہ کے مسلمات میں سے ہے یہاں تک کہ اہل سنت کے چاروں مذاہب میں بھی یہی حکم ہے، صرف ابوحنیفہ نے عمر رسیدہ خواتین سے مصافحہ جائز قرار دیا ہے۔ دوسرے حرام قرار دیتے ہیں۔ کتب شیعہ اور کتب اہل سنت میں بہت ساری روایات آئی ہیں جو اس کو واضح طور پر حرام قرار دیتی ہیں ان میں سے ایک روایت میں رسول اکرمؐ نے فرمایا: جو کوئی نامحرم عورت سے مصافحہ کرے وہ غضب الٰہی کا شکار ہوگا، خود رسالت مآبؐ بھی خواتین سے بیعت لیتے وقت ہاتھ نہیں ملاتے تھے۔ مسلمان ہونے یا مسلمان نہ ہونے میں، پردے کے قائل ہونے یا نہ ہونے میں سر عام ہاتھ ملانے وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے اگرچہ مسلمان خواتین سے ہاتھ ملانا اور اس کام کو سر عام انجام دینے میں حرمت زیادہ شدید ہے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مغرب کی کوشش یہی ہے کہ وہ اپنی ثقافت کو ہم پر مسلط کریں اور ہماری فکر و ثقافت استقلال کو ہم سے چھین لیں اور ہمارے معاشرے کو آلودہ کریں، یہ کام ملت اسلام جیسی عظیم ملت کی شان کے خلاف ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد چہارم، ص ۶۹، ۷۰۔ مؤلف: سید محسن محمودی)

نامحرم کا رُوپ دھارنا

اپنی آنکھوں کو نامحرم کی طرف دیکھنے سے بچاؤ، تمہیں عجائب دکھائی دیں گے۔ ہر عضو کا زنا ہوتا ہے اور آنکھوں کا زنا نامحرم کو دیکھنا ہے۔ (رسول اکرمؐ رمیزان الحکمۃ ج ا ص ۲۷ تا ۴۷)

سوال: آیا فلم یا ڈرامے میں اداکاری کے لیے مرد کا نامحرم خواتین کا روپ دھارنا یا عورت کا نامحرم مرد کا روپ دھارنا جائز ہے؟

آیت اللہ مکارم شیرازی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

مرد کا عورت کو دیکھنا اور چھونا یا اس کے برعکس، استثنائی موارد کے علاوہ جائز نہیں ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد چہارم، ص ۴۳، ۴۷۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

محرم عورت کو دیکھنے کی مجاز مقدار

حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے اور جس کے پاس حیا نہیں اس کے پاس ایمان نہیں۔

(رسول اکرمؐ/الحکم الزاہرہ ج ۲، ص ۴۲۲)

عفت شہوت کو ضعیف کرتی ہے۔ (امام علیؑ/میزان الحکمۃ ج ۶، ص ۳۶۳)

جب اپنے بھائی سے ملنے جاؤ تو رنگین اور شہوت انگیز کپڑے نہ پہنا کرو۔

(امام صادق علیہ السلام/وسائل الشیعہ ج ۱۴، ص ۱۵۲)

سوال: محارم کا ایک دوسرے کے بدن کی طرف دیکھنا جیسے بھائی، بہن یا دوسرے محارم میاں بیوی کے علاوہ کس مقدار تک جائز ہے؟ افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ گھر کے اندر پہنے جانے والے لباس اور شادی کی محفلوں میں محارم خواتین کے توسط سے غیر اخلاقی چیزیں نمایاں ہو رہی ہیں۔

آیت اللہ خامنہ ای:

محارم کے بدن کی طرف دیکھنا سوائے شرمگاہ کے جائز ہے، لیکن اگر شہوت کو ابھارنے کا سبب بنے یا لذت کی نگاہ سے دیکھے یا کوئی مفسدہ ہو جائے تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

ان چیزوں کی طرف دیکھنا جو عام طور پر نہیں چھپائی جاتیں اور تحریک شہوت و فساد کا باعث نہ ہو تو کافی ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اس حد تک دیکھنا جو محارم معمولاً ایک دوسرے سے نہیں چھپاتے جائز ہے اور اس سے زیادہ جائز نہیں۔

آیت اللہ سیستانی:

صرف شرمگاہ کو چھپانا واجب ہے۔ البتہ شہوت انگیز لباس سے پرہیز کیا جائے۔

آیت اللہ بہجت:

ہر وہ چیز جو فتنہ وفساد کا سبب بنے اس سے پرہیز کیا جائے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

شرمگاہ کی طرف دیکھنا یقینی طور پر حرام ہے۔ اور بدن کے دیگر حصوں کی طرف دیکھنا بھی اگر شہوت کو متحرک کرنے اور مفسدہ کا باعث ہو تو حرام ہے ورنہ حرام نہیں ہے۔ البتہ احتیاط یہ ہے کہ معمول کی حد تک بدن کو چھپایا جائے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

شرمگاہ کے علاوہ بدن کے دیگر حصوں کی طرف دیکھنے میں کوئی اشکال نہیں ہے اگرچہ ناف اور گھٹنوں کے درمیان کے حصے کو دیکھنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر لذت کے ساتھ ہو تو حرام ہے، اور اسی طرح اگر مفسدہ کا باعث بنے تب بھی حرام ہے، بہر حال دور حاضر میں خواتین کے لباس کو مدنظر رکھتے ہوئے (جس میں اخلاقی امور کی رعایت نہیں کی جاتی اور اکثر خواتین لاابال ہیں) نہیں دیکھنا چاہیے۔

(بحوالہ مسائل جدید از دیدگاہ علماء ومراجع جلد ۵، ص ۴۵، ۴۶، مؤلف سیّد محسن محمودی)

بیرونی فلموں میں کام کرنے والی اداکارہ خواتین کو دیکھنا

فضول اور بیہودہ نگاہ کرنے سے بچو، بتحقیق بیہودہ نگاہ نفس کو ابھارتی اور غفلت کا سبب بنتی ہے۔

(رسول اکرمؐ/میزان الحکمہ ج ۱۰، ص ۷۰)

جو اپنی آنکھ کو اس کے حال پر چھوڑ دے وہ زیادہ پشیمان ہوگا۔

(امام علیؑ/میزان الحکمہ ج ۱۰، ص ۷۱)

سوال: بیرونی فلمیں دیکھنا جن میں مسلمان اداکارائیں مسلمان ممالک سے جاکر بے حجابی کے ساتھ فلموں میں کام کرتی ہیں، کیا حکم ہے؟ اور ایسی فلموں کو ٹیلی ویژن سے نشر کرنے کا کیا حکم ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

اگر لذت و مفسدہ کی غرض سے نہ دیکھا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

ایسی فلمیں دیکھنا، اُن میں کام کرنا اور نشر کرنا حرام ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اگر مفسدہ ہو تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

ایسی فلموں کو بنانا، نشر کرنا، اور دیکھنا جو اسلامی معاشرے کو برائی کی طرف لے جائیں جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

شہوت کے بغیر دیکھنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

کلی طور پر حرام ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اگر لذت کی نگاہ سے دیکھے یا فساد کا سبب بنے تو جائز نہیں ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد پنجم، ص ۴۹، ۵۰۔ مؤلف۔ سیّد محسن محمودی)

نامحرم کے ساتھ ایک جگہ کام کرنا

نامحرم خواتین کی طرف دیکھنے سے اجتناب کرو کیونکہ یہ عمل شہوت کو ابھارنے اور فسق کو اجاگر کرنے کا کام ہے۔ (حضرت عیسیٰؑ رمیزان الحکمہ ج ۱۰ا ص ۷۱)

متقین افراد وہ ہیں جو خدا کی حرام کردہ چیزوں سے اپنی نگاہیں بند رکھتے ہیں۔

(امام علیؑ رنہج البلاغہ خطبہ ۱۹۳)

سوال: ایک اجنبی مرد و عورت کا ایک ہی کمرے کے اندر کام کرنا جہاں تیسرا فرد موجود نہ ہو شرعی اعتبار سے کیا حکم رکھتا ہے؟ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض اداروں کے مسئولین اس معاملے میں کوئی اقدام نہیں کرتے۔ جناب عالی اس حوالے سے کیا فرماتے ہیں؟

آیت اللہ خامنہ ای:

اگر نامحرم کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا صدق آئے یا حرام میں واقع ہو جانے کا خوف ہو تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

فرض سوال میں اگر کوئی اور شخص وہاں نہیں آسکتا اور مفسدہ کا بھی احتمال دیا جائے تو جائز نہیں ہے اور اس صورت میں مسئولین کو چاہیے کہ اس مسئلے پر غور کریں۔

آیت اللہ بہجت:

نامحرم مرد اور عورت کا ایک ساتھ کام کرنا حرام ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر گناہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو جائز نہیں ہے۔ اور اکثر اوقات ایسے معاملات گناہ کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ لہٰذا اداروں کے مسئولین کو چاہیے کہ وہ سختی سے منع کریں۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

فرض سوال کے مطابق اگر کمرے کا دروازہ اس طرح بند ہو کہ کوئی اندر نہیں آسکتا تو نامحرم کے ساتھ خلوت کہلائے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

تیسرے آدمی کا آنا ممکن نہ ہو تو حرام ہے ورنہ جائز ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

نامحرم عورت کے ساتھ ایسی خلوت میں بیٹھنا جہاں کوئی آتا جاتا نہ ہو جائز نہیں ہے۔

(بحوالہ مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع جلد ۵، ص ۵۱، ۵۲، مؤلف سید محسن محمودی)

نامحرم مرد اور عورت کی دوستی

نامحرم عورتوں کے ساتھ گفتگو کرنا شیطان کی کمندوں میں سے ایک ہے۔

(امام محمد باقر علیہ السلام رمستدرک الوسائل ج ۱۴، ص ۲۷۳)

جو خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ کبھی ایسے مکان میں صبح نہیں کرے گا جہاں نامحرم عورت کی سانسیں سنائی دیں۔ (پیغمبر اکرمؐ روسائل الشیعہ ج ۱۴، ص ۱۳۳)

سوال: نامحرم مرد اور عورت کا ایک دوسرے سے دوستی کرنا اور فون پر باتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

اگر لذت اور شہوت کو متحرک کرنے کی نیت سے ہو تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

حرام ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

حرام ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

اجتماعی اور گھریلو مفاسد پیدا کرنے والی چیزوں سے اجتناب کیا جائے اور مناسب طریقے سے شادی کے مقدمات فراہم کیے جائیں۔

(بحوالہ مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع جلد ۵، ص ۵۳، ۵۴، مؤلف سیّد محسن محمودی)

نامحرم کو چُھونا

سوال: میڈیکل کالج میں پڑھنے والے طلباء و طالبات اپنے تعلیمی زمانے میں مخالف جنس سے تعلق رکھنے والے افراد کے بدن کے حصے چھو سکتے ہیں؟

آیت اللہ خامنہ ای:

اگر ملک کی ضرورت ہو تو فقط ضرورت کی حد تک یہ کام کیا جا سکتا ہے، لیکن فقط سیکھنے کے لیے ہو تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی:

محل اشکال ہے۔

آیت اللہ بہجت:

ضرورت کے علاوہ جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ مکارم:

اگر مخالف جنس کا معائنہ تعلیم کے لیے ضروری ہو تو کوئی حرج نہیں۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر بیماروں کی جان اس بات پر موقوف ہو اگر چہ زمانہ مستقبل میں، تو جائز ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

اگر اس کام کے لیے مجبور نہ ہو تو جائز ہے۔

پردے کے احکام

بے حجابی

ہر وہ مرد دیوث ہے جو بناؤ سنگھار کی ہوئی بیوی کے ساتھ گھر سے باہر نکلے، ایسے مرد کو دیوث کہنا گناہ نہیں ہے نیز کوئی عورت خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلے اور اس کا شوہر اس عمل سے راضی ہو تو عورت کے ہر قدم پر جہنم میں ایک گھر تیار کیا جاتا ہے۔

(بحار الانوار ج ۱۰۳، ص ۲۴۹، حدیث رسولؐ)

پیغمبر اکرمؐ کی زوجہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جس وقت پردے کی آیت نازل ہوئی تو انصار کی خواتین سیاہ عبا (چادر) اوڑھ کر گھروں سے باہر نکلتی تھیں۔

(الدرر المنثور، ج ۵، ص ۲۰۴)

سوال ۱: خواتین کا ایسے باریک موزے پہننا جن سے پاؤں نمایاں ہوتا ہو اور گھر سے باہر نکلنا جب کہ نامحرم کی نگاہ پڑتی ہو کیا حکم ہے اور خواتین کے سر کے کچھ بال مقنعہ سے باہر نکلنا جبکہ نامحرم کی نگاہ پڑتی ہو کیسا ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

نامحرم سے اپنے بدن (پاؤں) کو چھپانا خواتین پر واجب ہے، اس قسم کے موزے شریعت میں واجبی حجاب کے لیے کافی نہیں اور اسی طرح سر کے تمام بال نامحرم سے چھپانا واجب ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

حرام ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

حرام ہے۔

آیت اللہ صافی:

حرام ہے۔

آیت اللہ مکارم:

بلاشک جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

جائز نہیں ہے۔

سوال ۲: خواتین کے لیے سیاہ چادر مکروہ ہے یا سیاہ چادر کی جگہ نئے ڈیزائن کا رنگین کوٹ پہننا چاہیے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

سیاہ چادر میں کوئی اشکال نہیں اور نہ ہی مکروہ ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

خواتین کو چاہیے کہ وہ چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ بدن اور اپنی زینت نامحرم سے چھپائیں، البتہ خواتین خوبصورت لباس پہن سکتی ہیں لیکن چادر کے ذریعے اپنے بدن اور زینت کو اچھی طرح چھپانا ضروری ہے۔ سیاہ چادر سیاہ عبا کی مانند ہے اور مکروہ نہیں۔

آیت اللہ فاضل:

سیاہ چادر حجاب کی بہترین قسم ہے اور مردوں کی توجہ مبذول کرنے والا لباس پہننا حرام ہے۔

آیت اللہ مکارم:

عورتوں کے لیے بہترین حجاب سیاہ چادر ہے اس کا مکروہ ہونا ثابت نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

خواتین کے لیے چادر بہترین حجاب ہے مومن خواتین کے لیے مناسب نہیں کہ وہ بغیر چادر کے باہر نکلیں۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۳۱ تا ۳۴۔ مؤلف ۔ سیّد محسن محمودی)

پروگرام برائے خواتین

سوال: خواتین کی مجالس ومحافل میں خواتین کا لاؤڈ اسپیکر پر تقاریر کرنا کیسا ہے جبکہ ان کی آواز گلی کوچوں میں نامحرم سن رہے ہوں اوران کے لیے تحریک کا باعث ہو؟

آیت اللہ خامنہ ای:

فساد کا سبب بننے کی صورت میں جائز نہیں (مجموعۂ استفتاءات)

آیت اللہ سیستانی:

اگر آواز شہوت ابھارنے والی ہو تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

لذت، اضطراب اور اخلاق فاسد کا باعث ہو تو محل اشکال ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

مذکورہ فرض کی صورت میں جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

ایسی چیزیں جو شہوت ابھارنے کا سبب ہوں انجام نہ دی جائیں۔

آیت اللہ بہجت:

مذکورہ فرض میں اشکال ہے اگر نامحرم کے لیے باعث شہوت ہو تو یقینی طور پر حرام ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اگر سُر اور آواز کے ساتھ ہو تو حرام ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اوّل، ص ۶۹، ۷۰۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

زنانی مجالس سے مرد کا خطاب:

سوال: خواتین کے درمیان بہترین مقررہ اور منقبت خواں خواتین موجود ہوتی ہیں مردوں کا خواتین کی محفل میں منقبت پڑھنا یا تقریر کرنا کیسا ہے؟

آیت اللہ سیستانی:

بذات خود کوئی حرج نہیں ہے

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

شرعی احکام کی مکمل رعایت کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

چاہے مرد سے استفادہ کرے یا عورت سے دونوں صورتوں میں احکام شرعی کی رعایت ہونی چاہیے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

زنانی مجالس میں حدود شرعی کی حفاظت کے ساتھ کوئی اشکال نہیں ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

شرعی احکام کی رعایت کے ساتھ کوئی اشکال نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

حجاب کی حفاظت کے ساتھ معروض فساد سے محفوظ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد چہارم، ص ۷۵، ۷۶۔ مؤلف۔ سیّد محسن محمودی)

بے پردہ خواتین کے پوسٹر

جس کو لوگوں سے شرم وحیا نہ آتی ہو اس کو خدا سے بھی شرم وحیا نہیں آتی ہے۔

(امام علیؑ/الحکم الزاہرہ ج۱،ص۲۶۶)

سوال: برہنہ سر یا میک اپ کی ہوئی نامکمل حجاب والی عورتوں کی تصاویر اور پوسٹر چھاپنا، پھیلانا اور خرید وفروخت کرنا یا انہیں گھروں میں یا گاڑیوں میں لگانے کا حکم کیا ہے؟

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

جائز نہیں ہے کیونکہ یہ سب چیزیں مسلمان معاشرے کی پاکدامنی کے لیے نقصان دہ ہیں اور برے نتائج کا لازمہ ہیں۔

آیت اللہ سیستانی:

مفسدہ کا باعث ہو تو پھیلانا جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

اشکال سے خالی نہیں ہے بلکہ بعض صورتوں میں حرام ہونا یقینی ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

ان میں سے کوئی ایک کام بھی جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اگر صاحب عکس کو جانتے ہوں اور جنسی تحریک یا مفسدہ کا باعث ہو تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

جو چیز ترویج فساد اور معاشرے کی پاکدامنی کے منافی ہو وہ حرام ہے، میڈیا پر اس طرح کی تصاویر کی نمائش بسا اوقات حرام میں واقع ہونے کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا جائز نہیں ہے۔ (مسائل جدید از دیدگاہ علماء ومراجع تقلید جلد چہارم، ص ۷۷، ۷۸۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

خواتین کا مجالس سے خطاب

تو ایسے نرم لہجے میں گفتگو نہ کرو وہ شخص جس کے دل میں مرض ہے غلط فہمی سے کوئی توقع کرنے لگے اور صاف صاف بات کرو۔ (سورۂ احزاب ۳۲)

سوال: خواتین کا مجالس عزاداری سے خطاب کرنا کیسا ہے جب کہ نامحرم ان کی آواز سن رہے ہوں؟

آیت اللہ خامنہ ای:

اگر مفسدہ کا خوف ہو تو اجتناب کرنا چاہیے (اجوبۃ الاستفتاءات ج ۱، ص ۱۳۲)

آیت اللہ مکارم شیرازی:

جائز نہیں ہے۔ (استفتاءات جدید ج ۲، ص ۲۴۷)

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اگر لذت و فساد نہ ہو تو ان کی آواز سننا حرام نہیں ہے۔ لیکن جیسا کہ خدا فرماتا ہے فاسئلوھن من وراء حجاب، "بہتر ہے زنانی مجالس خصوصاً عزاداری اور محافل میلاد اس طرح سے ہوں کہ عفت کا مکمل لحاظ رکھا جائے۔ (جامع المسائل ج ۱، ص ۶۲۵)

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

زنانی مجالس میں خواتین کا خطاب کوئی حرج نہیں ہے، اگر ان کی آواز نامحرم تک نہ پہنچے۔ (جامع الاحکام ج ۲، ص ۱۳۰)

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد چہارم، ص ۶۷ تا ۶۸۔ مؤلف۔ سیّد محسن محمودی)

حیا اور عفت کے برخلاف پروگراموں کا انعقاد اور نشر کرنا

جس کے پاس حیا نہیں اس کے پاس ایمان نہیں (پیغمبر اکرمؐ، رالحکم الزاہرہ ج ۲، ص ۴۲۱)

خدا اس شخص پر لعنت کرے جو بے غیرت ہے (امام علیؑ رالحکم الزاہرہ ج ۱، ص ۲۶۷)

خدا کے نزدیک پیٹ اور شہوت کی عفت سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں

(امام باقرؑ رالحکم الزاہرہ ج ۱، ص ۲۶۸)

سوال: ٹیلی ویژن کے ان پروگراموں کا انعقاد اور نشر کرنا جو عورتوں کی حیا اور حجاب کو تباہ کرنے کا باعث بنیں جیسے نامحرموں کے سامنے عورت کا چیخنا، اور پروگرام میں شرکت کرنے والی خواتین کا حد سے زیادہ مذاق کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

اس قسم کے پروگراموں میں شرعی اصولوں کی رعایت ضروری ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

مذکورہ سوال کی بنا پر جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

فساد اور حرام میں مرتکب ہونے کی بنا پر جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

جب بھی فساد و لذت ابھارنے کا سبب بنے تو اجتناب کرنا چاہیے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

شہوت انگیز حرکتوں سے روکا جانا چاہیے۔

آیت اللہ تبریزی:

جو امور معاشرے میں فساد پھیلانے، اور گناہ میں مرتکب کرنے کا سبب بنیں ان میں شرکت کرنا، رقم خرچ کرنا اور ان کی ترویج کرنا حرام ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد سوم، ص ۱۶۳، ۱۶۴۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

استقبالیہ پروگراموں میں خواتین کی شرکت کا حکم

خواتین کے لیے بہترین چیز یہ ہے کہ نامحرم مرد انہیں نہ دیکھیں اور وہ بھی کسی نامحرم کو نہ دیکھیں۔ (حضرت زہراؑ ر بحارالانوار ج ۴۳ ،ص ۵۴)

سوال: کیا عورتوں کا استقبالیہ پروگراموں میں خوش آمدید کہنے اور گلدستہ پیش کرنے کے لیے شرکت کرنا جو کہ وزارت خانوں اور سرکاری اداروں کی جانب سے ترتیب دیے جاتے ہیں، جائز ہے؟ کچھ لوگ تو اس بات کے معتقد ہیں کہ آزاد اور اسلامی معاشرے میں عورتوں کا احترام ہمارا مقصود ہے۔

آیت اللہ خامنہ ای:

استقبالیہ پروگراموں میں بیرونی مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کے لیے خواتین کا لایا جانا کوئی وجہ نہیں رکھتا اور اگر فساد اور غیر اسلامی ثقافت کی ترویج کا سبب بنے تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

ہر وہ چیز جو عورت کی عصمت وعفت کو داغدار کرے حرام ہے، اگر چہ مورد پسند ہی کیوں نہ ہو۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

اس امر کی نوعیت خلاف شرع میں مرتکب کرنے کا باعث ہے اور جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

ان میں سے کوئی بھی کام مشروع عمل نہیں ہے، جو فساد پھیلانے کا ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اس کو ترک کرنا بہتر ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء ومراجع تقلید جلد سوم ،ص ۱۶۵، ۱۶۶۔ مؤلف ۔سیدؒ محسن محمودی)

شادی بیاہ کے احکام

شادی بیاہ میں بے جا سختی

بابرکت خواتین وہ ہیں جن کا مہر کم ہو۔ (محجۃ البیضاء ج ۳، ص ۹۱)

سوال: شادی بیاہ کے مسائل مثلاً مہر وغیرہ میں بعض والدین کی سختی کی وجہ سے جوان لڑکے لڑکیاں شادی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اکثر و بیشتر ایسی صورت میں کچھ خرابیاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ والدین کے اس رویے کے متعلق کیا حکم ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

شادی کے سلسلے میں والدین کو سختی نہیں کرنی چاہیے البتہ ماں، باپ لڑکی کی بھلائی کو مدنظر رکھیں۔

آیت اللہ سیستانی:

مہر معین کرنے کا اختیار لڑکی کو حاصل ہے۔ والدین جو کہ لڑکی کے لیے رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں افراط اور تفریط سے پرہیز کریں۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اگر ان کی سختی کی وجہ سے مذکورہ خرابی پیدا ہو جائے تو جائز نہیں ہے اور اصولاً جوان آدمی کی شادی میں سختی نہیں کرنی چاہیے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

جائز نہیں ہے۔ فضول بہانوں سے شادی میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔

آیت اللہ بہجت:

خرابی لازم آنے کی صورت میں سختی کرنا حرام ہے۔ لیکن اصل مہر جس قدر زیادہ ہو شریعت مقدس اسلام میں منع نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

اسلام کا دستور یہ ہے کہ مہر اور دیگر شرائط کو آسان کیا جائے تا کہ ضرورت مند انسان کے لیے شادی ممکن ہو سکے اور معاشرہ اور افراد گناہ میں آلودہ نہ ہو جائیں۔

آیت اللہ جواد تبریزی:

اگر کسی صالح شخص کا رشتہ آئے تو وہ ہر لحاظ سے بہتر ہونے کی صورت میں صرف مالی حالت کو مدنظر نہ رکھا جائے لیکن لڑکی کے اخراجات پورے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور لڑکی کی پسند بھی ہو تو باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس رشتے کو منع نہ کریں۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۱۷۱، ۱۷۲۔ مؤلف ۔سیّد محسن محمودی)

لڑکیوں کے متعلق ماؤں کی ذمے داری

ایک شخص اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر حضور اکرم کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ! اس بیٹے کا حق میرے اوپر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے لیے اچھے نام کا انتخاب کرو۔ اچھی تربیت کرو اور اچھا ماحول فراہم کرو۔ (امام کاظمؑ، وسائل الشیعہ ج ۱۵، ص ۱۹۸)

سوال: بعض مائیں اپنی نابالغ بچیوں کو ننگے سر اور بے حجاب مارکیٹ یا تقاریب میں لے جاتی ہیں جہاں نامحرموں کا سامنا ہوتا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ اولاد کے متعلق والدین کی ذمے داریاں بیان فرمائیں اور اس طرح کی لاپروائی کے لیے کیا حکم ہے؟

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

ماں باپ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اسلامی آداب، رسوم اور شرعی ذمے داریوں سے آشنا کرائیں چنانچہ مذکورہ صورت میں شہوت برانگیختہ ہونے یا مفسدہ کا سبب بنتا ہو تو اگر چہ لڑکی ممیّز نہ ہو پھر بھی اس کو پردہ کروانا چاہیے تا کہ معاشرہ بے راہ روی اور گناہ میں آلودہ نہ ہو جائے۔

آیت اللہ سیستانی:

نابالغ لڑکی پر، پردہ کرنا واجب نہیں ہے، لیکن ماں باپ کے لیے ضروری ہے کہ اپنے بچوں کو اسلامی آداب و رسوم کے عادی بنائیں اور ان کی صحیح شرعی تربیت کرنے کی کوشش کریں۔

آیت اللہ بہجت:

والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو شرعی ذمہ داریوں کی مشق کرائیں۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

یہ کام صحیح نہیں ہے۔ والدین کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ وہ اپنی چھوٹی بچیوں کو نامحرم سے

دور رکھیں اور پردہ کرنے کی عادت پیدا کرائیں اور اگر اس کام میں سستی کریں اور بچی نامحرم کے سامنے جانے میں لاپروائی کرے تو لڑکی کے گناہ میں والدین بھی شریک ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ ایک محفل میں امام علی رضا علیہ السلام تشریف فرما تھے آپ کے ساتھ چند اور لوگ بھی تھے۔ ایک بچی محفل میں داخل ہوئی۔ حاضرین میں سے ہر ایک نے بچی کو پیار کیا، جب وہ بچی امام کے پاس آئی تو آپ نے اس کی عمر کے متعلق دریافت کیا، جواب ملا پانچ سال۔ امام نے بچی کو ہٹا دیا اور دوسروں کی طرح آپؑ نے پیار نہیں کیا۔ امام کا یہ عمل مسلمان خواتین کے لیے نمونہ ہونا چاہیے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

ماں باپ پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بچپن سے ہی اسلامی مسائل سے آشنا کرائیں۔

آیت اللہ تبریزی:

نابالغ لڑکیوں پر پردہ کرنا واجب نہیں ہے لیکن والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کو اسلامی حجاب کا عادی بنائیں اور لڑکوں کو اسلامی احکام کی تربیت دیں۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۱۶۹، ۱۷۰۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

شادی کی نیت سے لڑکا اور لڑکی کی ملاقات

سوال: بعض گھرانوں میں رواج ہے کہ عقد نکاح سے پہلے (عام طور پر منگنی کے لیے جو رفت و آمد ہوتی ہے اس کے علاوہ) ہونے والے داماد کا لڑکی کے ساتھ آنا جانا رہتا ہے، اس طرح سے کہ آپس میں گفتگو اور بات چیت کرنا ایک ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ایک ساتھ گھر سے باہر جانا، یہ کہ والدین کو اطلاع ہونے سے پہلے لڑکا اور لڑکی آپس میں آئندہ کی زندگی کے بارے میں کئی کئی گھنٹے بات چیت کرتے ہیں، کیا اس طرح کے تعلقات صحیح ہیں یا نہیں؟

آیت اللہ خامنہ ای:

نامحرم کے ساتھ بات چیت جائز ہونے کا معیار مفسدہ اور عدم مفسدہ ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

اجنبی کے ساتھ اس قسم کے تعلقات جائز نہیں ہیں۔

آیت اللہ بہجت:

مرد جس عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے اس کے چہرے کو دیکھنا جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ جانتا ہو کہ اس کے ساتھ شادی کرنے میں کوئی شرعی مانع نہیں ہے اور یہ احتمال ہو کہ عورت رشتے کو قبول کرے گی اور یہ احتمال ہو کہ اس نگاہ سے نئی معلومات فراہم ہوں گی۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

جب تک صیغہ عقد جاری نہ ہو جائے لڑکا اور لڑکی نامحرم ہیں ان کا حکم باقی نامحرم افراد کا حکم ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

ایک دوسرے کی ضروری شناخت کی مقدار میں کوئی اشکال نہیں ہے اس شرط کے ساتھ کہ گفتگو عام طور پر کی جانے والی ہو اور ضرورت کے مطابق ہو۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد دوم، ص ۵۱، ۵۲۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

خواتین کے درمیان دولہا کی موجودگی

جس کے پاس حیا نہیں ہے اس کے پاس دین نہیں ہے۔

(امام جعفر صادق علیہ السلام۔ بحار ج ۷۱، ص ۳۳۱)

حیا کا پھل عفت ہے۔ (امام علیؑ، غرر الحکم، ۳۵۹)

اگر عورت غیر شوہر کے لیے کریم، پاوڈر اور خوشبو استعمال کرے تو غسل کرنا مستحب ہے۔

(آیت اللہ فاضل لنکرانی)

سوال: خواتین کے درمیان بیٹھی ہوئی دلہن کے پاس جانا دولہا کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ بہت ساری نامحرم خواتین عام طور پر میک اپ کے ساتھ وہاں موجود ہوتی ہیں۔

آیت اللہ خامنہ ای:

اگر نامحرم پر نگاہ پڑتی ہے تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اشکال ہے مگر یہ کہ نامحرم خواتین پردہ کرلیں۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اگر ضروری پردے کی رعایت نہیں کرتی ہیں تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

اگر خود بھی حرام کی طرف نگاہ نہ کرے اور دوسروں کی حرام نگاہ کے لیے معاون بھی نہ ہو اور میل جول بھی صدق نہ آئے تو اشکال نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

غیر محرم پر نگاہ پڑنے کا باعث بنے تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

چنانچہ نامحرم کو نہ دیکھے تو کوئی مانع نہیں ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد دوم، ص ۴۷،۴۳۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

شادی بیاہ کی تقریبات کی عکس بندی

کوئی عورت خوشبو لگا کے گھر سے باہر نکلے تو واپس گھر آنے تک اس پر لعنت ہوتی ہے۔

(امام صادقؑ الحکم الزاھرہ ۲/۳۶۶ وسائل ج ۱۴، ص ۱۱۴)

سوال: شادی بیاہ کی تقریبات کی مووی بنانے اور تصاویر کھینچوانے کا حکم کیا ہے؟ اس لیے کہ لاپروائی کی وجہ سے عام طور پر محرم نامحرم کے مسائل کی رعایت نہیں کی جاتی ہے اور عکس بندی عورت کرے جس کا مشغلہ یہی ہو؟

آیت اللہ خامنہ ای:

ہر حالت میں نامحرم کے مقابلے میں مکمل اسلامی حجاب کی رعایت کرنا لازم ہے اگر نگاہ حرام یا اشاعت فساد کا باعث ہو یا مفاسد مرتب ہو رہے ہوں تو خواتین کی محفل یا مخلوط محفل کی عکس بندی جائز نہیں ہے۔ (مجلّہ نصیحت شمارہ ۱۴۳)

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

عکس بندی کسی حرام کے مرتکب ہونے کی صورت میں جائز نہیں ہے، مثلاً نگاہ حرام یا اس کی مانند کوئی چیز۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر مفسدہ مرتب ہو رہا ہو یا حرام کا باعث ہو تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

عورت کے فلم بنانے میں کوئی اشکال نہیں ہے شرط یہ ہے کہ وہ خود کسی حرام کی مرتکب نہ ہو جائے۔

آیت اللہ تبریزی:

چنانچہ معاشرے میں فساد کی ترویج ہو رہی ہے تو جائز نہیں ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد دوم، ص ۸۳، ۸۴۔ مؤلف سید محسن محمودی)

اولاد کو شادی پر مجبور کرنا

جو شخص کسی عورت کی شادی کسی مومن بھائی سے کرادے تاکہ وہ اس سے انس و محبت کرے اور آرام و سکون محسوس کرے تو خداوند عالم حور العین سے اس کی شادی کرادے گا اس کو اور اس کے دوستوں کو اہل بیت پیغمبرؐ سے مانوس کردے گا۔ (رسول اکرمؐ۔ الحکم الزاہرہ ج ۲، ص ۲۴۴)

سوال: کیا ماں باپ شرعی لحاظ سے بیٹا بیٹی کو شادی پر مجبور کر سکتے ہیں مجبور کرنے کی صورت میں ان کا عقد صحیح ہے؟

آیت اللہ سیستانی:

مجبور نہیں کر سکتے ہیں۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

فرض سوال میں زبردستی جائز نہیں ہے اور زوجین کی رضایت کے بغیر عقد صحیح نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

نہیں کر سکتے ہیں، عقد فضولی ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

بیوہ بالغ بیٹے کو مجبور نہیں کر سکتی ہیں، بیٹی کے مسئلے میں زبردستی کرنا بیٹی کے لیے مصلحت نہیں ہے۔ باپ کو مصلحت والے مورد میں ولایت حاصل ہے، بالغہ رشیدہ اور باکرہ لڑکی کے مورد میں باپ بیٹی ایک دوسرے کو راضی کرالیں۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

نہیں۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

باپ کا احترام ضروری ہے لیکن اولاد کو مجبور کرنا جائز نہیں۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد چہارم، ص ۵۷، ۵۸۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

شیعہ لڑکی کی شادی غیر شیعہ سے

اگر کسی کے دین واخلاق سے راضی ہواور وہ رشتہ طلب کرلے تو اس کے ساتھ شادی کردو اور اگر ایسا نہیں کروگے تو زمین پر فتنہ وفساد ہوگا۔ (پیغمبر اکرمؐ/الحکم الزاہرہ ج۱، ص۲۱۸)

سوال: شیعہ لڑکی کا رشتہ ماں باپ کی رضایت کے ساتھ غیر شیعہ کے ساتھ طے کرنے کا کیا حکم ہے جب کہ مذہب شیعہ ترک کرنے کا خوف بھی ہو؟

آیت اللہ مکارم شیرازی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

شیعہ لڑکی کا رشتہ غیر مومن کو دینے میں لڑکی اور اولاد کے انحراف کا خطرہ ہے لہٰذا جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

فرض سوال میں جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

لڑکی کے مذہب میں فساد کا سبب ہو تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

ترک کرنا احتیاط واجب ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء ومراجع تقلید جلد چہارم، ص۸۹، ۹۰۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

باکرہ لڑکی کی شادی میں باپ کی اجازت کی ضرورت

اسلام میں کوئی شادی کی بنا سے بڑھ کر خدا کے نزدیک محبوب ترین کوئی بنا نہیں ہے۔

(رسول خداؐ/الحکم الزاہرہ ج ۲، ص ۳۴۳)

سوال: کسی ایک کتاب میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ایک روایت آئی ہے جو باکرہ ورشیدہ لڑکی پر باپ کی ولایت ثابت نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ کیا اس روایت کی سند اس حوالے سے صحیح ہے؟ موجودہ حالات کے پیش نظر کیا ایسی روایتوں کو عام لوگوں تک پہنچانا صحیح ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

بنابر احتیاط واجب باکرہ لڑکی کی شادی میں باپ کی اجازت شرط ہے جس کی دلیل وہ منابع ہیں جن سے فقہائے کرام استفادہ کرتے ہیں۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

وہ لڑکی جو بلوغ کی حد کو پہنچ گئی ہو اگر وہ باکرہ ہے تو بنابر احتیاط واجب اپنے باپ کی اجازت حاصل کرنی ہوگی۔ (مسئلہ ۲۵۲۳)

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

حکم شرعی کے اثبات کے لیے موضوع سے مربوط تمام روایات کو ملاحظہ کرنا چاہیے اور احکام کے مدارک کا احاطہ لازمی ہے، مذکورہ روایت پر اکتفا کرنا کافی نہیں ہے

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اس باب میں وارد ہونے والی تمام روایات سے جب کہ مذکورہ روایت بھی اسی باب میں سے ہے، استفادہ کیا جاتا ہے کہ باکرہ لڑکی کی شادی باپ کی اجازت حاصل کیے بغیر اشکال رکھتی ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

آیت اللہ کی نظر میں باپ اور دادا کی اجازت ضروری ہے۔

آیت اللہ بہجت:

مذکورہ روایت سند اور مدرک کے اعتبار سے درست نہیں ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد پنجم، ص ۳۵، ۳۶۔ مؤلف۔ سیّد محسن محمودی)

میاں بیوی کے احکام

وطن کا قصد اور نماز روزے کا حکم

سوال: شادی شدہ عورت جس کا شوہر دوسرے شہر میں رہتا ہے کیا ممکن ہے کہ عورت اپنے اصلی شہر کو ترک نہ کرے بلکہ اس کو بعنوان وطن باقی رکھے؟

سوال: ایسا شوہر جس نے اپنے اصلی وطن کو ترک نہ کیا ہو اگر بیوی شوہر کے ساتھ وہاں جائے جو کہ شوہر کا اصلی وطن ہے مگر بیوی کا وطن نہیں ہے اس صورت میں بیوی کی نماز اور روزے کا حکم کیا ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

(۱) اشکال نہیں ہے۔

(۲) فرض سوال میں اگر دس دن کا قصد اقامہ نہ کرے تو نماز قصر ہے اور روزہ صحیح نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

(۱) اگر احتمال دے کہ اگرچہ وہاں پر ایک سال کا کچھ حصہ گزارنے کے بعد واپس پلٹ آئے گی تو ترک وطن ثابت نہیں ہوگا اس صورت میں اس جگہ (اصلی وطن) پر نماز تمام پڑھے اور روزہ صحیح ہے۔

(۲) مذکورہ فرض میں نماز قصر ہوگی اور روزہ صحیح نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

(۱) کر سکتی ہے۔

(۲) اگر دس دن کا قصد نہ کرے تو قصر ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

(۱) اگر بیوی نے حق سکونت کا اختیار اپنے پاس نہیں رکھا ہے اور اس کا شوہر دوسرے

شہر میں رہتا ہے اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے اس شہر میں چلی جائے گی تو عرفاً وہ اس کا وطن شمار ہوگا اور سابقہ وطن ترک وطن شمار کیا جائے گا۔

(۲) بیوی کا وطن شمار نہیں ہوگا۔

آیت اللہ بہجت:

(۱) اس کے شرائط کے ساتھ کوئی مانع نہیں ہے۔

(۲) اگر شوہر کی پیروی میں سال کا کچھ حصہ وہاں گزارنے کا قصد نہ رکھتی ہو اور دس دن کا قصد اقامہ بھی نہ کیا ہو تو قصر ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

(۱) جب بھی اس کا قصد ہو کہ آئندہ زندگی گزارنے کے لیے واپس آئے گی اور اس کا شوہر اس بات پر راضی ہو تو اپنے وطن میں نماز پوری پڑھے گی۔

(۲) شوہر کے سابقہ وطن میں بیوی کی نماز اور اس کے روزے قصر ہوں گے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد دوم، ص ۹۵، ۹۶۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

بیوی کا وطن کون سا ہے؟

سوال: آیا وطن انتخاب کرنے میں بیوی خودمختار ہے یا شوہر کے تابع ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

وطن کے انتخاب کرنے میں بیوی شوہر کے تابع نہیں ہے وہ اپنے وظیفے پر عمل کرے۔

آیت اللہ بہجت:

اگر شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہے تو انتخاب وطن میں مجبوراً تابع شوہر ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

وطن کا انتخاب کرنے میں بیوی آزاد ہے اگر عقد نکاح کے وقت وطن کے انتخاب کا حق اس نے اپنے پاس رکھا ہو۔

آیت اللہ تبریزی:

وطن کے انتخاب میں بیوی خودمختار ہے لیکن شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کا اطمینان حاصل ہو جائے تو شوہر کا وطن بیوی کے لیے وطن شمار ہوگا۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

خودمختار ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کا ارادہ ہو تو وطن کے انتخاب میں طبعی لحاظ سے شوہر کے تابع ہوگی

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

وطن کے انتخاب میں بیوی شوہر کے تابع نہیں ہے بلکہ اگر شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا

چاہتی ہے اور شوہر کے گھر میں زندگی گزارنا چاہتی ہے تو وہی اس کا وطن ہوگا۔

(جامع المسائل)

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد دوم، ص ۹۹، ۱۰۰۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

میاں بیوی کا وطن

سوال: بیوی کا پہلا وطن شوہر کے لیے یا شوہر کا پہلا وطن بیوی کے لیے وطن شمار ہوگا یا نہیں جبکہ شوہر کی رہائش بھی اس میں نہیں ہے؟

آیت اللہ سیستانی:

شوہر کا وطن یا بیوی کا وطن دوسرے کے لیے وطن شمار نہیں ہوتا۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

نہیں۔

آیت اللہ بہجت:

نہیں، مگر اس کو شرائط کے ساتھ وطن بنانے کی صورت میں شمار ہوگا۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

وطن شمار نہیں ہوگا۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

بیوی کا پہلا وطن شوہر کے لیے اسی طرح شوہر کا پہلا وطن بیوی کے لیے وطن شمار نہیں ہوتا ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

میاں بیوی میں سے ہر ایک وطن کے بارے میں مستقل ہے۔ایک کا وطن دوسرے سے مربوط نہیں ہے۔وطن اصلی سے جب تک نقل مکانی نہ کرے وطن باقی رہتا ہے، جس کو محل سکونت بنایا ہے وہ تا حیات وطن شمار ہوتا ہے اور جہاں پر ایک طویل مدت رہنے کا ارادہ ہو مثلاً دس سال وہاں پر مسافر شمار نہیں ہوگا۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد چہارم، ص۵۹، ۶۰۔ مؤلف۔سیّد محسن محمودی)

نان ونفقے کا مطالبہ

صالح عورت جو پروردگار کی عبادت کرے، واجبات کو ادا کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (رسول اکرمؐ/الحکم الزاہرہ ج ۲، ص ۲۹۴)

شوہر کی اچھی خدمت کرنا عورت کا جہاد ہے۔ (امام علیؑ/الحکم الزاہرہ ج ۱، ص ۲۲۲)

سوال: عقد نکاح کے بعد شوہر چاہتا ہے کہ بیوی کو اپنے گھر لے جائے، مگر بیوی کے ماں باپ اس کے لیے تیار نہیں ہیں وہ چاہتے ہیں کہ کچھ عرصہ لڑکی ان کے گھر رہے اس دوران دو سال کا عرصہ گزر جاتا ہے تو کیا بیوی (عرف عام میں اس کو منگنی کہا جاتا ہے) کے بعد شادی سے پہلے خرچے کا مطالبہ کرسکتی ہے جب کہ شوہر کے گھر منتقل نہیں ہوئی ہے

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اس عرصے میں فرمانبرداری نہیں کی ہے لہٰذا نفقہ کے مطالبے کا حق حاصل نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

مطالبہ نفقہ کا حق حاصل ہے لیکن ظاہراً نفقہ ساقط ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

فرض سوال میں مطالبہ نفقہ کا حق حاصل نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

چونکہ مکمل فرمانبرداری نہیں ہے لہٰذا نفقہ بھی نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

فرض سوال میں بیوی مذکورہ عرصے کے نفقہ کا حق نہیں رکھتی۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

حق نفقہ نہیں رکھتی ہے

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد چہارم، ص ۷۹، ۸۰۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

کیا بیوی مہر بخشنے کے بعد دوبارہ لے سکتی ہے؟

عورتوں کا مہر زیادہ نہ رکھو یہ دشمنی کا باعث بنتا ہے۔ (امام علیؑ/الحکم الزاہرہ ج۲،ص۳۴۶)

سوال: بیوی کی مہر کی رقم شوہر کے ذمہ تھی مگر اختلافات کے باعث بیوی نے تحریری اور زبانی طور پر شوہر کو بخش دیا، پھر شوہر نے طلاق دینے کا ارادہ کیا، طلاق کے قانونی مراحل کے دوران بیوی پشیمان ہوئی اور دوبارہ اپنے مہر کا مطالبہ کر دیا آیا بیوی کو دوبارہ مطالبہ مہر کا حق حاصل ہے؟

آیت اللہ سیستانی:

دوبارہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں رکھتی ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

بیوی کا مہر جو کہ قرض تھا اس نے شوہر کو بخش دیا اور شوہر بری الذمہ ہوگیا، بیوی کا بعد میں پشیمان ہونے کا کوئی اثر نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

فرض سوال میں مطالبہ کا حق نہیں رکھتی ہے لیکن اگر مہر کو طلاق کے بدلے میں بخش دیا ہو اور طلاق واقع نہ ہوئی ہو تو دوبارہ طلب کر سکتی ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

فرض سوال میں بری ذمہ قرار دیا ہے دوبارہ رجوع نہیں کر سکتی ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

فرض سوال میں مافی الذمہ مہر کو بخش دیا ہے دوبارہ نہیں مل سکتا ہے۔

آیت اللہ بہجت:

بری الذمہ کرنے کے بعد دوبارہ رجوع کرنا اور اپنا مہر طلب کرنا صحیح نہیں ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد چہارم، ص۸۱، ۸۲۔ مؤلف سید محسن محمودی)

کیا زمین وراثت میں عورت کو ملتی ہے؟

سوال: کیا زمین کا ارث بیوی کو ملتا ہے نیز اولاد نہ ہونے کی صورت میں کیسا ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

بیوی کو زمین سے میراث نہیں ملتی ہے اولاد کا نہ ہونا اس سے مربوط نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

نہیں۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

کسی صورت میں بیوی کو زمین سے میراث نہیں ملتی ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

بیوی کو زمین کا ارث نہیں ملتا ہے اولاد کو وارث ملتا ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

بیوی کو زمین کا ارث نہیں ملتا ہے البتہ عین مکان کی قیمت سے (نہ کہ مکان کے کنار و جوانب، صحن وغیرہ) میراث پاتی ہے اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہے کہ شوہر کے لیے اولاد ہو یا نہ ہو۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

وہ بیوی جو اپنے مرحوم شوہر سے اولاد نہیں رکھتی ہے زمین اور گھر سے میراث نہیں پاتی ہے نہ خود زمین سے اور نہ اس کی قیمت سے لیکن فضا کی قیمت سے میراث پاتی ہے جس طرح میت کے دیگر ترکہ سے ارث پاتی ہے مگر وہ عورت جو اپنے مرحوم شوہر سے اولاد رکھتی ہے وہ میت کے تمام اموال سے میراث پائے گی (مسئلہ نمبر ۲۷۸۰ رسالہ)

آیت اللہ بہجت:

بیوی تمام منقولہ اموال سے میراث پاتی ہے مگر زمین اور اس کی قیمت سے نہیں، بنابر اظہر کوئی فرق نہیں ہے کہ اس کے شوہر سے اولاد ہو یا نہ ہو، اگرچہ بچہ دار بیوی کا زمین سے میراث پانے میں احتیاط کرنا اچھا ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد چہارم، ص ۸۵، ۸۶۔ مؤلف۔ سیّد محسن محمودی)

نفقے کی ادائیگی میں بعض شوہروں کی کوتاہی

عورت کا حق اس کے شوہر پر یہ ہے کہ وہ اس کی غذا اور لباس کا بندوبست کرے۔

(امام صادق علیہ السلام / الحکم الزاہرہ ج۲، ص۳۶۱)

سوال: بعض حضرات اپنی بیویوں کے نفقہ کی ادائیگی میں سستی کرتے ہیں جس کے نتیجے میں بیویوں کی زندگی مشقت میں پڑ جاتی ہے، کیا عورت شوہر کو اطلاع دیے بغیر اس کے اموال میں سے استفادہ کر سکتی ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

جی ہاں عدالتی محکموں میں درخواست دینے کے ساتھ، تاکہ وہ محکمے شوہر کو مکمل طور پر نفقے کی ادائیگی پر پابند کریں۔

آیت اللہ بہجت:

تقاص کا حق صرف بیوی کو حاصل ہے وہ بھی نفقہ واجبہ کی حد تک۔ بہتر تو یہ ہے کہ پہلے زبانی طور پر رضایت لی جائے کہ جب بھی ضرورت پڑے اور دسترسی نہ ہو تو اس کے مال میں سے استفادہ کیا جائے گا۔

آیت اللہ تبریزی:

اگر زوج زوجہ کے نفقے کی ادائیگی سے انکار کرے تو حاکم شرع کی طرف مراجعہ کرکے اس کی اجازت سے بیوی تقاص کر سکتی ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

شوہر ادا نہ کرے تو نفقہ واجبہ کی مقدار تک لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

شوہر کی رضایت اور اطلاع کے بغیر اس کے اموال میں سے استفادہ کرنا جائز نہیں

ہے۔شوہر کے نفقہ ادا نہ کرنے کی صورت میں عورت کو چاہیے کہ وہ حاکم شرع ''مجتہد جامع الشرائط'' کی طرف رجوع کرے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اگر فساد و جھگڑے کا باعث نہ ہو تو کوئی اشکال نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر واجب نفقہ ادا نہ کرے تو واجب مقدار تک شوہر کے اموال میں سے لے سکتی ہے۔

(بحوالہ مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع جلد ۵، ص ۳۷، ۳۸، مؤلف سیّد محسن محمودی)

عورت پر شوہر کی اطاعت لازم ہے

رسول خداؐ سے عورت پر شوہر کے حق کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: عورت کو چاہیے کہ وہ شوہر کی اطاعت کرے، اور اگر اس کے گھر سے صدقہ بھی دینا ہو تو شوہر کی اجازت سے دے۔ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔ اگر شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے تو اس کے واپس پلٹنے تک آسمان و زمین کے تمام فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

(امام صادق علیہ السلام/الحکم الزاہرہ ج ۲، ص ۳۶۳)

سوال: کچھ لوگ اتنے سخت رویے کے ہیں کہ اپنی بیویوں کو ان کے والدین، رشتہ دار اور صلہ رحم کے ہاں جانے یا ان کی جانب سے منعقد ہونے والی مجالس میں شرکت کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ کیا ان امور میں بھی شوہر کی اطاعت واجب ہے۔ یا عورت اپنے دینی واخلاقی وظائف کو انجام دینے کے لیے ضرورت کی حد تک اپنے وظیفے پر عمل کر سکتی ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

صلہ رحم کے مورد کے علاوہ اور اسی طرح صلہ رحم کے مورد میں بھی جس کو کسی اور طریقے سے انجام دیا جائے شوہر کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر صلہ رحمی واجب مقدار کی حد تک باہر جانے پر موقوف ہو تو شوہر منع کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ لیکن آج کل معمولاً ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعے سے رابطہ کیا جا سکتا ہے لہٰذا اتنا کافی ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اگر عورت گھر سے باہر نکلنا چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ شوہر کی اجازت سے نکلے، اگر یہ امور گھر سے باہر نکلنے کا سبب بنیں تو شوہر کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر گھر سے

نکلنے کا سبب نہ بنیں جیسے فون پر بات کرنا، تو عورت شوہر کو اطلاع دیے بغیر انجام دے سکتی ہے بشرطیکہ شوہر کے حق کے ساتھ منافات نہ رکھے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

فرض سوال میں مذکورہ موارد کے لیے بھی شوہر کی اجازت لینی چاہیے لیکن بہتر یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان اچھی طرح سے ہم آہنگی ہو، تا کہ ایسے مسائل میں دونوں کے باہمی مشورے اور طرفین کی مصلحت کے مطابق کام انجام دیا جاسکے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

عورت ضرورت کی حد تک اپنے دینی وظائف کو انجام دینے جیسے صلۂ رحمی کے لیے گھر سے باہر نکل سکتی ہے، شوہر کی اجازت شرط نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

جی ہاں گھر سے باہر نہ نکلنے میں شوہر کی اطاعت واجب ہے، مگر یہ کہ (کوئی ایسا کام پیش آئے جو) وجوب عینی شرعی ہو۔

آیت اللہ تبریزی:

عورت کا گھر سے باہر نکلنا اگر چہ شوہر کی حق تلفی کا باعث نہ بھی ہو تب بھی اس کی اجازت سے ہی نکلنا چاہیے اور اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے مگر ضرورت کے مطابق جیسے احکام شرعی کو سیکھنے کے لیے مسجد میں جانے کی ضرورت پیش آئے، یا ضرورت کی چیزیں خریدنے کے لیے باہر جانا پڑے۔

(بحوالہ مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع جلد ۵، ص ۳۹، ۴۰، مؤلف سیّد محسن محمودی)

عورت کو اسلامی حجاب کا پابند کرنا

اے ایمان والو! خود اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کی اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ (سورۂ تحریم آیت ۶)

ہر وہ شخص دیوث ہے جو اپنی آرائش والی بیوی کے ساتھ گھر سے باہر نکلے۔ اگر کسی نے ایسے انسان کو دیوث کہا تو اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور اگر عورت میک اپ کے ساتھ اپنے گھر سے نکلے اور اس عمل پر شوہر راضی ہو جائے تو اس عورت کے ہر قدم کے حساب سے اس کے شوہر کے لیے جہنم میں ایک گھر بنتا جائے گا۔ (رسول اکرمؐ/ بحار الانوار ج ۱۰۳، ص ۲۴۹)

سوال: اگر مرد اپنی زوجہ کو حجاب اسلامی کا پابند نہ کرے تو کیا وہ فاسق شمار ہوگا؟

آیت اللہ خامنہ ای:

فی نفسہ فسق کا سبب نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط کے حساب سے عمل کرے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

اگر بے تفاوت ہو تو فاسق ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

واجب ہے کہ اس مورد میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرے۔

آیت اللہ تبریزی:

ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی فیملی کو گناہوں سے باز رکھے، عدم عذر کے اثبات کے بغیر کسی کو فاسق نہیں کہا جا سکتا ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

صرف حجاب کا پابند نہ کرنا فسق کا موجب نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

اس کے حجاب نہ کرنے میں شوہر شریک ہو جیسا کہ وہ گھر سے باہر جانے کی اجازت دے دے تو جی ہاں وہ فاسق ہے۔

(بحوالہ مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع جلد ۵، ص ۴۳، ۴۴، مؤلف سیّد محسن محمودی)

ایڈز کی بیماری

سوال: کیا ایڈز کی بیماری عقد نکاح کے فسخ (باطل) ہونے کا باعث بنتی ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

فسخ ہونے کا سبب نہیں بنتی۔

آیت اللہ صافی:

عورت بیماری میں مبتلا ہوجائے تو مرد اسے طلاق دے سکتا ہے، اور اگر مرد مبتلا ہوجائے تو عورت اسے نزدیکی (مباشرت) کرنے سے روک سکتی ہے۔

آیت اللہ مکارم:

فسخ کا باعث نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

فسخ کا باعث نہیں ہے۔

(بحوالہ مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع جلد۲، ص ۱۹۰، ۱۸۹، مؤلف سیّد محسن محمودی)

طلاق رجعی میں عورت پر لازم ہے کہ وہ شوہر کے گھر میں رہے

خدا اس گھر کو پسند فرماتا ہے جس میں شادی ہورہی ہو اور اس گھر سے نفرت کرتا ہے جس میں طلاق ہورہی ہو۔ خدا کے نزدیک طلاق سے بڑھ کر مبغوض ترین کوئی چیز نہیں ہے۔

(امام صادق علیہ السلام، الحکم الزاہرہ ج ۲، ص ۳۷۳)

سوال: کیا طلاق رجعی میں عورت اپنے شوہر کے گھر سے باہر جاسکتی ہے یا عدت کے ایام میں اسے شوہر کے گھر میں ہی رہنا چاہیے اور عدت کے ایام میں اسے اپنے شوہر سے پردہ کرنا چاہیے یا اس کے سامنے بغیر حجاب کے رہے؟

آیت اللہ سیستانی:

گھر سے باہر جاسکتی ہے اور عدت کے ایام میں شوہر کی محرم ہے۔

آیت اللہ بہجت:

شوہر کے گھر میں رہنا چاہیے، حجاب ضروری نہیں ہے، اگر حجاب کرے تو احتیاط کے موافق ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

اگر اسے کوئی خطرہ لاحق نہ ہو تو عدت کے ایام میں شوہر کے گھر میں رہے اور اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے، اور زوجہ کا حکم رکھتی ہے لہٰذا شوہر کے سامنے بغیر حجاب کے رہ سکتی ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

شوہر کے گھر میں رہنا چاہیے اور بغیر حجاب کے رہ سکتی ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

طلاق رجعی کی عدت کے ایام میں شوہر کے گھر میں ہی رہنا ہوگا اگرچہ ضرورت کی حد تک ہی ہو۔ اور شوہر سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

نہیں، شوہر کے گھر میں رہے گی اور حجاب کے بغیر شوہر کے سامنے رہ سکتی ہے بلکہ مستحب ہے۔

(بحوالہ مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع، جلد ۵، ص ۴۷، ۴۸، مؤلف سیّد محسن محمودی)

خمس کے احکام

خمس

آیت:

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ اور جان لو کہ جس قسم کا غنیمت تمہیں ملے تو خدا، رسولؐ، ذی القربیٰ، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے اس کا پانچواں حصہ ہے۔ (سورۂ انفال آیت ۴۱)

حدیث:

- پروردگار، ملائکہؑ اور تمام لوگوں کی لعنت اس شخص پر جو ہمارے مال میں سے حرام کا ایک درہم کھائے۔ (امام زمانہؑ، بحار الانوار ج ۵۳، ص ۱۸۴)
- جس کا مال زیادہ ہو اور وہ اس مال کا حق ادا نہ کرے تو بے شک قیامت کے دن وہی سانپ بن کر اسے ڈس لے گا۔ (بحار الانوار ج ۹۶، ص ۲۹)

سوال: جو رقم جوان لوگ اپنی شادی یا گھر کی تعمیر کے لیے جمع کرتے ہیں یا حج کے لیے جو رقم کئی برسوں تک بینک میں جمع رہتی ہے کیا ان رقوم پر خمس ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

اگر حج واجب کے لیے رقم جمع کرے یا گھر کے لیے دو تین سال کی مدت تک رقم جمع کرے تو خمس نہیں ہے۔ شادی کرنا اگر رقم جمع کرنے پر منحصر ہو اور اسی نیت سے جمع کرے تو خمس نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

گھر اور شادی کی رقم پر خمس نہیں ہے البتہ حج کی رقم اگر حج واجب کے لیے جمع کی ہو جبکہ دوسرا کوئی راستہ بھی نہ ہو تو خمس نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

زندگی میں جن چیزوں کا محتاج ہے مثلاً گھر، سامان، لڑکی کا جہیز، اگر ایک ہی مرتبہ میں خرید نہیں سکتا ہو البتہ آہستہ آہستہ چند سال میں انہیں حاصل کر سکتا ہے تب خمس نہیں ہے۔ مثلاً ایک سال زمین خریدیں دوسرے سال تعمیرات کا سامان جمع کریں اگر چہ زمین، لوہا، اینٹیں اور دیگر سامان بغیر استعمال کے پڑا رہے تو اس پر خمس نہیں ہے مکمل تفصیل رسالہ میں مسئلہ ۱۳۹۱ میں درج ہے، لیکن موجودہ سال کی آمدنی سے حج کے لیے رقم جمع کرائی ہو تو اسی سال قرعہ اندازی میں نام نکلے اور مشرف بہ حج ہو جائے تو خمس نہیں ہے۔ اگر سال گزشتہ کی آمدنی جمع کرائی ہے تو خمس دینا ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

خمس دینا ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اگر شادی یا گھر کے لیے رقم جمع کرنے پر مجبور ہو تو خمس نہیں ہے۔ البتہ جو لوگ حج کے لیے رقم جمع کرانے کے بعد دوسرے سال میں مشرف بہ حج ہو جاتے ہیں اس رقم پر خمس ہے مگر یہ کہ حج پہلے سے ہی اس پر واجب ہو چکا ہو۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

جو رقم حج کے لیے جمع کرائی ہے موجودہ سال کی آمدنی ہو تو اس پر خمس نہیں ہے اگر چہ چند سال کے بعد حج کے لیے چلا جائے۔

اسی طرح رہائش کے لیے گھر کی ضرورت ہو چند برسوں تک رقم جمع کیے بغیر گھر خریدنا ممکن نہ ہو تو خمس نہیں ہے لیکن جو رقم شادی کے لیے جمع کی ہے اگر اس پر سال مکمل ہو جائے تو بنا بر احتیاط خمس دینا ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

جو رقم شادی یا گھر کے لیے جمع کی جاتی ہے اس پر خمس ہے اور جو رقم حج کے لیے جمع کی جاتی ہے اگر موجودہ سال کی آمدنی ہو اور حج پر جانے کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو تو خمس نہیں ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۱۱۳ تا ۱۱۵۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

خواتین کو خمس کی ادائیگی کے لیے مستقل سال معین کرنے کا حکم

وہ شخص جو خدا کی جانب سے واجب کردہ امر کی ادائیگی کرے وہ لوگوں میں سخی ترین کہلائے گا۔ (رسول اکرمؐ/الحکم الزاہرہ ج۲، ص۲۴۹)

سوال: کیا عورت خمس کی ادائیگی میں اپنے لیے علیحدہ سال معین کرسکتی ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

میاں بیوی میں سے ہر ایک مستقل طور پر آمدنی کے حساب سے سال معین کرسکتے ہیں۔ دونوں میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ سالانہ کے اخراجات سے زائد آمدنی کا خمس (معین شدہ) سال کے آخر میں ادا کرے۔

آیت اللہ سیستانی:

ہاں! اگر بیوی بھی کسب کرتی ہو۔ اور سال کا آغاز کام کے آغاز کیا جائے گا، اور سال معین نہ ہو تو ہر وہ چیز جو ہاتھ میں آرہی ہے اس کے لیے الگ الگ سال قرار دے سکتی ہے

آیت اللہ مکارم شیرازی:

جو اپنے اخراجات سے زائد مال رکھتا ہو اسے چاہیے کہ خمس کی ادائیگی کا سال معین کرے۔

آیت اللہ صافی:

ہاں اگر کسب رکھتی ہو تو مرد کی طرح کا حکم رکھتی ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اگر آمدنی رکھتی ہو تو علیحدہ سال معین کرسکتی ہے۔

آیت اللہ بہجت:

اپنے ذاتی اموال کے لیے سال معین کرنا چاہیے۔

آیت اللہ تبریزی:

اگر عورت کسب بھی رکھتی ہو اور سال کے اخراجات سے زائد کا امکان ہو تو ضروری ہے کہ سال کا حساب رکھے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد سوم، ص ۵۱، ۵۲۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

عورت کے ذاتی گھر پر خمس

سوال: اگر شوہر کا اپنا مکان ہو اور بیوی کے پاس بھی اس کا اپنا ذاتی مکان ہو تو کیا بیوی کے مکان پر خمس ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

اگر مکان کاروبار سے بنایا ہے اور عرفی ضرورت سے زیادہ ہے تو خمس ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

مکان عورت کی رہائشی ضرورت میں شامل نہ ہونے کی صورت میں خمس ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

مکان کی ضرورت ہو اور شوہر کے مکان میں نہیں رہ سکتی ہو تو خمس نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

جی ہاں (خمس ہے) مگر عرفاً اس مکان کی طرف محتاج ہو۔

آیت اللہ بہجت:

جی ہاں خمس ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

فرض سوال میں عورت کو چاہیے کہ مکان کا خمس ادا کرے مگر یہ کہ یہ مکان بطور ارث اسے ملا ہو تو اس صورت میں خمس نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

فرض سوال میں چنانچہ عورت شادی سے پہلے مکان کی مالکہ ہو اور وہ اس کی ضرورت بھی ہو مثلاً وہ خود یا اس کے ماں باپ، بہن بھائی اس کی اجازت سے اس مکان میں رہائش پزیر ہوں تو خمس نہیں ہے۔ لیکن شادی سے پہلے گھر کرائے پر چڑھایا ہے یا شادی کے بعد گھر بنایا ہے

جو اس کی ضرورت بھی نہیں ہے تو خمس ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد چہارم، ص ۶۳، ۶۴۔ مؤلف۔ سیّد محسن محمودی)

میڈیا سے متعلق احکام

گانا اور موسیقی میں فرق

والذین ھم عن اللغو معرضون یعنی عن الغنا و الملاھی

مومنین ہر طرح کے لغو اور بے ہودہ باتوں سے دور رہتے ہیں۔لغو کا ایک مصداق گانا اور گانے کے آلات ہیں۔ (تفسیر نور الثقلین ج ۳ ص ۵۳۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس وقت حضرت آدمؑ کی رحلت ہوئی تو ابلیس اور قابیل بہت خوش ہوئے اور دونوں نے مل کر حضرت آدمؑ کی موت کا جشن منایا جس میں انہوں نے ڈھول اور آلات موسیقی بجائے۔پس جو کوئی روئے زمین پر ان چیزوں سے لذت اٹھائے گا وہ ابلیس کے پیرو کاروں میں سے ہوگا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۳۱۔ بہشت جوانان ۳۴۴)

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: جس گھر میں موسیقی اور جوئے مثلاً ڈھول، شطرنج کی بساط کا سامان ہو فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں۔اہل خانہ کی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں اور خیر و برکت بھی چلی جاتی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۳۵)

سوال: بعض ثقافتی مراکز کی جانب سے موسیقی کا پرچار کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ گانا حرام ہے اور موسیقی میں کوئی اشکال نہیں ہے برائے مہربانی گانا اور موسیقی میں فرق بیان کیجیے؟ اور بعض کہتے ہیں کہ اصلی کلاسیکی موسیقی میں کوئی اشکال نہیں ہے، برائے مہربانی اپنا فتویٰ بیان کیجیے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

گانا ایسی آواز ہے جو سرور کی حالت میں مبتلا کر دیتی ہو اور عیش و طرب کی محفلوں کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو۔انہی خصوصیات کے ساتھ بجانے کو موسیقی کہتے ہیں۔دونوں کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔دونوں حرام ہیں۔

آیت اللہ تبریزی:

گانا یعنی باطل مضمون پر مشتمل آواز جو عیش وعشرت کی محفلوں کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو، اس کا سننا حرام ہے۔ احتیاط واجب کی بنا پر مطلقاً حلق میں گھمانے والی آواز سے پرہیز کیا جائے۔ اگرچہ باطل مضمون پر مشتمل نہ ہو۔ اسی طرح بیہودہ موسیقی کے مخصوص آلات کا بجانا جو سرور پیدا کراتے ہوں اور اس کا سننا دونوں حرام ہیں۔ انسان کو خوش کر دینے والی موسیقی حرام ہے۔ اس میں کلاسیکی اور غیر کلاسیکی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

غنا وہ آواز ہے جو گلے میں گھمائی جاتی ہے، جسے فارسی چہچہ (اردو میں کٹکری) کہتے ہیں اور سُرور آور ہونے کے ساتھ لہو ولعب کی محفلوں کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو، یہ حرام ہے۔ ایک تعریف کے مطابق موسیقی آوازوں کی ایک خاص ترکیب جو خوش کر دیتی ہو، لہٰذا اگر یہ لہو ولعب کی محفلوں سے مناسبت رکھے تو حرام ہے۔ (جامع المسائل)

آیت اللہ مکارم شیرازی:

ہر طرح کی آواز اور سرور جو لہو وفساد کی محفلوں سے مناسبت رکھتا ہو، حرام ہے۔ اس کی تشخیص کے لیے اہل فن کی طرف رجوع کیا جائے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

گانے سے مراد وہ آواز ہے جو اتار چڑھاؤ کے ساتھ خواہشات کو ابھارنے والی اور محافل عیش وطرب سے مناسبت رکھتی ہو۔ موسیقی کبھی گانے اور کبھی موسیقی کے مختلف آلات مثلاً ستار، دف، سارنگی کو کہا جاتا ہے۔ اگر موسیقی کے معنیٰ وہی آواز اور سُر لیا جائے جو قدیم زمانے میں لہو ولعب کی محفلوں میں رائج تھا اور مختلف ممالک میں مختلف طریقوں سے استعمال کیا جاتا تھا اور کیا جاتا ہے تو سب حرام ہیں۔ (جامع المسائل)

آیت اللہ سیستانی:

گانا حرام ہے، اس سے مراد باطل مضمون پر مشتمل باتیں ہیں جو لہو ولعب کی مجلسوں سے مناسبت رکھتی ہیں۔ لہٰذا موسیقی بھی اگر لہو ولعب کی مجلسوں سے مناسبت رکھے تو حرام ہے، ایسی موسیقی کا سننا اور تعلیم و تعلم اور تملک حرام ہے۔ (بحوالہٰ ویب سائٹ آیت اللہ سیستانی)

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اوّل، ص ۴۷، ۴۹۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

موسیقی سننا

جنت میں ایک درخت ہے۔ خدا جنت کی ہوا کو حکم دے گا کہ وہ اس درخت سے ٹکرائے اور اس ٹکراؤ سے ایسی دلنشین آواز سنائی دے گی کہ لوگوں نے ایسی خوبصورت اور دلنشین آواز اس سے پہلے نہیں سنی ہوگی، پھر فرمایا: یہ نایاب اور دلنشین آواز مخصوص ہوگی۔ صرف ان لوگوں کے لیے جنہوں نے خوف خدا کی خاطر دنیا میں موسیقی کو ترک کیا تھا۔

(میزان الحکمۃ ج ۲، ص ۱۱۱، فرمان امام صادق علیہ السلام)

سوال: ادارۂ ارشاد یا ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے نشر ہونے والی موسیقی سننا، نیز موسیقی کے آلات بنانا ان کی تعلیم دینا اور خرید و فروخت کرنے کا کیا حکم ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

ہر طرح کے راگ جو لہو اور سرور آور ہوں اور عیش و نوش کی محفلوں سے مناسبت رکھتے ہوں، حرام ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اگر موسیقی لہو و لعب کی محفلوں سے مناسبت رکھنے کے ساتھ سرور اور شہوت ابھارنے والی ہو تو حرام ہے۔ ان صورتوں کے علاوہ موسیقی میں کوئی حرج نہیں۔ مراکز نشریات کے لیے کوئی مخصوص حکم نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

اگر موسیقی خوش کر دینے والی ہو تو اس کا سننا خرید و فروخت کرنا حرام ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

عام لوگوں کی نظر میں جسے موسیقی کہتے ہیں اس کا سننا، آلات بنانا تعلیم و تربیت دینا اور

آلات کی فروخت حرام ہے۔

آیت اللہ شیرازی:

تمام آواز اور راگ جو لہو اور فساد سے مناسبت رکھتے ہوں حرام ہیں، ان کے علاوہ باقی حلال ہیں اور اس کی تشخیص کے لیے عرف عام کی طرف رجوع کیا جائے۔

آیت اللہ تبریزی:

عیش ونوش کی محفلوں سے مناسبت رکھنے والی لہو موسیقی جائز نہیں ہے اسی طرح لہو موسیقی کے آلات بنانا، تعلیم دینا، خرید وفروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر موسیقی عیاشی اور لہو کی محفلوں سے مناسبت نہ رکھتی ہو تو حرام نہیں ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۵۳، ۵۴۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

گانا اور موسیقی کے متعلق مراجعین کے نظریات

سوال: ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے نشر ہونے والا میوزک سننا کیسا ہے؟

آیت اللہ امام خمینیؒ:

سرور آور موسیقی جائز نہیں ہے، مشکوک میوزک میں اشکال نہیں ہے۔

سوال: ایسے جشن یا شادی کی تقریب میں شرکت کرنا کیسا ہے جس میں میوزک پروگرام منعقد ہوتا ہو؟

آیت اللہ گلپایگانی:

مذکورہ تقریب میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: موسیقی سننا اور شادی یا جشن کی تقریب میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ جس میں ترانوں کی کیسٹ بجائی جاتی ہو؟

آیت اللہ اراکی:

سرور آور اور آلات موسیقی سے مخلوط میوزک اور بیہودہ و بے فائدہ ترانے سننا حرام ہے اسی طرح ایسی محفلوں میں شرکت کرنا بھی حرام ہے۔

موسیقی ایسی چیز ہے جس سے ہر انسان اپنی طبیعت کے مطابق خوشی محسوس کرتا ہے مگر یہ انسان کو معقولیت سے نکال کر ایک بیہودگی کی طرف لے جاتی ہے۔ موسیقی انسان کی فکر کو اس طرح ختم کر دیتی ہے کہ یہ اس موسیقی اور شہوت کے دائرے کے علاوہ دوسری کوئی فکر نہیں کر سکتا ہے۔

سوال: غنا کے معنی اور اس کا حکم بیان کیجیے؟

آیت اللہ گلپایگانی:

ایک خاص طریقے سے آواز کو گھمانا اور کھینچنا جو سرور آور ہو اور لہو و لعب کے آلات کے

ساتھ مزین ہو نیز عیش ونوش کی محفلوں سے مناسبت رکھتی ہو۔اسی طرح پڑھنا سننا اس کا کاروبار کرنا حرام ہے۔اس سے فرق نہیں پڑتا کہ آلات لہو کے ساتھ پڑھا جائے یا ان کے بغیر مضمون باطل ہو یا پھر قرآن، دعا اور اشعار ہوں۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۶۵، ۶۶۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

خواتین کا اسپورٹس پروگرام دیکھنا

سوال: ایرانی ٹیلی ویژن سے نشر ہونے والے اسپورٹس پروگرام دیکھنا خواتین کے لیے کیسا ہے؟ خصوصاً کشتی رانی اور تیراکی جس میں مردوں کے بدن اکثر برہنہ ہوتے ہیں؟

آیت اللہ خامنہ ای:

فلم اور تصویر دیکھنا منع نہیں ہے اگر فساد کا خوف نہ ہو۔

آیت اللہ بہجت:

اگر مفسدہ ہو یا مفسدہ کا گمان ہو تو اجتناب کرنا چاہیے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

فساد اور شہوت کا قصد نہ ہونے کی صورت میں بھی اجتناب کرنا بہتر ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اگر فساد اور انحراف کا موجب بنے تو جائز نہیں ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۱۳۱، ۱۳۲۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

گلوکارہ عورتوں کی کیسٹیں سننا اوران کی کاپی کرنا

امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

''جن لوگوں کو رحمت الٰہی سے دور اور ملعون شمار کیا گیا ہے ان میں سے ایک گانے والی عورت ہے اور وہ جو اسے اجرت دیتا ہے اور وہ شخص جوان پیسوں کو خرچ کرتا ہے''۔

(تفسیر نمونہ ج ۱۷، ص ۲۱)

سوال: نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ موسیقی کی کیسٹ گلوکارہ کی آواز کے ساتھ وزارت ارشاد سے نشر ہوئی ہے، اس کی کاپیاں کرنا اور ایسی کیسٹوں کا سننا کیا حکم رکھتا ہے؟

آیت اللہ بہجت:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی:

ایسی کیسٹوں کا سننا حرام ہے اور کاپی کرنا یا کسی اور دے دینا بھی حرام ہے، وزارت ارشاد کی اجازت شرعی جواز کا سبب نہیں بنتی بلکہ فساد کی اشاعت ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اس قسم کی کیسٹوں کا سننا اور کاپی کرنا حرام ہے۔ وزارت ارشاد کی اجازت حکم الٰہی کو تبدیل نہیں کرتی ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

ایسی کیسٹوں کا سننا اور کاپیاں کرنا حرام ہے، چاہے کوئی شخص یا ادارہ اجازت دے یا نہ دے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد سوم، ص ۷۷، ۷۸۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

ٹیلی ویژن پر خواتین کو ورزش کرتے ہوئے دکھانا

جس کو لوگوں سے شرم وحیا نہ ہو وہ خدا سے بھی شرم وحیا نہیں کرتا ہے اور جس کے پاس حیا نہ ہو اس کے پاس کوئی خیر واچھائی نہیں ہے (حضرت علیؑ/الحکم الزاہرہ ج۱،ص۲۶۶)

سوال: خواتین کو ورزش کرتے ہوئے ٹیلی ویژن پر دکھانا یا مطبوعات میں ان کو چھاپنے کا حکم کیا ہے؟

آیت اللہ بہجت:

اگر مفسدہ یا ترویج باطل ہو تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر باعث فساد ہو تو اس کا نشر کرنا جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

جنسی تحریک یا مفسدہ کا باعث ہو تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

جو چیزیں موجب فساد یا معاشرے کی پاکدامنی کے منافی ہوں وہ حرام ہیں اس طرح کی تصاویر میڈیا پر دکھانا بسا اوقات حرام میں مبتلا ہونے کا سبب بنتا ہے جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

تمام شرعی حدود اور عفت کی رعایت کے ساتھ حرام نہیں ہے، لیکن ترک کرنا بہتر ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد چہارم، ص ۸۷، ۸۸۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

غیر اخلاقی اخبارات و رسائل کی خرید و فروخت

مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو کسی بیماری کی خاطر غذا سے تو پرہیز کرتا ہے مگر جہنم کی آگ کی خاطر گناہ سے پرہیز نہیں کرتا۔ (امام باقر علیہ السلام۔ میزان الحکمہ ج ۳،ص ۴۴۹)

خداوند عالم کے نزدیک سب سے بڑا گناہ وہ گناہ ہے جس کو صاحب گناہ معمولی سمجھتا ہو۔

(امام علیؑ رمیزان الحکمہ ج ۱،۴۵۲)

سوال: بعض اخبارات اور رسائل میں ملکی و غیر ملکی گلوکار خواتین کی تصاویر یا کھلاڑی خواتین کی تصاویر جن کا لباس اور وضعیت غیر مناسب ہوتا ہے چھاپتے ہیں ان کی خرید و فروخت کا حکم کیا ہے؟ اسی طرح ان تصاویر کی فلم اور کاغذ مسلمان کو فراہم کرنا کیسا ہے؟

آیت اللہ مکارم شیرازی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

اشکال ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اگر مفسدہ ہو تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

جو ترویج فساد کا موجب ہو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

جو چیزیں مسلمان معاشرے میں فساد کا باعث ہوں یا فساد میں اضافہ کرتی ہوں انہیں بنانے، چھاپنے اور خرید و فروخت کرنے میں اشکال ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد چہارم، ص ۹۱،۹۲۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

چند متفرق احکام

قرأت کا پروگرام (خواتین کے لیے)

سوال: مندرجہ ذیل مسائل کے تحت اپنا فتویٰ تحریر کیجیے؟

۱) اگر خواتین کے لیے قرأت کی ماہر خواتین اساتذہ موجود نہ ہوں تو مرد استاد سے قرأت سیکھنا کیسا ہے؟

۲) اپنی غلطیوں کو درست کرنے اور یاد کرنے کی خاطر معلم مرد کے سامنے لڑکیوں کا ترتیل کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرنے کا کیا حکم ہے؟

۳) ایسے مذہبی پروگرام منعقد کرنے کا کیا حکم ہے جہاں مردوں کی موجودگی میں لڑکیاں اجتماعی شکل میں تواشیح کے طرز پر قرآن کی تلاوت کرتی ہوں؟

آیت اللہ خامنہ ای:

(۱) مرد عورت کی موجودگی میں قرآن کی تعلیم و تربیت میں شرعی لحاظ سے کوئی اشکال نہیں ہے۔ ہاں اگر موجب فساد ہو تو حرام ہے۔

(۲) (۳) نامحرم کے سامنے قرآن کی تلاوت کرنا چاہے تنہا ہو یا اجتماعی صورت میں تواشیح کے طور پر ہو اگر باعث مفسدہ ہو تو حرام ہے۔

آیت اللہ گلپایگانی:

(۱) اگر خواتین کامل حجاب کی رعایت کریں حتیٰ کہ چہرے اور ہاتھوں کو بھی چھپائیں اور مردوں کی محفل میں ان کی موجودگی فساد و ریبہ کا باعث بھی نہ ہو تو کوئی اشکال نہیں ہے بصورت دیگر جائز نہیں ہے۔

(۲) (۳) دونوں مورد محل اشکال ہیں۔ ہر صورت میں قرآن کے اس پُر معنیٰ جملہ پر غور کریں (ذالکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن) قرآن کے اس دستور پر عمل کیا جائے تو آج

کل نامحرم مرد اور عورتوں کے درمیان جو میل جول ایک رواج بن چکا ہے خود بخود ختم ہو جائے گا۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

(۱) اگر مفسدہ موجود ہو تو جائز نہیں ہے وگرنہ کوئی حرج نہیں ہے اس مورد میں احتیاط بہتر ہے۔

(۲) اگر شہوت برانگیختہ کرے یا کوئی مفسدہ اس پر مرتب ہو رہا ہو تو جائز نہیں ورنہ کوئی اشکال نہیں ہے۔ لیکن اگر گانے کی طرز پر پڑھا جائے تو کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے اور کوئی اشکال نہ رکھنے کی صورت میں بھی یہ قرأت قرآن کی شان کے خلاف ہے۔ ان موارد میں احتیاط کرنا ہر حال میں بہتر ہے۔

(۳) عام طور پر یہ امور مفسدہ سے خالی نہیں ہیں لہذا مناسب نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

قرأت قرآن کی ضروری تعلیم دینے کے لیے خاتون موجود ہونے کی صورت میں اسی میں اکتفا کیا جائے، اچھی قرأت مرد و عورت کے لیے ضروری نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

مستحب امور میں جہاں حرام کا احتمال نہ ہو یا حرام کا مرتکب نہ ہو رہا ہو تو آداب قرأت کا خیال رکھنا اسی طرح لازمی شرط ہے، جس کا بیان شریعت میں ہوا ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

(۱) شرعی قوانین کی حفاظت کے ساتھ کوئی حرج نہیں۔

(۲) ترتیل کی صورت میں کوئی اشکال نہیں ہے البتہ بلند آواز سے نہ پڑھا جائے

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۱۲۳، ۱۲۴۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

علاج معالجے کے مسائل:

سوال: خاتون ڈاکٹر کے موجود ہوتے ہوئے خواتین کا مرد ڈاکٹر سے علاج کرانا یا مرد سے ایکسرے کھنچوانا، سونوگرافی (الٹراساونڈ) کرانا، انجکشن لگوانا، سرجری کروانا کیسا ہے، اس کے برعکس اگر یہی امور خواتین انجام دیں تو کیا حکم ہے؟

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

بنا برفرض سوال متبادل موجود ہونے کی صورت میں نامحرم کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

متبادل ڈاکٹر موجود ہوتے ہوئے نامحرم کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں ہے اگر نگاہ کرنا یا چھونا لازمی ہو

آیت اللہ بہجت:

جہاں چھونا یا نگاہ حرام ڈالنا لازمی ہو وہاں حالت مجبوری کے علاوہ جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

چھونے یا حرام نگاہ لازمی ہونے کی صورت میں خاتون اسپیشلسٹ کی موجودگی میں جائز نہیں ہے مگر یہ کہ خاتون کے علاج پر اعتماد نہ ہو۔

آیت اللہ تبریزی:

اگر مجبوری اور ضرورت ہو مثلاً خاتون ڈاکٹر موجود نہیں ہے یا مرد ڈاکٹر اسپیشلسٹ ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

ہم جنس ڈاکٹر موجود ہو اور اس سے ضرورت پوری ہو جاتی ہو تو غیر جنس ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں ہے بشرطیکہ اسے حرام نگاہ کرنے یا چھونے کی ضرورت پیش آرہی ہو۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۱۸۳،۱۸۴۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

مصنوعی حمل

سوال: اگر کسی عورت کے رحم میں (اپنے شوہر کے علاوہ) کسی نامحرم مرد کا نطفہ (اسپرم) طبی طریقے سے رکھ دیا جائے تا کہ وہ عورت حاملہ ہو جائے، کیا یہ عمل جائز ہے اور اس صورت میں پیدا ہونے والے بچے کا کیا حکم ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

اگر اس کام کو انجام دینے میں بعض حرام کام میں جیسے نامحرم کا ہاتھ لگانا، نگاہ کرنا وغیرہ، نہ ہو تو فی نفسہ حرام نہیں ہے، لیکن بہتر ہے کہ اس طرح سے صاحب اولاد ہونے سے پرہیز کیا جائے۔

آیت اللہ فاضل:

جائز نہیں ہے، لیکن اگر انجام دے دیا تو ماں اور بچہ کا تعلق و رشتہ قایم ہو جائے گا۔

آیت اللہ بہجت:

اگر اس عمل کے لیے حرام کام انجام دینے نہ پڑیں تو عمل جائز ہے اور بچہ اس مرد سے جس کا نطفہ تھا اور عورت سے تعلق رکھے گا۔

آیت اللہ صافی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ مکارم:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

جائز نہیں ہے، اور اگر انجام دے دیا جائے تو اس عورت کا شوہر اس بچہ کا باپ نہیں ہوگا اور نہ ہی اس شخص سے کسی قسم کی ارث کا حقدار بنے گا۔ (جلد دوم، ص ۱۵۰، ۱۴۹)

آیت اللہ وحید:

اجنبی شخص کا نطفہ عورت کے رحم میں داخل کرنا جائز نہیں ہے، چاہے یہ عمل اس کا شوہر انجام دے، جس کا نطفہ ہو گا وہ باپ کہلائے گا اور یہ عورت ماں۔ (مسئلہ ۲۸۹۸)

نذر سے متعلق ایک مسئلہ

سوال: اگر کوئی شخص اس طرح کہتا ہے کہ اگر میں صحت یاب ہو جاؤں گا تو فلاں کام کروں گا اگر میرا کام ہو جائے تو فلاں عمل انجام دوں گا کیا اس طرح کی نیت نذر شمار ہوتی ہے؟ جس کا پورا کرنا واجب ہے، کیا واجبی طور پر نذر کا صیغہ پڑھنا ہے۔ بڑی کتابوں میں موجود ہے اور کیا صیغہ نہ پڑھنے کی صورت میں عدم وفا اور اسے پورا کرنا ضروری نہیں ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

نذر میں صیغہ پڑھنا لازم ہے وگرنہ اس کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

نذر میں صیغہ پڑھنا چاہیے اور ضروری نہیں ہے کہ صیغہ عربی میں پڑھا جائے چنانچہ اگر اس طرح کہہ دے کہ میں صحت یاب ہو جاؤں گا تو خدا کے لیے میرے اوپر ہے کہ میں دس تومان (روپے) فقیر کو دوں گا، اس کی نذر صحیح ہے، ''خدا کے لیے'' (یہ الفاظ) زبان پر جاری ہونا چاہیے، صرف دل میں اس کا قصد کافی نہیں ہے۔ (نقل از رسالہ)

آیت اللہ بہجت:

نذر کے منعقد ہونے کے لیے صیغہ پڑھنا ہے، صیغہ پڑھے بغیر دل میں عہد کرے تو احوط یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل انجام دے۔

آیت اللہ گلپایگانی:

نذر شمار نہیں ہوگی اور واجب وفا نہیں ہے مگر یہ کہ عربی یا غیر عربی میں نذر کا شرعی صیغہ پڑھا ہو۔

آیت اللہ تبریزی:

مذکورہ فرض میں نذر منعقد نہیں ہوئی ہے۔ اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

نذر نہیں ہے اس کو وفا کرنا بھی واجب نہیں ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

نذر واجب ہونے کے لیے صیغہ پڑھنے کا محتاج ہے اگر چہ وہ فارسی میں پڑھے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد دوم، ص ۸۹، ۹۰۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

گردے کی خرید وفروخت

سوال: اگر ایک شخص اپنے بدن کے اعضاء میں سے کوئی عضو مثلاً گردہ کسی دوسرے کو فروخت کرنا یا ہدیہ کرنا چاہتا ہے یا وصیت کی ہو کہ مرنے کے بعد ان اعضاء کو قیمت کے بدلے یا مفت کسی دوسرے کو دیا جائے اس کا حکم کیا ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

اگر خود اس شخص کے لیے لازم المراعاتی (قابل ذکر) ضرر نہ ہو اور خصوصاً ایک مسلمان کی جان کی حفاظت اس پر موقوف ہو تو اشکال نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

زندہ شخص کی طرف سے گردے کی فروخت اور ہدیہ جائز نہیں ہے اور اس کی وصیت بھی نافذ نہیں ہے۔ ہاں اگر یہ بات مسلم ہو کہ ایک معین شخص کی جان کی حفاظت موقوف ہو کہ مردہ شخص کے گردے کو استعمال کیا جائے تو بعید نہیں ہے کہ جائز ہو جائے۔

آیت اللہ بہجت:

اگر ایک شخص چاہتا ہے کہ اعضائے بدن میں سے ایک عضو مثلاً گردہ کسی دوسرے شخص کو دے یا وصیت کرتا ہے کہ مرنے کے بعد قیمت لے کر یا مفت میں اس عضو کا نکال کر دوسرے کو دیا جائے تو اس صورت میں کہ ایک مسلمان کی نجات اس عضو پر موقوف ہو یعنی اس مسلمان کی زندگی منحصر ہو اس عضو پر اور غیر مسلمان سے یہ عضو حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو کوئی اشکال نہیں ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اپنے لیے کوئی خطرہ نہ ہونے کی صورت میں جائز ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

اعضاء کی خرید وفروخت اور ہدیہ کرنا صحیح نہیں ہے اور مذکورہ وصیت نافذ نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر حالت حیات میں ایسے عضو کو جو دینے والے کے لیے نقصان دہ نہ ہو جیسے ایک گردہ کسی اسپیشلسٹ ڈاکٹر کی تشخیص پر مفت دے سکتا ہے یا اس کے بدلے قیمت لے سکتا ہے مگر مرنے کے بعد ان اعضاء کو کاٹنا جائز نہیں ہے۔ مگر یہ کہ ایک مسلمان کی زندگی اس پر موقوف ہو اور اگر وصیت کرے تو بنا بر احتیاط نافذ نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اگر کسی مسلمان کی زندگی کسی کے عضو دینے پر موقوف ہو مثلاً ایک گردہ اور کسی غیر مسلم سے لینا ممکن نہ ہو اور عضو دینے والے کے لیے جان کا خطرہ یا نا قابل برداشت ضرر نہ ہو تو ہدیہ کرنا بلا مانع ہے۔ (جامع المسائل ج۱، ص۶۰۷)

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد دوم، ص ۱۴۱، ۱۴۲۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

مسلمان میت کا پوسٹ مارٹم

سوال: مسلمان کی میت کے پوسٹ مارٹم کا حکم کیا ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

جائز نہیں ہے مگر کسی کی نجات اس پر موقوف ہو یا اس کے بغیر اسلامی ملک کی میڈیکل کی ضرورت پوری نہ ہوتی ہو اور بعض ضرورت کے موارد میں۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

جائز نہیں ہے

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

جائز نہیں ہے

آیت اللہ مکارم شیرازی:

پوسٹ مارٹم ان شرائط کے مطابق جو ہماری توضیح المسائل میں مسئلہ نمبر ۲۴۴۹ میں مذکور ہیں کوئی اشکال نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ وحید خراسانی:

مسلمان مردے کا پوسٹ مارٹم جائز نہیں ہے۔ (مسئلہ ۲۸۹۱)

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد دوم، ص ۱۴۵، ۱۴۶۔ مؤلف سید محسن محمودی)

خون کا عطیہ

سوال: کسی کو خون ڈونیٹ کرنا ثواب کا کام ہے یا فقط ایک انسانی وظیفہ ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

اگر قربت پروردگار کی نیت سے دیا جائے تو ثواب بھی ہے۔

آیت اللہ فاضل:

جی ہاں، اگر قصد قربت کے ساتھ ہو تو ثواب رکھتا ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

اگر خون دینے والے کے لیے یہ عمل نقصان دہ نہ ہو اور کوئی مومن خون کی ضرورت رکھتا ہو تو مومن کی ضرورت کو پورا کرنے کے عنوان سے یہ مستحب عمل ہے اور ثواب بھی رکھتا ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر قصد قربت کے ساتھ دے تو ثواب رکھتا ہے۔

آیت اللہ مکارم:

بہت زیادہ ثواب ہے۔

آیت اللہ بہجت:

اس کی نیت پر موقوف ہے۔

(بحوالہ مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع جلد ۴، ص ۷ مؤلف سیّد محسن محمودی)

روزہ دار کے لیے انہیلر (اسپرے پمپ) کے استعمال کرنے کا حکم

سوال: بعض دمہ کے مریض مجبور ہوتے ہیں اور سانس بحال کرنے کے لیے (انہیلر) استعمال کرتے ہیں، ان کے روزے کا حکم کیا ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

صرف ہوا نہیں، بلکہ کوئی چیز حلق میں اترتی ہو تو روزہ باطل ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

فرض سوال میں اگر سانس کی نالی میں ہوا داخل ہو جاتی ہے تو اشکال نہیں ہے اور اگر کوئی مادہ حلق میں داخل ہوتا ہو تو اس صورت میں اگر پورا سال (اس رمضان سے آئندہ رمضان تک) اس عمل کی طرف مجبور ہو تو اسی حالت میں روزہ رکھے اور احتیاطاً ہر روزے کے بدلے میں ایک مد طعام کفارہ کے طور پر بھی دے دیں۔ قضا نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

اگر غلیظ ہوا نہیں ہے تو روزہ صحیح ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر مائع کی صورت میں حلق میں نہیں اترتا ہو تو بلا مانع ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

گیس کی صورت میں ہو تو اشکال نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

وہ انہیلر جو گیس کی صورت میں ہوتے ہیں ان کے استعمال میں روزہ دار کے لیے کوئی اشکال نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

حلق میں اترتے وقت صرف ہوا ہو تو روزہ کو باطل نہیں کرتا ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد دوم، ص ۱۵۵، ۱۵۶۔ مؤلف۔ سیّد محسن محمودی)

میت کے لیے نیاز و خیرات

صاحب عزا (میت کے اہل خانہ) کے پاس کھانا کھانا دور جاہلیت کی رسم ہے، اسلام میں مستحب ہے کہ صاحب عزا کو کھانا پہنچایا جائے۔ جب حضرت جعفرؑ بن ابی طالبؑ شہید ہوئے تو پیغمبر اکرمؐ نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا کہ تین دن تک جعفر کے گھر والوں کو کھانا پہنچا دو اور ان کے پاس رہو۔ (من لایحضرہ الفقیہ ج ۱، ص ۱۳۰)

مسئلہ:

مستحب ہے کہ میت کے اہل خانہ کے لیے تین دن تک کھانا بھیجا جائے ان کے گھر میں کھانا مکروہ ہے۔ (رسالۂ امام خمینیؒ اور تمام مراجع تقلید)

سوال: میت کے لیے جو اخراجات کیے جاتے ہیں مثلاً اپنی حیثیت عزت و آبرو برقرار رکھنے کی خاطر ایک دوسرے کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو بڑے بڑے ہالوں میں کھانا کھلانا، قبر پر قیمتی پھول چڑھانا اور بعض دوسری رسوم جو میت کے اہل خانہ کے لیے قرض کا سبب بنتی ہیں اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ معاشرے میں فقراء کی ایک بڑی تعداد موجود ہے عام منفعت کے مراکز مثلاً مساجد، مدارس اور اسپتالوں کی ضرورت ہے آپ کی نظر میں ان اخراجات کا صحیح راستہ کیا ہے۔ جو میت کے لیے فائدہ مند ہو اور اس سلسلے میں مومنین کی ذمے داری کیا ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

اگر میت نے وصیت کی ہو تو وصیت کے مطابق مال کا تیسرا حصہ تک خرچ کیا جائے اس صورت کے علاوہ اگر چہ میت کے لیے خیرات مستحب ہے اس شرط کے ساتھ کہ اسراف اور فضول خرچی نہ ہو لیکن سزاوار ہے کہ اموال کو عام منفعت کے امور خیریہ میں خرچ کیا جائے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

اس طرح کے اخراجات نہ صرف واجب نہیں ہیں بلکہ اشکال ہے کیونکہ غریبوں کو زحمت میں ڈالتے ہیں اور کبھی تو ان کی بے عزتی ہوتی ہے میت کے لیے خیرات دے دیں۔ اور بے فائدہ کاموں سے پرہیز کریں۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

مذکورہ امور اگر افراط کی حد تک پہنچیں تو جائز نہیں ہیں اور ان میں سے بعض بطور کلی بے موقع و محل ہیں، سب سے پہلے مرحلے میں میت کے حقوق الناس اور حقوق اللہ کو ادا کیا جائے اور ان واجبات کو انجام دیا جائے، جو میت پر واجب تھے لیکن میت نے اپنی زندگی میں انجام نہ دیے ہوں۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

بہتر ہے کہ میت کے لیے سادہ مراسم انجام دیئے جائیں اور باقی مال ان امور خیر میں خرچ کیا جائے جس کی طرف سوال میں اشارہ ہوا ہے۔

آیت اللہ بہجت:

بہتر ہے کہ پہلے میت کے واجب حقوق ادا کیے جائیں اس کے بعد میت کے لیے خیرات دے دیں

آیت اللہ سیستانی:

کوئی شک نہیں کہ ان اموال کو غریبوں کی امداد پر خرچ کرنا میت کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے، اگر ان مراسم کو اس طرح انجام دیا جائے جس کی طرف سوال میں اشارہ ہوا ہے تو میت کے لیے کوئی فائدہ نہیں، بلکہ اگر اسراف اور فضول خرچی ہو تو جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

مذکورہ امور اسراف میں داخل ہیں اور اشکال ہے، غریب لوگوں کو میت کے لیے مجلس کرانے سے محروم رکھنے کا سبب ہیں، اگر میت پر مال خرچ کرنا چاہتے ہیں تو بہتر ہے کہ میت کے ذمے جو واجبات ہیں انہیں انجام دیا جائے اور فقراء کو کھانا کھلایا جائے یا دوسرے نیک کاموں میں خرچ کیا جائے تا کہ میت کو ثواب ملے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد دوم، ص ۱۶۹ تا ۱۷۱۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

لطیفہ گوئی شریعت کی نظر میں

کوئی شخص کسی مومن کو طعنہ دے تو پروردگار جنت کی خوشبو اس پر حرام کرتا ہے حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے سونگھ سکتے ہیں۔ (پیغمبر اکرمؐ، الحکم الزاہرہ جلد۲، ص ۳۱۸)

جبرئیلؑ حضرت رسول خداؐ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا خداوند عالم فرماتا ہے کہ کسی نے میرے بندہ مومن کی اہانت کی تو میرے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

(امام صادقؑ، الحکم الزاہرہ جلد۲، ص ۳۱۸)

سوال: رائج لطیفے سنانے کا کیا حکم ہے جب کہ یہ کسی قوم یا کسی علاقے کے لوگوں کے ساتھ مذاق پر مشتمل ہوتے ہیں ان لطیفوں کے سننے کا حکم کیا ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

اگر ان کی ہنسی اڑانا یا مذاق شمار ہوتا ہے تو جائز نہیں ہے۔ (مجموعۂ استفتاءات)

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اگر واقعاً عام طور پر کسی قوم کا مذاق ہو رہا ہو تو اشکال ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

بہتر ہے کہ اس قسم کے مذاق سے اجتناب کیا جائے (جامع المسائل ج۱، ص ۶۳۹)

آیت اللہ تبریزی:

مومن کی رسوائی اور مذاق جائز نہیں ہے اگر ایسا نہیں ہے اور جھوٹ پر بھی مشتمل نہیں ہے تو کوئی مانع نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

اگر مشہور و معروف بات ہو اور لطیفہ گوئی کی نیت سے کی جائے نیز توہین بھی صدق نہ آتی ہو تو اشکال نہیں ہے اس کے باوجود ترک کرنا بہتر ہے۔

آیت اللہ بہجت:

ترک کرنا بہتر ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر مومنین کی توہین اور ہتک کا باعث ہو تو جائز نہیں ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد دوم، ص ۵۹، ۶۰۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

ماں کی جان بچانے کے لیے جنین کا اسقاط

سوال: اگر بچے کی وجہ سے ماں کی جان کو خطرہ ہو تو جنین کا سقط کرنا جائز ہے یا نہیں؟

آیت اللہ خامنہ ای:

اگر اسپیشلسٹ ڈاکٹر کی تشخیص پر یقین ہو جائے کہ حمل کو باقی رکھنے کی صورت میں ماں کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے تو روح داخل ہونے سے قبل حمل گرانے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن روح داخل ہونے کے بعد جائز نہیں ہے۔ اگر چہ حمل کا باقی رکھنا حیات مادر کے لیے خطرناک ہو مگر بقائے حمل ماں بچہ دونوں کے لئے خطرہ ہو اور بچے کا زندہ رہنا کسی طرح بھی ممکن نہ ہو لیکن اسقاط جنین کی صورت میں ماں کا زندہ رہنا ممکن ہو۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

مذکورہ صورت میں جائز ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

اگر روح داخل نہیں ہوئی ہے تو جائز ہے اور جو حمل گرائے گا اس کے لیے دیت دینا ضروری ہے اور اگر روح داخل ہوگئی ہو تو کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ گلپایگانی:

فرض سوال میں اگر روح جنین کے اندر داخل ہوگئی ہے تو اسقاط جائز نہیں ہے اور اگر روح داخل نہیں ہوئی ہے تو اسقاط جائز ہونے میں محل اشکال ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

ماں کے لیے خطرے کا یقین ہو یا خوف ہو یا کوئی اہم ضرر ہونے کی صورت میں ابتدائی مراحل میں جائز ہے۔

آیت اللہ بہجت:

جائز ہے، ڈاکٹر کی تشخیص پر، بطور احتیاط ڈاکٹر متعدد ہوں۔

آیت اللہ تبریزی:

فرض سوال میں روح داخل ہونے سے پہلے جائز ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد چہارم، ص ۱۳۷، ۱۳۸۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

ناخن پالش کے ساتھ وضو اور غسل

جس کے پاس حیا نہیں، اس کے پاس ایمان نہیں۔ (امام صادقؑ ر الحکم الزاہرہ ج ا، ص ۲۶۶)

کوئی عورت زینت کر کے لباس زیبا کے ساتھ گھر سے باہر آئے تا کہ لوگ اس کو دیکھیں تو آسمان کے ملائکہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور وہ اپنی موت تک غضب الٰہی کی مستحق رہتی ہے۔

(رسول اکرمؐ ر الحکم الزاہرہ ج ۲، ص ۳۶۶)

سوال: خواتین کے لیے ناخن پالش کرنے کا حکم کیا ہے؟ جبکہ نامحرم کی نگاہ بھی اس پر پڑتی ہے اور آیا وضو غسل ناخن پالش کے ساتھ صحیح ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

مذکورہ فرض پر وضو اور غسل صحیح نہیں ہے اور نامحرم کو دکھانا بھی جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

نامحرم سے چھپانا چاہیے اور وضو یا غسل کے لیے اس کو برطرف کرنا ضروری ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

وضو اور غسل صحیح نہیں ہے نامحرم سے چھپانا چاہیے۔

آیت اللہ بہجت:

چھپایا جائے اور اگر عرفاً وضو اور غسل کے لیے مانع ہو تو برطرف کیا جائے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اس کے ساتھ وضو اور غسل صحیح نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

جائز نہیں ہے وضو اور غسل کے لیے برطرف کیا جائے۔

آیت اللہ تبریزی:

مذکورہ فرض میں عورت کو چاہیے کہ اپنی زینت نامحرم سے چھپائے ناخن پالش وضو کے پانی کے لیے رکاوٹ ہے۔لہٰذا وضو اور غسل کے لیے صاف کی جائے اس کے ساتھ وضو یا غسل صحیح نہیں ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد چہارم، ص۱۲۲ تا ۱۲۳۔ مؤلف: سیّد محسن محمودی)

تالی بجانا

وَمَا كَانَ صَلاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً (سورۂ انفال آیت ۳۵)

ان کی نماز (کفار ومشرکین کی) خانہ کعبہ کے اطراف میں سیٹی بجانے اور تالی بجانے کے علاوہ کچھ نہیں۔

تاریخ میں ملتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب کا ایک گروہ برہنہ خانہ کعبہ کا طواف کرتا تھا، سیٹیاں اور تالیاں بجاتا تھا اور اس کو عبادت سمجھتا تھا۔ نیز یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ رسول اکرمؐ حجر اسود کے پاس نماز میں مشغول تھے طائفہ سہم کے دو آدمی رسول اکرمؐ کے دائیں اور بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ ایک چیختا تھا اور دوسرا تالیاں بجاتا تھا تا کہ رسولؐ اکرم کی نماز میں خلل ڈالیں۔ (تفسیر نمونہ ج ۷، ص ۱۵۷)

طول تاریخ میں مذہبی مراسم کو چند مفاد پرست لوگوں نے تحریف وتبدیل کیا ہے۔ کبھی تو مقدس ترین مراکز بدترین خرافات کے محور بن جاتے ہیں۔ آج کے اجتماعات میں صلوات کی جگہ سیٹی اور تالی بجانا ایسا ہے جیسے کفار نماز کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔

(تفسیر نور ج ۴، ص ۳۳۰)

جس رات قریش نے پیغمبر اکرمؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا اس رات وہ لوگ مسجد الحرام میں جمع ہو کر تالیاں اور سیٹیاں بجاتے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔

(تفسیر المیزان ج ۱۷، ص ۱۲۶)

ایک گروہ نے اللہ اکبر کے بجائے سیٹیاں اور تالیاں بجائیں وہ بھی عاشورا کے دن، ان کا مقصد یہ تھا کہ اس وجہ سے مرگ بر امریکا کو فراموش کیا جائے۔ (امام خمینیؒ)

آیت اللہ گلپائیگانی:

مجالس اہل بیتؑ میں تالی بجانا اشکال سے خالی نہیں ہے ممکن ہے یہ چیز لہویات کا ایک حصہ شمار ہو جائے۔

سوال: شادی کی تقریب یا کسی اور تقریب میں رقص کرنے اور تالی بجانے کے لیے کیا حکم ہے؟

آیت اللہ اراکیؒ:

رقص کرنے میں اشکال ہے۔ ہر طرح کے لہو ولعب کاموں کو ترک کیا جائے۔

سوال: افسوس کے ساتھ کہ تحویل سال کے موقع پر بعض ایرانی زائرین نے حرم الٰہی میں مسجد الحرام میں تالیاں بجائیں جس کی وجہ سے حرم کی عظمت اور ایرانی شخصیت مجروح ہوئی۔ اس بارے میں ہماری رہنمائی کیجیے کہ اسلامی نعروں کے بجائے تالیاں بجانے اور اس کو فروغ دینے (حتیٰ کہ مجالس اہل بیتؑ میں) کیا حکم ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

مومنین کے لیے بہتر ہے کہ وہ تالیاں بجانے کے بجائے تکبیر کہیں اور صلوات پڑھیں۔

آیت اللہ تبریزی:

تالیاں بجانا لہو ولعب ہے۔ مساجد میں زیارت گاہوں میں خصوصاً مسجد الحرام یا مسجد نبویؐ میں یا مجالس اہل بیت علیہم السلام میں جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ بہجت:

مسجد الحرام میں تالیاں بجانے پر قرآن مجید میں مذمت آئی ہے اور اس کو قبل از اسلام کے مشرکین کا فعل قرار دیا ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

ہر طرح کی مجلس میں لہو ولعب تالیاں بجانا حرام ہے۔ مسجد اور غیر مسجد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ غیر لہو ولعب تالیاں بجانے سے بھی پرہیز کیا جائے۔ خصوصاً مجالس ۔ مذہبی پروگرام ۔ مساجد اور امام بارگاہوں میں ان مجالس کی برکت و عظمت کو اس طرح کی حرکات سے ضائع نہ کیا جائے اور مقرر کی حوصلہ افزائی کے لیے مجالس کو صلوات سے زینت دی جائے۔

آیت اللہ وحید خراسانی:

بنابراحتیاط واجب تالیاں بجانا، لہو ولعب محفل میں اور مجالس و محافل ائمہ طاہرین علیہم السلام میں جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں (حرم) پر جو کام انجام دیا گیا ہے وہ ناشائستہ ہے اور نامناسب ہے بلکہ یہ کام توہین حرم یا ہتک حرمت مذہب بننے کی صورت میں حرام ہے۔ کوشش کی جائے کہ مذہبی محافل میں تالیاں بجانے کے بجائے درود بھیجا جائے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

مساجد اور امام بارگاہوں میں ترک کیا جائے۔ مسجد الحرام جیسے مقامات میں مسجد کی اہانت کا باعث ہے لہٰذا حرام ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۱۶۵ تا ۱۶۹۔ مؤلف۔ سیّد محسن محمودی)

شطرنج اور تاش کھیلنا:

امام صادق علیہ السلام نے سورۂ فرقان کی آیت ۸۲ کی تفسیر میں فرمایا: گانے اور شطرنج کی محافل باطل (لغو اور بیہودہ محفلوں) میں شمار ہوتی ہیں۔ (مستدرک الوسائل ۱۳/۲۱۳)

سوال: شطرنج اور تاش کھیلنے کا کیا حکم ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

بغیر شرط لگائے بھی جوئے کے آلات سے کھیلنا حرام ہے اور اگر شطرنج کا کھیل جوئے کے کھیل میں شمار نہ ہوتا ہو تو بغیر شرط کے کھیلنے میں اشکال نہیں ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

جوئے کے آلات سے کھیلنا مطلقاً حرام ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

شطرنج مطلقاً حرام ہے اور تاش اگر عام طور سے جوئے میں شمار ہو جاتا ہو اور نفع و نقصان کے بغیر ہو تو احتیاط واجب کی بنا پر جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

مطلقاً حرام ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

جوئے کے آلات سے کھیلنا مالی نفع و نقصان کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر ہو جائز نہیں ہے۔ تاش جوئے کے آلات میں سے ہے اور شطرنج میں جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ یہ آلات قمار میں شمار نہیں ہوتا ہے اور کہیں پر بھی اس پر قمار صدق نہیں آتا ہے اس وقت تک مالی نفع و نقصان کے ساتھ یا اس کے بغیر دونوں صورتوں میں جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

اگر شطرنج عرف عام میں قمار سے خارج ہو جاتی ہو اور اس کو بطور ورزش ذہنی پہچانا جاتا ہو تو کوئی حرج نہیں اور بغیر نفع ونقصان کے بھی تاش کھیلنے میں اشکال ہے۔

آیت اللہ بہجت:

نفع ونقصان کے ساتھ یقینی طور پر حرام ہے اور بغیر نفع ونقصان کے بنا بر احتیاط شدید حرام ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۱۸۹، ۱۹۰۔ مؤلف۔ سیّد محسن محمودی)

گالی دینا:

سوال:

فحش گوئی یعنی ایک دوسرے کو گالی دینا اور برا بھلا کہنے کا حکم کیا ہے؟

آیت اللہ خامنہ ای:

گالی دینا جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ سیستانی:

مومن کو گالی دینا اور برا بھلا کہنا جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

مومن کو گالی دینا اور برا بھلا کہنا حرام ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

ناشائستہ زبان استعمال کرنا اور گالی دینا مومن کے لیے مناسب نہیں ہے۔ بہت سارے موارد میں حرام صدق آتا ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی:

تمام موارد میں اسلامی اخلاق کی رعایت کی جائے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۱۹۱، ۱۹۲۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

ناچنا:

تمہیں ناچنے اور وسائل لہو سے منع کرتا ہوں۔ (قول معصومؑ، کافی ج۶، ص۴۳۲)

آیت اللہ امام خمینیؒ:

بنا بر احتیاط واجب خواتین کا ناچنا جائز نہیں ہے۔ چاہے شادی بیاہ اور نومولود کی محفل ہو یا کوئی اور محفل ہو، مگر بیوی کا ناچنا اپنے شوہر کے لیے۔ (احکام روابط زن ومرد ص۱۴۵)

آیت اللہ گلپایگانی:

صرف بیوی کا ناچنا شوہر کے لیے جائز ہے، اس کے علاوہ حرام ہے۔

آیت اللہ اراکیؒ:

ناچنے میں اشکال ہے۔

آیت اللہ امام خمینی وگلپایگانی:

عورت کا ناچنا حرام ہے اس حرمت کے لیے رقص کے اقسام میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر وہ کام جس کو عرف میں رقص کہتے ہیں (غیر شوہر کے لیے) جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ خامنہ ای:

رقص کلی طور پر اشکال رکھتا ہے مگر بیوی کا ناچنا شوہر کے لیے وہ بھی دوسروں کی نگاہوں سے دور ہو (مجلہ نصیحت شمارہ ۲۱)

آیت اللہ سیستانی:

بنا بر احتیاط واجب جائز نہیں ہے۔ سوائے بیوی کا رقص کرنا شوہر کے لیے، ایسی جگہ جہاں دوسرا کوئی نہ ہو۔

آیت اللہ بہجت:

رقص میں مطلقاً اشکال ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی:

صرف بیوی کا ناچنا شوہر کے لیے جائز ہے۔ اس کے علاوہ حرام ہے۔

آیت اللہ وحید خراسانی:

کسی بھی عنوان سے اور کسی بھی ترتیب سے رقص مطلقاً حرام ہے بنا بر احتیاط واجب۔

آیت اللہ مکارم شیرازی:

صرف بیوی کا رقص شوہر کے لیے جائز ہے باقی میں اشکال ہے۔

آیت اللہ تبریزی:

رقص لہو میں شمار ہوتا ہے اور یہ مومن کے لیے مناسب نہیں ہے۔

(مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید جلد اول، ص ۲۰۳، ۲۰۴۔ مؤلف سیّد محسن محمودی)

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀

❀❀❀

❀❀

تمت

ويجزيهن ما ذكرناه، ويضعن القناع في صلاتين، وهي الغداة والمغرب، ويمسحن برؤوسهن على التمام حسب مسح الرجال كما ذكرناه.

وإنما رخص لهن في الصلوات تيسيراً عليهن، ورفعاً للمشقة عنهن.

فصل

ومن احتلم من الرجال، أو جامع وأنزل الماء، كان عليه أن يستبرئ بالبول قبل الغسل، فان لم يفعل، ووجد بعد الغسل بللاً كان عليه إعادة الغسل.

وليس يجب مثل ذلك على النساء.

باب الحيض

وإذا حاضت المرأة، فلتعتزل الصلاة، ولا تقرب المسجد إلاّ عابرة سبيل لحاجة تدعوها الى ذلك، وعليها أن تتوضأ عند وقت[1] كل صلاة، وتجلس للصلاة فيه[2]، وتستقبل القبلة، وتقول: سبحان الله والحمدلله ولا إله إلاّ الله والله أكبر، وتستغفر الله لذنوبها، وتصلي على محمد وآله.

فيكون تسبيحها ذلك واستغفارها وصلاتها على النبي وآله عليهم السلام بمقدار زمان صلاتها لو كانت تصليها على طهارة و[3] نحو ذلك من الزمان.

---

(١) ليس في نسخة «ج».

(٢) كذا.

(٣) في نسخة «ب» أو.

ولا ينبغي ـ ان كان لها زوج ـ أن تمكّنه من نفسها، وان كانت أمة فلا يقربها سيدها حتى تطهر من دم حيضها، قال الله سبحانه: ﴿ ويسئلونك عن المحيض قل هو أذىً فاعتزلوا النساء في المحيض، ولا تقربوهن حتى يطهرن، فاذا تطهّرن فاتوهن من حيث أمركم الله ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين ﴾[1]

فصل

واقل زمان الحيض ثلاثة أيام بلياليها، وأكثره عشرة أيام بلياليها، فما بين ذلك، فلا يكون حيض أقل من ثلاثة أيام، ولا يكون أكثره أكثر من عشرة أيام.

وإذا انقطع دم الحيض ولم تعلم المرأة هل انقطع لغايته[2] أم لغير ذلك؟ استبرأت[3] بقطنة تحتملها، فان خرج عليها دم وان قلّ فما انقطع لغايته.

وإذا رأت المرأة يوماً أو يومين ولم تره بلياليها متوالية فليس بدم حيض، فلتقض الصلاة التي تركتها في اليوم أو اليومين.

فان رأته أكثر من عشرة أيام متتابعة، فليس بدم حيض لكنه دم استحاضة، فعليها أن تغتسل في اليوم الحادي عشر قبل الفجر أو عنده، وتصلي وتصوم ان أرادت الصوم.

---

(١) البقرة: ٢٢٢.

(٢) في نسخة «ج» كغايته.

(٣) في نسخة «ب» استبرأن.

الائمة بعد[1] الحسين من ولده بالنص عليهم، والتوقيف[2] على امامتهم، والدعوة الى اعتقاد فرض طاعتهم، والقربة الى الله بولايتهم، والبرآءة اليه ممن انطوى على عداوتهم، وانتظار دولة الحق في عاقبتهم، والقطع على أنهم أفضل من سائر رعيتهم.

واعتقاد وجوب ولاية أمير المؤمنين، وعداوة الكافرين، والمودة لاهل الطاعة في الدين، والنصيحة لاهل التوحيد والمعرفة واليقين.

* * *

---

(١) في نسخة «ج» من بعد.

(٢) في نسخة «ج» التوقف.

بـاب
ما يخص فرضه بمن[1] كلّفه الله، وأمره، ونهاه من النساء الأحرار والاماء، على الجملة لذلك، والتفصيل

قد تقدم القول في فرض الطهارة للصلوات، وأنه يعم المكلفين[2] من الناس، غير أن في[3] كيفيته اختلافاً بين أفعال النساء والرجال فيه، وفي سنة ذلك، والفضل المندوب فيه.

فمما يخالف عمل الرجال فيه عمل النساء، أن الرجال اذا أرادوا الاستنجاء، كان استنجاؤهم طولا، وينبغي للنساء أن يستنجين عرضاً.

فاذا غسل الرجال أيديهم في الطهارة بدأوا بغسل ظواهر أذرعهم[4]، وينبغي للنساء أن يبتدئن بغسل بواطنها.

وإذا مسح الرجال رؤوسهم في الوضوء وضعوا أيديهم على نفس البشرة منها، فمسحوا بمقدار ثلاث أصابع مضمومة مع الشعر.

وللنساء أن يدخلن إصبعاً من أصابع أيديهن تحت القناع، فيمسحن بمقدار أنملة واحدة في ثلاث صلوات، وهي الظهر والعصر والعشاء الآخرة، وإن ألقين القناع ومسحن بأكثر من ذلك كان أفضل،

---

(١) في نسخة «ج» لمن.

(٢) ليس في نسخة «ج».

(٣) ليس في نسخة «ج».

(٤) في «ب و ج» أذرعتهم

إعزازها[1] جمع الأحكام التي يعم في المكلفين من الناس، ويختص النسآء منهم على التمييز لهن والابراز، ليكون ملخصا في كتاب يعتمد للدين، ويرجع اليه فيما يثمر العلم به[2] واليقين، وأخبرني برغبتها أدام الله توفيقها في ذلك، مَنْ سكنتُ الى خبره، وسألني الايجاز فيما اثبته منه، ليخفّ حفظه على متأمله ومعتبره، استخرت الله تعالى في ذلك، وأمليت ما يحويه هذا الكتاب مما تقدم بذكره الخطاب، والله الموفق للصواب .

* * *

---

(١) قال المرحوم الشيخ الطهراني قدس سره في الذريعة ١ : ٢٠٣ عند ذكره هذا الكتاب: (استظهر شيخنا العلامة النوري من كلامه في ديباجة الكتاب أنه كتبه للسيدة الجليلة أم الشريفين الرضي والمرتضى، فاطمة بنت الحسين بن أحمد بن الحسن الناصر الكبير أبي محمد الأطروش الشهيد بآمل طبرستان سنة ٣٠٤ هجرية).

(٢) ليس في نسخة «ج»

باب
ما يعم كافة المكلفين فرضه، ولا يسقط عنهم مع كمال عقولهم

اعتقاد التوحيد لله سبحانه، ونفي التشبيه عنه، والتعديل له في الأفعال، ونفي العبث عنه وقبائح الأعمال، واعتقاد البعث بعد الموت، والنشور، والجنة، والنار.

واعتقاد النبوة لمحمّد بن عبد الله، خاتم النبيين صلّى الله عليه وآله، وأنه لا نبي بعده والتصديق له فيما جاء به عن ربه[1] جلّت عظمته.

واعتقاد الحق في شرعه، والعمل بما عمّ فرضه منه، من الطهارة، والصلاة، والزكاة لمن وجب عليه، والصيام لمن توجه[2] فرضه اليه، والحج لمن استطاع اليه سبيلاً.

واعتقاد امامة أمير المؤمنين علي بن أبي طالب عليه السلام، وأنّه كان الخليفة لرسول الله صلّى الله عليه وآله في مقامه، والامام المقدّم على الكافة بعد وفاته، وأنه أفضل الخلق من بعده، وأن الموالاة له موالاة[3] لرسول الله، والمعاداة له معاداة لرسول الله صلّى الله عليه وآله، وأنه كان القائم بالقسط في دين الله بمودته، والبراءة من أعدائه الدائبين بمخالفته.

واعتقاد امامة الحسن والحسين عليهما السلام من بعده، وأن

---

(١) ليس في نسخة «ج».

(٢) في نسخة «ج» يوجه.

(٣) ليس في نسخة «ج».

کتابیات

کتاب	تدوین وتالیف	ناشر
توضیح المسائل مطابق با فتاویٰ دوازدہ مراجع	سید محمد حسن بن ہاشمی خمینی	دفتر انتشارات اسلامی قم
مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید	سیّد محسن محمودی	انتشارات علمی فرہنگی تہران
منہاج الصالحین	آیۃ اللہ العظمیٰ سیستانی	طبع بیروت
توضیح المسائل	آیۃ اللہ العظمیٰ وحید خراسانی	
رسالہ توضیح المسائل شش مراجع	مسلمی زادہ	موسسہ منتظران موعود
مناسک حج مخصوص خواتین	باب العلم دار التحقیق	کاروان الحرمین کراچی
عروۃ الوثقیٰ	سیّد کاظم یزدی	
احکام بانوان	محمد وحیدی	
توضیح المسائل	آیۃ اللہ العظمیٰ محمد بشیر نجفی	

بسم الله الرحمن الرحيم

[رب يسّر برحمتك] [١]

الحمد لله الذي هدى العباد الى معر فته، ويسّرهم[٢] سبيل عبادته، وأعانهم على العمل بطاعته، ورغبهم في ذلك بالجزيل من ثواب جنته، وحذّرهم خلافه ومعصيته بشديد عقابه ونقمته، فأجاب الى دعوته من وفق لذلك برحمته، وعند عن أمره من خذل بضلاله وشقوته، والحجة الغالبة في ذلك لله سبحانه على بريته، وصلى الله على صفوته من خلقه، محمد والبررة الطاهرين من عترته وسلم.

وبعد: فاني[٣] لما عرفت من آثار[٤] السيدة الجليلة الفاضلة أدام الله

---

(١) ليس في نسخة «ج».

(٢) في نسخة «أ و ب» هم.

(٣) في نسخة «أ و ب» فانني

(٤) كذا

أن لا اله الا الله ، أشهد أن محمداً رسول الله ، أشهد أن محمداً رسول الله) من غير أن تجهر بها، فيسمع صوتها من ليس بمحرم لها، كانت بذلك محسنة مأجورة. وإن دخلت في الصلاة بغير الشهادتين أجزأها ذلك.

والسنّة في الأذان والاقامة للصلوات تختص بالرجال، ويتأكد الأمر فيهما على إمام الجماعة في الصلوات الخمس، بل هو واجب في ذلك دون ما عداه.

فاذاوقفت المرأة في القبلة كبرت حيال وجهها، ورفعت يديها الى دون شحمتي أُذنيها،ثم أرسلتهما[1] بالتكبير.

ووضعت أصابع يدها اليمنى على ثديها الأيمن، وأصابع يدها اليسرى على ثديها الأيسر.

وجمعت بين قدميها في القيام، ولم تفرق بينهما.

وسنّة الرجال في الصلوات بخلاف ذلك، يفرّق الرجل بين قدميه بمقدار أربع أصابع مفرجات إلى أكثر من ذلك، وإذا كبّر أرسل يديه على فخذيه.

وإذا ركعت المرأة وضعت يديها على فخذيها، ولم تطأطئ كثيراً، لئلا ترتفع عجيزتها.

والرجل إذا ركع ألقم كفيه عيني ركبتيه، وانحنى حتى يعتدل ظهره، فحكمه في ذلك بخلاف حكم النساء.

وإذا أرادت المرأة السجود، جلست على الأرض قبل أن تضع جبهتها عليها، فاذا اطمأنت بالأرض سجدت متضممة[2] بلصق ذراعيها

---

(١) في نسخة «ب» أرسلهما.

(٢) في نسخة «ج» فيضممه.

الى عضديها الى جنبها، وفخذيها الى بطنها لاطئة[1] بالارض.

فاذا أرادت القيام من السجدتين جلست ثم قامت، فاذا قعدت للتشهد جلست على أليتيها، ورفعت ساقيها، ووضعت باطن قدمها[2] على الارض، وضمت بين ساقيها وعيني ركبتيها.

وحكم الرجال في ذلك يخالف ما وصفناه.

وإذا أراد الرجل السجود أهوى بيديه الى الأرض قبل ركبتيه، ثم سجد منفرجاً قد رفع ذراعيه[3] عن عضديه[4] عن جنبيه، وفخذيه عن ساقيه، ويرفع بطنه عن فخذيه، ويسجد على سبعة أعظم: الجبهة، وباطن الكفين، وعيني الركبتين، وأطراف أصابع الرجلين، ويرغم بأنفه ارغاماً.

فاذا جلس[5] للتشهد جلس على أليتيه، واعتمد على اليسرى منهما قليلا، وخفض فخذه اليسرى ورفع فخذه اليمنى.

فهذا حكم الرجال فيما عددناه من هيئة الصلاة، وحكم النساء ما شرحناه من ذلك والله ولي التوفيق.

وسترة المرأة الحرة في الصلاة قميص وخمار، تغطي به رأسها، لا أقل من ذلك، ولا يجوز لها أن تصلي في قميص كثيف[6] وإن كان عليها سراويل أو مئزر.

---

(١) في نسخة «ج» لاطيها.

(٢) في نسخة «ج» ورمها.

(٣) في نسخة «ج» ذراعه.

(٤) ليس في نسخة «ج».

(٥) في نسخة «ج» جلست.

(٦) لعلّ الصحيح: يشفّ، راجع المقنعة ص١٥٠

وان فاتها صوم التطوع، لم يكن عليها قضاؤه، فان قضته احتسبت بذلك، ولا تقضي صلاة على كل حال.

فصل

فاذا[1] حاضت المرأة وهي صائمة أفطرت وقت حيضها، وقضت ذلك اليوم وان كان حيضها قبل مغيب الشمس بلحظة واحدة.

وإذا طهرت في شهر الصيام، أمسكت في الوقت الذي تطهر فيه من اليوم عن الاكل والشرب، ولو كان الوقت في أول النهار وعليها قضاء ذلك اليوم.

وكذلك حكم النفساء إذا وضعت حملها وكانت صائمة أفطرت.

فاذا انقطع دم نفاسها في بعض يوم من شهر رمضان أمسكت بقية يومها، وعليها القضاء.

إذا رأت الحامل دماً على حملها، فليس ذلك بحيض يمنع من الصلاة والصيام فلتصل ولتصم، ولا تترك شيئاً من ذلك بسبب الدم الذي رأته على الحمل، ويعمل فيه على ما ذكرناه من عمل المستحاضة، فتغسل فرجها، وتحتشي بالقطن، وتتشدد بالخرق، وتصلي وتصوم، وحكمها في ذلك حكم المستحاضة على ما فصلناه وبينا القول فيه وشرحناه.

وليس تحرم المستحاضة على زوجها إلاّ[2] الحامل التي ترى الدم على حملها، وإنما الشيء الذي يحرم المرأة على زوجها دم الحيض ودم النفاس، ولا يقرب الحائض والنفساء أزواجهما ما دامتا في الدم، فاذا تطهرتا لم يكن

---

(١) في نسخة «ج» وإذا.

(٢) لعلّ الصحيح: ولا

حرج على الزوج في لمسها إن شاء الله.

وأقل دم النفاس انقطاعه ولو كان بعد ساعة من وضع الحمل، وأكثره عشرة أيام.

فان استمر الدم بالتي تضع حملها فرأته بعد العشرة الايام فليس ذلك بدم نفاس بل هو استحاضة، وعلى المرأة حينئذ أن تغتسل قبل الفجر من الحادي عشر وتحتشي، وتعمل ما تعمله المستحاضة، وتصلي وتصوم إن شاء الله.

وأحكام النساء من بعد الذي وصفناه في الوضوء والغسل كأحكام الرجال سواء، انما يتميزن من الرجال في باب الطهارة بما ذكرناه، وبينا القول فيه ووصفناه.

والنساء يشركن الرجال في الندبة الى الاغسال المسنونة كغسل الجمعة، والعيدين، وليلة النصف من شعبان، وأول ليلة من شهر رمضان، وليالي الافراد منه، وليلة الفطر، والإحرام بالحج والعمرة، ولدخول مكة، ودخول البيت الحرام، وزيارة النبي صلّى الله عليه وآله وسلّم، وزيارة الائمة عليهم السلام.

باب
أحكام النساء في الصلوات

والمرأة[1] اذا قامت الى صلاتها فليس عليها للصلاة أذان ولا إقامة.

فان تشهّدت بالشهادتين، فقالت: (أشهد أن لا إله إلاّ الله، أشهد

---

(١) في نسخة «ج» فالمرأة.

الحاضرة، واستيناف قطن طاهر لم يلحقه الدم وخرق طاهرة.

فان رشح الدم على الخرق، كان على المرأة نزعه عند الفجر وغسل الفرج، وابدال القطن والخرق بغيرها ما[1] لم تنله نجاسة، ثم تتوضأ وضوء الصلاة، وتغتسل كغسلها من الجنابة، وان فعلت ذلك لصلاة الليل والغداة جاز وكفاها عن الغسل للفجر، وان اغتسلت قبل أن تستبدل القطن والخرق بعد الوضوء كان ذلك أحوط، وتتوضأ لباقي الصلوات، و[2] تجدد الوضوء في وقت كل صلاة، وتستبدل الخرق والقطن.

وإن غلب الدم حتى يزيد على الرشح، اغتسلت ثلاثة أغسال في اليوم والليلة، لكل صلاتين غسلاً، وتجمع بين الصلاتين.

فتغتسل للظهر والعصر غسلا، وتستبدل القطن والخرق، وتجعل صلاتها للظهر في آخر وقت الظهر، وتصلي العصر في عقيبها، من غير أن تفصل بينهما بنافلة، وتجعل النوافل قضاء، وإن جمعت بين الصلاتين الظهر والعصر في أول[3] أوقات الظهر أو وسطها، لم تحرج بذلك.

وتغتسل للمغرب والعشاء الآخرة غسلا ثانياً، وتجمع بينهما، فتصلّي المغرب في آخر أوقاتها، وتصلها بالعشاء الآخرة، وتجعل نوافل المغرب بعد العشاء الآخرة، وتصلها بالوتيرة التي هي نافلة العشاء.

وتغتسل لصلاة الليل، وتستبدل القطن والخرق، وتصلّيها وبعدها الفجر وركعتي الصبح بذلك الغسل. فان كانت ممن لا يتفق لها نوافل الليل اغتسلت لصلاة الغداة على ما قدمناه.

---

(١) مما لم تنله ظ.

(٢) الزيادة من نسخة «ب».

(٣) ليس في نسخة «ب».

فصــل

واذا التبس على المرأة دم الحيض من دم الاستحاضة، اعتبرت ذلك بلون الدم وكثافته، ورقته، وبرودته، وحرارته.

فان كان الدم غليظاً، شديد الحمرة يميل الى السواد، يخرج بحرارة تحسّ به فهو دم حيض.

وإن كان رقيقاً صافي اللون يميل الى الصفرة، يخرج بغير حرارة وربما أحست فيه ببرودة، فهو دم استحاضة.

ومن بلي من النساء باطباق الدم، فلتترك الصلاة في الأيام التي كانت تعتاد[1] فيها لدم الحيض، فاذا زالت اغتسلت كما ذكرناه في أبواب الاستحاضة، وعادت الى الصلاة والصيام.

وإن كانت ممن لا تستقر لها عادة في الحيض معروفة اعتبرت الدم، واستظهرت، واحتاطت لدينها ان شاء الله.

فصــل

وليس على الحائض أن تقضي ما فاتها من الصلاة، لكنها تقضي ما فاتها من الصوم المفروض.

وكذلك النفساء ليس عليها قضاء ما فاتها من الصلاة في أيام نفاسها لكنها تقضي ما فاتها من الصوم المفترض على ما ذكرناه.

---

(١) في نسخة «أ و ب» معتاد.

والحائض لا تصوم في حيضها فرضاً ولا تطوعاً، كما لا تصلي فرضاً ولا تطوعاً، ولا يجوز لها أن تقرب قبر النبي عليه السلام، ولا قبر إمام من أئمة آل محمد عليهم السلام، ولا بأس بأن تقف بأبواب مشاهدهم، ولا تلج مواطن الصلاة منها.

ولا تقرب الطواف بالبيت.

ولا بأس أن تسعى بين الصفا والمروة، وتحضر المشاعر كلّها.

وتحرم بالحج والعمرة وهي حائض، لكنها لا تدخل المسجد الحرام ولا مسجد النبي صلى الله عليه واله، ولا شيئاً من المساجد على ما قدمناه.

واذا أرادت الإحرام بالحج أو العمرة وهي حائض لحلول وقت الاحرام عليها وتضيّقه[1]، وهي أن تكون على حيضها في آخر الميقات، اغتسلت وأحرمت من غير صلاة.

ولا يجوز للحائض، والنفساء، والجنب من النساء والرجال: أن يضعوا أيديهم على شيء من القرآن مكتوب في لوح أو صحيفة أو غير ذلك، فإن كان المصحف في غلاف لغلافه[2]، كان لهم أن يحملوه بها، ولا بأس أن يلمسوا أطراف الورق من المصحف اذا لم تكن أيديهم تقع على شيء مكتوب من القرآن، ويمسوا الجلد الذي فيه الورق، والافضل اجتناب ذلك كلّه، والتعظيم[3] للقرآن، والاجلال له والاكبار[4].

وللحائض أن تقرأ من القرآن كلّه ما بين آية الى سبع آيات، [ولا

---

(١) في نسخة «ج» وتضعيفه.

(٢) لعلّ الصحيح: بعلاقة.

(٣) في نسخة «ج» والتعليم.

(٤) في نسخة «ج» والاكثار.

تقرأ أكثر من سبع آيات][1] . ولا يجوز لها أن تقرأ شيئاً من سورة سجدة لقمان[2] ، ولا من سورة حم السجدة ، ولا من سورة النجم ، ولا من سورة اقرأ باسم ربك الذي خلق ، لان[3] في هذه السور الاربع سجوداً مفروضاً ، ولها من أجله حرمة تمنع من قراءة شيء من السور[4] ، ولا يجوز مثل ذلك للنفساء ، ولا للجنب كما قدمناه .

ومن سمع تلاوة موضع السجود ، فان لم يكن طاهراً فليوم بالسجود الى القبلة إيماءاً ، ولا حرج في ترك السجود عند سماع ماعدا هذه الأربع السور المذكورات من مواضع سجود القرآن .

ولا بأس للحائض ، والنفساء ، والجنب خاصة من الرجال والنساء ، بمعالجة العجن ، والخبز ، وغسل الثياب اذا كانت أيديهم مغسولة قبل لمس شيء مما ذكرناه ولا بأس بعرق من ذكرناه ، والصلاة في لباسه ما لم يكن فيه شيء من النجاسة .

فصل

فالمرأة إذا استحاضت ، فعليها الاستبراء ، وغسل الفرج بالماء ، وحشوه بالقطن وشدّه بالخرق . فان كان الدم يرشح قليلا لا يرشح من الخرق ، كان على المرأه نزعه عند وقت كل صلاة ، وتجديد الطهارة للصلاة

---

(١) ما بين المعقوفين ليس في نسخة «ج» .

(٢) أي السورة التي تلي سورة لقمان .

(٣) ليس في نسخة «ج» .

(٤) في نسخة «ج» السورة .

والرجل يجوز له ذلك، إذا كان عليه سراويل أو مئزر.

وللأمة أن تصلي مكشوفة الرأس.

والصبية الحرة تصلّي أيضاً مكشوفة الرأس قبل بلوغها الحلم، وستره أفضل، فاذا بلغت لم تصلّ إلاّ مغطاة الرأس، إن شاء الله.

وللرجل أن يصلّي بغير قميص اذا كان عليه مئزر أو سراويل وإزار يأتزر ببعضه ويلقي بعضه على كتفيه.

وليس حكم الرجال حكم النساء فيما [قدمنا ذكره من السترة] [1] في الصلاة على ما بيّناه.

فصل

وللحرة[2] أن تؤم النساء فتصلي بهن الصلوات الخمس جماعة، فاذا أمتهن فلا تتقدم عليهن في المحراب، لكن تقوم في وسطهن بارزة عنهن قليلا، ولا تتقدم عليهن كثيراً، ولا يجوز للمرأة أن تؤم الرجال، وللرجال أن يؤموا النساء.

وليس على النساء حضور الجمعة، ولا العيدين.

وفرض صلاة الاستسقاء على الكفاية للرجال.

وكذلك الصلاة على الجنائز فرض على الرجال دون النساء، وليس بفرض عام لكنه فرض على الكفاية، اذا قام به بعضهم سقط عن الآخرين.

---

(١) في نسخة «ج» تقدم ما ذكره من السيرة

(٢) في نسخة «أ و ج» وللحراة

وتصلي المرأة صلاة الكسوف في بيتها كما يصليها الرجال، وهي ركعتان، في كل ركعة خمس ركعات وسجدتان، تركع في الاولى منها خمس مرات، وتسجد بعد الخامسة سجدتين، وتقوم الى الثانية فتصنع فيها كذلك، وتتشهد وتنصرف بالتسليم.

ومن السنّة للرجال أن يفزعوا[1] عند كسوف الشمس والقمر الى مساجدهم، ويصلوا فيها جماعة [ان شاءوا وفرادى][2] غير أنه ان احترق القرص كله في الكسوف كانت سنة على الرجال أن يصلوا صلاة الكسوف جماعة.

وليس من السنّة أن تصلّي النساء صلاة الكسوف في المساجد، وإن صلينها جماعة في بيوتهن جاز ذلك، وكان ذلك حسناً إن شاء الله.

وللنساء أن يقصرن في سفر الطاعة كما يقصر الرجال.

ويفطرن في شهر رمضان كما يفطر الرجال، وعليهن قضاء الصوم بعد رجوعهن الى بلادهن أو اقامتهن في بلد غير بلادهن اذا عزمن على المقام عشرة أيام فصاعداً.

وليس عليهن قضاء في تقصير الصلاة، كما أنه ليس ذلك على الرجال.

وليس للمرأة أن تسافر الامع ذي محرم لها.

ولا تسافر إذا كانت ذات بعل إلاّ باذن بعلها.

فان وجب عليها الحج، ولم يكن لها ذو محرم تسافر معه، خرجت بغير ذي محرم، ولا تترك المفترض عليها من الحج مع الامكان إن شاء الله.

---

(١) في نسخة «ب» يفرغوا

(٢) في نسخة «ج» وإن شاءوا فرادى

باب
أحكام النساء في الصيام

المرأة[1] تصوم شهر رمضان كما تصومه الرجال، ولا تترك صومه[2] إلّا بحيض[3] أو نفاس، أو مرض، أو سفر على ما حكم الله به في ذلك.

ولا تصوم المرأة تطوعاً إذا كانت ذات بعل حتى تستأذن بعلها فيه، فان أذن لها صامت، وإن منعها منه حرم عليها صيامه[4].

ويكره لها أن تقضي صوم شهر رمضان بغير إذن زوجها، وليس لزوجها أن يمنعها من القضاء، إلّا بمثل ما يجوزها[5] الامتناع منه على الاختيار، لمصلحة تفوت بصيامها، ولا يكون ذلك إلّا في نادر من الأيام، وله أن يمنعها من التبرع بالصيام.

ولا تقعد المرأة[6] اذا كانت صائمة في الماء الى وسطها، ولا تقوم فيه كذلك[7].

وللرجال أن يفعلوا ذلك.

---

(١) في نسخة «ج» والمرأة.

(٢) في نسخة «ب و ج» صومها.

(٣) في نسخة «ج» الحيض.

(٤) في نسخة «ج» صيامها.

(٥) كذا.

(٦) في نسخة «ج» الامرأة.

(٧) في نسخة «ج» لذلك

وليس لهم ولا للنساء أن يرتمسوا في الماء وهم صيام حتى يغمّ رؤوسهم.

ثم أحكام النساء بعد الذي عددناه، وأحكام الرجال في الصوم سواء.

باب
أحكام النساء في الزكوات والصدقات

النساء والرجال في مفروض الزكاة سواء، وكل ما وجب على الرجال فيما يملكونه منه الزكاة فهو واجب على النساء اذا ملكنه، لا يختلف أحكامهم في هذا الباب على ما ذكرناه.

فصل

ويكره للمرأة أن تتبرع بشيء من الصدقة إلّا باذن زوجها على ما قدمناه.

ويكره لها أن تعتق بغير إذنه، وتوقف وتنذر نذراً حتى تستأذنه فيه، فان فعلت شيئاً مما ذكرناه بغير إذن زوجها كانت مسيئة في ذلك، ومضى فعلها، ولم يكن للزوج رده وفسخه.

وإذا ترك الرجل ولدين أحدهما ذكر والآخر أُنثى، كان على الذكر أن يقضي عنه الصوم والصلاة ان كان فاته شيء من ذلك في حياته، ولم يكن على الأُنثى مثل ذلك.

ولا تعقل الإناث في قتل الخطأ، وإنما العقل على الرجال، ولذلك

كان لهم الميراث بالولاء، ولم يكن ذلك للنساء.

باب
أحكام النساء في الحج والعمرة

وإذا استطاعت المرأة الحج وجب عليها اداؤه كما يجب ذلك على الرجال، وعليهن العمرة فريضة كما هي مفترضة على الرجال.

واذا أحرمت المرأة للحج أو العمرة فليس عليها التعري من اللباس كما يجب ذلك على الرجال.

وليس عليها كشف رأسها في الاحرام كما يجب ذلك على الرجال.

وليس عليهن الجهر بالتلبية كما يلزم ذلك الرجال، بل ينبغي للنساء أن يخفضن أصواتهن بالتلبية، لئلا يسمعهن من ليس لهن بمحرم من الرجال.

وتسور[1] المرأة قناعها على وجهها الى طرف أنفها في الاحرام إن احتاجت[2] الى ذلك، فان لم تدعها اليه حاجة كشفت وجهها، لأن إحرام النساء في وجوههن، وإحرام الرجال في رؤوسهم على ما ثبتت[3] به السنّة، وتقرر في شرع الاسلام.

وليس على النساء أن يستلمن الحجر الأسود، كما أن السنّة في ذلك على الرجال.

---

(١) في نسخة «ب» وتسدل.

(٢) في نسخة «ب» احاجت.

(٣) في نسخة «ج» يثبته.

ويسقط عنهن الهرولة بين الصفا والمروة، ولا يسقط ذلك مع الاختيار عن الرجال، ولو خلا موضع السعي للنساء فسعين فيه لم يكن به بأس.

ويستحب للصرورة من الرجال أن يدخلوا الكعبة.

ويطأوا المشعر الحرام بأرجلهم.

وليس على النساء دخول الكعبة وان كنّ صرورات، ولا عليهن وطء المشعر، ولا لهن في ذلك سنة كما ذكرنا.

وللمرأة أن تتمتع بالعمرة الى الحج، كما أن ذلك للرجال.

ولها أن تقرن الحج وتسوق الهدي، ولها الاقران الا أنها اذا لم تكن من حاضري المسجد الحرام ففرضها التمتع بالعمرة الى الحج، كما أن ذلك فرض الرجال الذين ليسوا من حاضري المسجد الحرام، قال الله تعالى: ﴿ **فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدي - الى قوله - ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام** ﴾ [1].

والصّرورة من الرجال: هو الذي ابتدأ في الحج لم يكن سلف له حج من قبل يجب عليه حلق رأسه، ومن حج حجة الاسلام ثم عاد بعد ذلك الى الحج فليس بصرورة، فانّ حلق رأسه عند احلاله من الاحرام كان أفضل، وان قصّر أجزأه.

وليس على النساء وان كنّ صرورات أن يحلقن رؤوسهن، ولا شيئاً منها، وانما عليهن التقصير.

والرجال والنساء معاً اذا تمتعوا بالعمرة الى الحج، فأحلوا من العمرة، يقصرون من شعور رؤوسهم، فهذا هو الاحلال بين احرامي

---

(١) البقرة: ١٩٦

العمرة الى الحج.

فاذا أنشأوا الاحرام بالحج، اجتنبوا ما يجتنبه المحرم، ولا يجوز لهم أن يقصروا شيئاً من شعورهم فاذا كان يوم النحر ونحروا هديهم[1] أو ذبحوا كان عليهم التقصير، يحلق الرجال رؤوسهم في حج الصرورة، ويقصّر من ليس بصرورة، إن شاءوا الحلق كان أفضل له كما قدمناه.

ويقصّر النساء من شعور رؤوسهن كما وصفناه، سواء كنّ صرورات أو غير ذلك.

ولا يجوز للرجال أن يحجوا إلّا على [اختتان، وإزالة الغلفة][2] عنهم، وربما أسلم رجل من الكفار وهو ذو غلفة، فأراد الحج، فمن شرطه إذا اتّفق له ذلك، لمثل ما ذكرناه ونحوه.[3].

وإذا وطىء المحرم امرأته وهما محرمان على اختيار منهما[4] جميعاً لذلك، كانت عليهما كفارتان، يكفّر كلّ واحد منهما عن نفسه ببدنة، وإن كانت المرأة مكرهة على ذلك، كان على الرجل كفارتان عنه وعنها.

ومتى كان الجماع منهما قبل الوقوف بأحد[5] الموقفين، كانت عليهما الكفارة حسب ما شرحناه، والحج من قابل.

فان كان ذلك منهما بعد وقوفهما بالموقفين أو بأحدهما، فليس عليهما حجّ من قابل، وعليهما الكفارة مثل ما بيناه.

---

(١) في نسخة «ج» هديهما.

(٢) في نسخة «ج» اختيار وازالة العلقة.

(٣) كذا.

(٤) في نسخة «ج» لهما.

(٥) في نسخة «ج» أو أحد.

وإن كان الجماع منها دون الفرج، فليس عليهما حجّ من قابل، سواء كان ذلك قبل وقوفهما بالموقفين، أو بأحدهما، أو بعد ذلك، وإنما عليهما الكفارة خاصة.

ومن السنّة فيمن وجب عليه الحج من قابل بافساد حجه بالجماع، أن يُفرّق بينه وبين امرأته في الموضع الذي كان منهما ما كان، حتى يقضيا المناسك، ثم يجتمعان[1] من بعد.

ويكره للرجل إذا أحرم أن يضع يده على جسد امرأته بشهوة، أويضمّها اليه، اويلقمها بيده. وكذلك يكره لها أن تفعل[2] بزوجها مثل ذلك. وحكم الأمة والحرة في هذا سواء.

ولا ينظر المحرم في المرآة، والرجال والنساء في هذا سواء.

وللنساء أن يحرمن في الحرير والديباج ونحوه، ولا يحل ذلك للرجال.

وليس لهن أن يحرمن في الحلي، كما أن لهن الاحرام في الحرير من الثياب.

ومن السنّة لمن أراد الحج وكان صرورة، أن يوفّر شعر رأسه من أول ذي القعدة، ولا يقربه بتقصير ولاحلق، فان فعل ذلك كان عليه دم يهرقه. وليس السنّة في النساء مثل ذلك لانه لو قصّرت الصرورة من شعر رأسها في ذي القعدة وقبل إحرامها لم تحرج[3] بذلك، ولم تحل بسببه عليها فيه.

والمرأة إذا حاضت قبل الميقات، أو نفست اغتسلت.

---

(١) في نسخة «ج» يجتمعا.

(٢) في نسخة «ج» تفعلها.

(٣) في نسخة «ج» يخرج.

وإذا بلغت الميقات أحرمت من غير صلاة الاحرام.

وإن كانت حائضاً عند دخولها مكة قضت المناسك كلها إلاّ الطواف بالبيت، فانها لا تقربه حتى تطهر، ولها أن تشهد عرفة، والمشعر الحرام، وتذبح يوم النحر أو تنحر، وترمي الجمار، لكنها لا تدخل شيئاً من المساجد حتى تطهر، فاذا طهرت قضت ما فاتها من الطواف إن شاء الله.

باب
أحكام النساء في النكاح

والمرأة إذا كانت كاملة العقل، سديدة[1] الرأي، كانت أولى بنفسها في العقد على نفسها، وفي البيع، والابتياع، والتمليك، والهبات، والوقوف، والصدقات وغير ذلك من وجوه التصرفات، غير أنها إذا كانت بكراً ولها أب، أو جد لأب، فمن السنّة أن يتولى العقد عليها أبوها، او جدها لأبيها إن لم يكن لها أب، بعد أن يستأذنها في ذلك، فتاذن فيه، وترضى

ولو عقدت على نفسها بغير إذن أبيها، كان العقد ماضياً وإن اخطأت السنّة في ذلك.

وإذا كانت ثيّباً، فلها أن تعقد على نفسها بغير إذن أبيها، ولا تخطىء بذلك سنة.

وإذا مات الرجل عن بنت[2] صغيرة، فليس لأحد من ذوي

---

(١) في نسخة «ج» شديدة.

(٢) في نسخة «ج» بنته.

أرحامها وعصبتها أن يعقدوا عليها عقد نكاح حتى تبلغ، إلّاأن يكون أبوها قد جعل بعضهم وصياً عليها في ذلك.

فان كان لها جد لأب قام مقام الأب من العقد عليها، ولم يكن لها عند بلوغها الاعتراض في ذلك، وإن عقد عليها غير جدها لأبيها من ذوي أرحامها وعصبتها، أو غيرهما من الناس، كان العقد موقوفاً على بلوغها ورضاها، فان رضيت عند البلوغ به وأمضته ثبت، وإن كرهته بطل.

وإذا عقدت المرأة على نفسها لرجل عقد نكاح، فلها أن تمنع نفسها منه حتى تقبض مهرها إن كان معيناً، وإلّا كان لها مهر المثل، وليس للزوج إكراهها على تسليم نفسها قبل توفيتها المهر.

ومتى عجز الزوج عن تسليم المهر اليها، أو ماطلها[1] به مع التمكن منه، كان عليه الانفاق عليها في منزلها، وإن لم يكن اجتمعت[2] معه، ولم يكن له الحمل لها على الاجتماع، من أجل الانفاق الواجب عليه، وإنما له ذلك بعد دفع المهر اليها على ما ذكرناه.

وللمرأة على زوجها النفقة بالمعروف، والكسوة، والسكنى، وليس لها الاقتراح بأكثر من ذلك.

ومن تزوج امرأة على حكمها، فلها أن تحكم عليه في المهر بالسنّة فيما دون ذلك، وليس لها أن تحكم عليه بأكثر من مهر السنة.

والسنة في المهر خمسمائة درهم بالغاً ما بلغ، فقد وجب عليه لها ما أوجبه على نفسه.

وأقل المهر درهم واحد فضّة جيّدة لا غش فيه، أو ما يقوم مقامه من

---

(١) في نسخة «ج» يطلها.

(٢) في نسخة «ج» أجمعت.

العروض بقدر قيمته، ولا بأس أن يعقد الانسان عقدة نكاح على تعليم سورة من القرآن أو آية منه، ثبتت السنّة بذلك عن رسول الله صلّى الله عليه وآله[1]

ولا يجوز العقد على شيء من المحرمات كالخمور، والعيدان، وآلات الملاهي ونحو ذلك مما حظر الله تملكه في الاسلام.

وعلى المرأة أن تطيع زوجها، ولا تعصيه إلاّ فيما حظره الله تعالى، وليس لها أن تخرج من منزله إلاّ باذنه، ولا تغضبه، ولا تسخطه، ولا تهاجره، ولا تشاقّه، وعليها أن تحفظ نفسها عليه، وتؤدي أمانته اليه، وتلين له في الكلام، وتسره في جميع الفعال. فقد روي عن النبي صلّى الله

---

(١) روى الشيخ الكليني قدس سره في الكافي ٥: ٣٨٠ حديث ٥، عن محمد بن يحيى، عن أحمد بن محمد، عن علي بن الحكم، عن العلاء بن رزين، عن محمد بن مسلم، عن أبي جعفر عليه السلام قال: (جاءت امرأة الى النبي صلى الله عليه وآله فقالت: زوجني، فقال رسول الله صلى الله عليه وآله: من لهذه؟ فقام رجل فقال: أنا يارسول الله زوجنيها.

فقال: ما تعطيها؟ فقال ما لي شيء فقال: لا. فأعادت، فأعاد رسول الله صلى الله عليه وآله الكلام، فلم يقم أحد غير الرجل. ثم أعادت، فقال رسول الله صلى الله عليه وآله في المرة الثالثة: أتحسن من القرآن شيئاً؟ قال: نعم، فقال: قد زوجتكها على ما تحسن من القرآن فعلمها إياه.

ورواه أيضاً الشيخ الطوسي قدس سره في التهذيب ٧: ٣٥٤ حديث ١٤٤٤، عن محمد بن يعقوب بسنده المتقدم.

وأخرج نحوه البخاري في صحيحه، كتاب النكاح، باب التزويج على القرآن. والترمذي في الجامع الصحيح ٣: ٤٢٢ حديث ١١١٤.

عليه وآله أنه قال: «جهاد المرأة حسن التبعّل»[1].

وقال عليه السلام «لو أمرت أحداً أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها»[2].

وليس للمرأة أن تتصرف في مال بعلها إلاّ باذنه، فان ضيّق عليها في القوت والمأدوم، كان لها أن تأخذ من ماله بغير إذنه ما لا بد لها منه، ولا تأخذ أكثر من ذلك.

وعلى الرجل أن يحسن إلى زوجته، ويحلم عن غلظها، ويتجاوز عن سوطها[3] ويكثر من الرفق بها، ويقوم بمؤنتها، ولا يمنعها حقاً يجب لها.

فاذا حلف الرجل بالله أن لا يطأ زوجته، كانت بالخيار في تركه ويمينه، أورفعه الى الحاكم.

فان رفعته الى الحاكم أنظره أربعة أشهر، فان كفّر عن يمينه وعاد الى زوجته فقد قضى ما عليه، وإن أبى إلاّ المقام على شقاقها ألزمه أن يفي-

---

(١)رواه الشيخ الكليني في الكافي ٥: ٩ باب جهاد الرجل والمرأة حديث ١، عن امير المؤمنين عليه السلام، وفي صفحة ٥٠٧ باب حق الزوج على المرأة حديث ٤، عن أبي ابراهيم عليه السلام.

ورواه الشيخ الصدوق في من لا يحضره الفقيه ٣: ٢٧٨ عن الصادق عليه السلام، وفي الخصال: ٦٢٠ عن أمير المؤمنين عليه السلام ضمن حديث الاربعمائة الطويل.

(٢) رواه الشيخ الكليني في الكافي ٥: ٥٠٧ باب حق الزوج على المرأة حديث ٦، ورواه ابن ماجه في سننه ١: ٥٩٥ حديث ١٨٥٢. ورواه الشيخ الصدوق في من لا يحضره الفقيه ٣: ٢٧٧ حديث ٣، ولفظ الحديث: «لو كنت آمراً أحداً أن يسجد لاحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها».

(٣) في نسخة «ج» سوطتها. وفي نسخة أُخرى: سوء ظنّها.

أو يطلّق، فان امتنع من الأمرين جميعاً حبسه في محبس من قصب حتى يفي ءأو يطلّق، إلاّ أن تعفو المرأة عن حقّها عليه، فيسقط حينئذ بعفوها عنه.

وكذلك إذا ظاهر الرجل من امرأته، كان لها أن تستعدي عليه إلى الحاكم، [فينظره الحاكم][1] ثلاثة أشهر، فان كّفر عن يمينه وعاد الى زوجته، وإلاّ ألزمه طلاقها.

والحكم فيه كالحكم في الايلاء وان كانت فديتهما[2] تختلف حسب ما ذكرناه.

وإذا حدث بالرجل عنّة تمنعه[3] من الجماع، كان للمرأة أن ترفع أمرها الى الحاكم إن اختارت ذلك، فان رفعته[4] الى الحاكم وذكرت حاله[5] أنظره سنة من يوم استعدت عليه زوجته ليعالج نفسه، فان وصل الى امرأته في السنة مرة واحدة لم يكن لها عليه عدوى[6]، فان لم يصل اليها ألزمه الحاكم فراقها إن اختارت ذلك.

وإذا حدث بالرجل جنّة، فكان يعقل معها أوقات الصلوات، لم يكن لزوجته عليه حكم في فراقه لها، وإن لم يعقل أوقات الصلوات كان لها فراقه، وفرّق الحاكم بينهما.

---

(١) ليس في نسخة «ج».

(٢) في نسخة «ج» وزنتها.

(٣) ليس في نسخة «ج».

(٤) في نسخة «ج» رفعت.

(٥) في نسخة «ج» زلزلت.

(٦) في نسخة «ج» عدد.

وليس سوى هذين الموضعين في الحكم كما ذكرناه، بل على المرأة أن تصبر عليه، وليس لها خيار معه.

وتفصيل هذه الجملة، أنه إن حدث بالزوج جذام، أو برص، أو شلّ[1]، أو فساد مزاج، وما أشبه ذلك من الأمراض، لم يكن للمرأة عليه ما لها على من حدث به عنّة أو جنون.

وإذا دلسّ العبد نفسه على الحرة، وادعى أنه حُرٌّ، وزوجته على ذلك، ثم ظهر لها أنه عبد، كانت بالخيار، إن شاءت أقامت معه، وإن شاءت فارقته بغير طلاق.

وكذلك إذا دلّس الخصي نفسه على المرأة، ثم عرفت حاله بعد ذلك، كانت بالخيار، إن شاءت أقامت عليه، وإن شاءت فارقته.

وكذلك الحكم في العنين إذا دلسّ نفسه.

ومتى رضيت المرأة بواحد ممن ذكرناه بعد علمها بحاله، لم يكن لها بعد الرضا به خيار.

وإذا كانت الأمة تحت عبد، فعتقها سيدها، كانت بالخيار بين الاقامة عليه، وبين فراقه بغير طلاق.

وإذا تزوج الرجل الأمة على الحرة بغير إذنها، كانت بالخيار، إن شاءت أقامت معه، وإن شاءت فارقته بغير طلاق.

وكذلك إن تزوج على المسلمة بالذميّة، فالحكم فيه سواء.

وإذا تزوج الرجل على المرأة ابنة اختها، أو بنت أخيها، وهي لم تأذن له في ذلك، كانت بالخيار، إن شاءت قرّت معه، وإن شاءت فارقته بغير طلاق.

---

(١) في نسخة: سلس

وليس كذلك الحكم في نكاح الرجل العمة على بنت أخيها، والخالة على بنت أختها، بل على الصغرى المقام مع الكبرى، فان كرهت ذلك فليس لها فيه خيار.

وليس للمرأة الاعتراض على زوجها في التسري[1] عليها بالاماء، والنكاح عليها بملك اليمين، ولا لها الاعتراض عليه في نكاح ثلاث نسوة حرائر عليها بعقد النكاح.

ولها إذاتزوج عليها بحرّة أن تلتمس منه العدل في الانفاق والنكاح، وتمنعه من الجور عليها في الفعال، قال الله تعالى: ﴿ **فا نكحوا ما طاب لكم من النسآء مثنى وثلاث ورباع، فان خفتم ألا تعدلوا فواحدة، أو ما ملكت أيمانكم، ذلك أدنى ألا تعولوا** ﴾[2].

وإذا عجز الرجل عن نفقة زوجته، كان لها انظاره الى ميسرة، [وليس لها الزامه الفراق الا أن يستمر به العجز عن الانفاق][3].

وليس على المرأة رضاع الولد الا أن تتبرع بذلك، وللاب أن يستأجر لولده من يرضعه، فان رضيت الام بقدر الاجرة التي رضيت بها الأجنبية، كانت أحق برضاعه بها.

وليس على المرأة خدمة زوجها في ثيابه، والخبز، والطبخ، وأمثال ذلك، فان تبرّعت به فقد أحسنت، فان لم تفعله لم يكن للزوج إلزامها عليه.

---

(١) في نسخة «ج» اليسرى.

(٢) النساء: ٣.

(٣) ما بين المعقوفين ساقط من نسخة «ج».

بـاب
أحكـام النساء
في الطلاق ، والفراق ، ووفاة الأزواج

والمرأة إذا بانت من زوجها بأحد أسباب البينونة من الطلاق، أو الخلع ، أو المباراة، فعليها في ذلك أحكام ، ولها عليه فيه أحكام .

وإن بانت منه بطلاق بعد الدخول بها منه ، كان عليها العدة . وإن كانت من ذوات الاقـراء فعدتها ثلاثة قروء، كما قال الله عزّ اسمه : ﴿ والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء ﴾[1] .

والقـرء[2]: الطهر ما بين الحيضتين، فاذا طهرت ثلاثة أطهار من يوم طلقها حلّت للأزواج .

وعليه أن ينفق عليها ما دامت في العدة منه .

وإن كان طلّقها طلاقاً ليس له عليها منه رجعة ، فليس عليه انفاق في عدّتها .

والـطلاق الذي يملك فيه الرجعة، هو طلاق السنّة ، يطلقها[3] واحدة في طهر منها قد اعتزلها فيه، ويشهد على طلاقه رجلين مسلمين عدلين ، فهذا طلاق السنّة، وهو أملك برجعتها ما لم تخرج من عدتها، وليس لها اعتراض عليه في الرجعة .

---

(١) البقرة: ٢٢٨ .

(٢) الزيادة من نسخة «ج» .

(٣) في نسخة «ج» فطلقها .

فاذا خرجت من العدة كانت أملك بنفسها، ولم يكن له عليها رجعة، وكان له استئناف خطبتها، كما أن ذلك لغيره من الرجال.

وهي بالخيار إن شاءت مناكحته جاز ذلك لها بعقد مستأنف ومهر جديد، وإن لم تؤثر مناكحته لم يكن له عليها سبيل.

فصل

وإن راجعها بعد التطليقة الاولى قبل خروجها من العدة، وأقام معها، ثم بدا له فطلقها تطليقة ثانية كالاولى، بانت منه بها، وسرت في العدة، وكان عليه نفقتها وسكناها.

فان بدا له فراجعها قبل أن تخرج من العدة كان أملك بها، ولم يكن لها الامتناع عليه.

فان طلقها ثالثة كتطليقه لها في الاوّلة والثانية بانت منه، ولم يكن له عليها رجعة، واستقبلت العدة من أولها، ولا نفقة لها عليه.

وإذا بارأ[1] الرجل امرأته أو خالعها[2] لم يكن له عليها رجعة، ولا لها عليه سكنى ولا نفقة.

فصل

والمباراة لا تكون الا وكل واحد من الزوجين [كاره لصاحبه][3]

(١) في نسخة «أ» بان.

(٢) في نسخة «ج» خالفها.

(٣) في نسخة «ج» تارة لصاحبها.

فيتفقان على المباراة، وهي ان تبرئه المرأة من حقوقها عليه ليخلّي سبيلها فيطلقها على هذا الشرط تطليقة[1] واحدة، في طهر، بمحضر من رجلين مؤمنين عدلين.

والمخـالعة لا تكون إلاّ على شقاق من المرأة، وعصيان لزوجها، وترك طاعتها لله[2] تشييناً له، وكراهة للمقام معه، واضطراراً له الى برأتها، وللزوج عند ذلك أن يقترح عليا براءة من حقوقها كلّها علي، واعطاؤه من عندها عيناً، أو ورقاً يقترح عليها، أو ثياباً، أو عقاراً، أو دواب ونحو ذلك من الأعراض[3] ليطلقها على ذلك، ويخلها عليه، ولا يكون في حرج من ذلك لموضع سفاهتها له، وبغيها عليه.

فاذا أجابته الى ملتمسه، أشهد بخلعه لها شاهدين من المسلمين العدول، وكان ذلك في طهرها.

فان خلعها بلفظ الخلع فهو المسنون، وان خلعها[4] بلفظ الطلاق قام ذلك مقام لفظ الخلع، وليس له عليها رجعة. كما لم يكن له على المبارئة رجعة، ولم يكن له على المطلقة للعدة ثلاثاً رجعة.

غير أنـه إن رغب في المبارئة، والمختلعة، فخطبهما الى أنفسهما، واختارتا مناكحته بعد الزهد الذي كان منهما فيه، كان لهما التناكح بعقد مستأنف ومهر جديد.

وليس ذلك حكم المطلقة للعدة ثلاثاً، لأنها لا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره، كما بينّ ذلك في كتابه حيث يقول: ﴿ **فان طلقها** ﴾ وهو يعني

---

(١) ليس في نسخة «ج».

(٢) لعلّ الصحيح: له.

(٣) في نسخة «ج» الاغراض.

(٤) في نسخة «ب» طلقها.

طلاق العدة الذي هو ثلاث بينه رجعتان ﴿ فلا تحلّ له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره ﴾[1].

ومن طلق امرأته وهو لم يدخل بها، فلا عدّة عليها، ولا نفقة لها عليه، ولا سكنى، ولها أن تنكح نفسها من شاءت عقيب الطلاق، ولها الخيار إن شاءت ناكحته وان شاءت امتنعت عليه.

وإن طلقها قبل الدخول بها، وكان قد سمى لها مهراً حين عقد عليها، فعليه النصف مما سمّاه دون جميعه، قال الله سبحانه: ﴿ وإنْ طلقتموهن من قبل أن تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم ﴾[2].

وقال سبحانه في سقوط العدة عنها: ﴿ ياأيها الذين آمنوا إذا نكحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل أن تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها ﴾[3].

وان كان هذا المطلّق لم يسمّ للتي طلّقها مهراً، فليس لها عليه مهر إذا طلّقها قبل الدخول بها، لكن عليه أن يمتّعها بحسب حاله في اليسار والتوسط والا قتار.

فان كان موسراً متّعها بثوب قدره ثلاثة دنانير الى أكثر من ذلك، أو ما يقوم مقامه من ورق، أو عين، أو دابة.

وإن كان متوسطاً متّعها بثوب قدره دينار ونحو ذلك أو ما يقوم مقامه مما عددناه.

---

(١) البقرة: ٢٣٠.

(٢) البقرة: ٢٣٧.

(٣) الأحزاب: ٤٩.

وإن كان فقيراً متّعها بدرهم من فضة أو خاتم قدره ذلك ونحوه.

وإذا سمى الرجل للمرأة مهراً، وسلّمه اليها قبل دخوله بها، ثم طلقها قبل أن يجتمعا، رجع عليها بنصف ما سلمه اليها.

وان كان قد عقد عليها على تعليم سورة من القرآن، أو أكثر من ذلك، أو أقل، فعلمها إياها، ثم طلقها قبل أن يدخل بها، كان له أن يرجع عليها بقدر نصف الاجرة المستحقة على ما علّمها إياه.

والحامل إذا طلقها زوجها كان عليها أن تعتد حتى تضع حملها، وعليه الانفاق عليها، والسكنى لها، ما لم يكن طلاقه لها عند مباراة أو خلع حسب ما ذكرناه.

ومن طلق حاملا على السنة تطليقة واحدة كان أملك برجعتها ما لم تضع حملها فاذا وضعت الحمل كانت أملك بنفسها منه، وهو كواحد من الخطاب.

وإذا وضعت المطلقة حملها، جاز لها أن تعقد على نفسها عقدة نكاح عقيب وضعها الحمل، لكنه لا يحل للعاقد عليها وطؤها حتى تخرج من دم نفاسها.

فصل

وإذا مات الرجل عن المرأة أو قتل، فعليها العدة أربعة أشهر وعشراً، قال الله عزّ وجل: ﴿ والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجاً يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً ﴾[1] فأوجب العدة على المتوفى عنها

(١) البقرة: ٢٣٤.

زوجها، سواء كانت كبيرة أو صغيرة، أو كانت قد دخل بها قبل الوفاة، أو لم يدخل بها.

وليس للمتوفى عنها زوجها في تركته نصيب من نفقة عدة، ولا اجرة مسكن، كما يجب ذلك للمطلقات على السنة حسب ما شرحناه.

وعلى المتوفى عنها زوجها حداد في العدّة، سواء كانت صغيرة أو كبيرة، والحداد أن تمتنع من الزينة كلها.

ولا تلبس من الثياب المصبوغة بالحمرة والصفرة ونحوها. ولا [بأس أن][1] تلبس الثياب السود.

ولا تكتحل بسواد، وان اكتحلت بالحضض ونحوه لم يكن به بأس.

ولا تدهن بشيء من الأدهان الطيبة، وتمتنع من شم المسك والزعفران والطيب كله، ولا تأكل طعاماً فيه طيب، ولا تتبخر بالعود ونحوه.

ولا تلبس شيئاً من الحلي.

وتكون على ما وصفناه من الحداد حتى تخرج من عدتها.

وللمتوفى عنها زوجها أن تخرج الى الحج والعمرة في عدتها. فان عرض لأهلها حق لم يكن بأس بان تقتضيه[2]، ولا تغيب في بلدها عن منزلها.

وليس للمطلقة أن تخرج من بيتها على حال حتى تقضي عدتها، قال الله [جل اسمه][3]: ﴿ ولا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا أن يأتين

---

(١) ما بين المعقوفين ساقط من نسخة «ج».

(٢) في نسخة «ج» تعسه.

(٣) في نسخة «ج» تعالى.

بفاحشة مبينة ﴾[1] يريد بالنهي لهن عن الخروج في العدة.

وليس على المطلقة حداد، كما يجب ذلك على المتوفى عنها زوجها، وللمطلقة أن تلبس الثياب المصبوغة بألوان الصبغ، وتلبس الزينة، وتشم الطيب.

وإن كان لزوجها عليها رجعة لم يكن به بأس أن تصنع له، لعل الله تعالى يقضي بينهما بالخيرة فيما يؤثرانه منها.

وإذا مات الرجل عن امرأته وهي حامل، فوضعت حملها قبل أن يمضي عليها أربعة أشهر وعشرة أيام اعتدت أربعة أشهر وعشرة أيام.

وإن مضى عليها هذا المقدار من الزمان فلم تضع حملها وتأخر، كانت عدتها وضع الحمل، ولو كان بعد تسعة أشهر من وفاته.

وليس كذلك حكم الحامل المطلقة في عدتها، لانها ان وضعت عقيب الطلاق بلا فصل خرجت بذلك من عدتها، ولم يكن عليها عدة بالاقراء بعد ذلك.

ومن مات عن زوجته، وكان قد سمى لها مهراً، ولم يدفعه اليها حتى مضى لسبيله، كان لها ما سماه من المهر بأجمعه، تقبضه من أصل تركته قبل قسمتها، سواء مات عنها وقد دخل بها أو لم يدخل بها.

وكذلك ان ماتت وقد سمى لها زوجها مهراً، ولم يكن سلمه اليها حتى مضت، فلورثتها عليه من المهر بقسط سهامهم، ويسقط عنه بحساب سهمه من ميراثها، سواء ماتت وقد كان دخل بها أو لم يدخل بها.

وان ماتت المرأة ولم يكن سمى لها مهراً، فلا شيء لورثتها عليه.

وكذلك ان مات عنها ولم يكن سمى لها صداقاً فلا مهر لها من تركته.

---

(١) النساء: ١٩.

وليس للمتوفى عنها زوجها وهي حامل نفقة علىٰ الحمل في ما له، ولا علىٰ العدة.

وحكم من ليست بحامل في عدة الوفاة حكم الحامل في سقوط النفقة عليها من تركة المتوفى، وينفقان على أنفسهما من أموالهما خاصة دون تركة الزوج على ما قدّمناه..

ومن طلق امرأته وبينهما ولد ذكر قد فصل من الرضاع فهو أحق به من امه، وإن كان لم يفصل من الرضاع فامه أحق به.

وإن كان الولد انثى، فالام أحق بها ما لم تتزوج حتى تبلغ البنت وتتزوج، فاذا تزوجت كان الزوج أحق بها.

وإن تزوجت الام كانت جدتها من قبل الام أحق بكفالتها ما لم يكن لها زوج، فان كان لها زوج وضعها الاب عند من يوثق بها من النساء المسلمات المؤمنات اللاتي ليس لهن بعول.

وقد ذكرنا أن الأب إذا استأجر ظئراً[1] لولده ترضعه فان رضيت الام باجرة الظئر كانت أحق برضاعه بذلك الاجر.

ويكره الارتضاع من المجوسية، والصابئية، ويكره الارتضاع ممن ولدت من فجور، ولبن اليهودية والنصرانية أهون في الكراهة من لبن الفجور، ويكره لبن الحمقاء لان اللبن يعدي. وكذلك يكره الارتضاع من ذوي العاهات لما ذكرناه من تعدي ذلك الى المرتضع، وإن لم يكن محرماً محظوراً.

---

(١) الظئر: المرضعة لغير ولدها. ويقع على الذكر والانثى النهاية ٣: ١٥٤ (مادة ظأر).

باب
أحكام النساء في الشهادات والبينات

وشهادة النساء ثابتة في العُذْرة، والحيض، والنفاس، والولادة، والاستهلال، وفيما لا يحل للرجل رؤيته من النساء اذا شهدت به المرأة الحرّة المسلمة المأمونة.

وتقبل شهادة امرأتين ورجل واحد عدل في الديون، والحقوق، والأموال.

ولا تقبل شهادة النساء في النكاح، والطلاق، ورؤية الهلال، والقصاص، والدماء.

وتقبل شهادة أربع نسوة في الوصية، فان لم يحضرها إلاّ امرأة واجدة، اجيز شهادتها في ربع الوصية، وما زاد على الواحدة فبحساب ذلك.

باب
أحكام النساء في القود والقصاص والديات

إذا قتلت المرأة امرأة حرة مسلمة عمداً كان لاولياء المقتولة قتلها، فان قنعوا بالدية منها، كان عليها خمسون من الابل، أو خمس مائة دينار حسب ما يقع الاتفاق عليه من ذلك.

فان قتلت رجلا حراً مسلماً كان عليها مائة من الابل أو ألف دينار

حسب ما يقع الاتفاق عليه من ذلك.

وإذا قتل الرجل المرأة، فأراد أولياؤها قتله كان لهم ذلك، ويؤدون الى ورثته خمس مائة دينار أو خمسين من الابل.

وإذا كان القتل ممن ذكرناه خطأ، كان فيه الدية على ما بيناه دون القود.

وإذا قتلت الحرة المسلمة أمة غيرها، أو عبده، لم يكن عليها قود، وكان عليها قيمة المقتول ولا يتجاوز بها دية الحر المسلم.

وإن قتل عبد أو أمة امرأةً مسلمةً حرةً، لم يكن لأوليائها إلاّ نفس القاتل، دون ما زاد عليها، إلاّ أن يفتديه مولاه، وما يرضى به الأولياء من الدية فما دونها.

والمرأة تساوي الرجل في دية الجوارح حتى تبلغ الثلث، فاذا زادت على ذلك رجعت الى النصف من دية الرجال، ومن كل شيء واحد من المرأة إذا استؤصل مثل ديتها، ومن كل شيئين منها الدية كاملة، ومن أحد الشيئين نصف ديتها مثل[1] ذلك:

في أنف المرأة إذا استؤصل دية المرأة خمس مائة دينار، [وكذلك في لسانها إذا استؤصل، وفي عينيها إذا فقئتا خمس مائة دينار][2] وفي إحديهما مائتان وخمسون ديناراً.

وكذلك في الاذنين، واليدين، والرجلين.

والحكم في الرجال كذلك، إلاّ أن دية الرجل ألف دينار، ودية المرأة خمس مائة دينار.

---

(١) في نسخة «ج» مثال.

(٢) ما بين المعقوفين ساقط من نسخة «ج».

وفي الجوارح الجميع بحساب دياتهم على ما بيّناه.

ودية الذمي من اليهود، والنصارى، والمجوس ثمانون ديناراً، ودية نسائهم على النصف من ذلك أربعون ديناراً. وديات أعضائهم وجوارحهم بحساب ذلك.

ولا تقبل في الشهادة على القتل إلاّ شهادة رجلين مسلمين عدلين، وإقرار الانسان على نفسه يغني عن الشهادة عليه، فاذا عدم الشهود الموصوفون، وحضرت قسامة على الدم، قامت مقام الشهود.

والقسامة في دم الرجال المسلمون، خمسون رجلاً يحلفون بالله على دعوى القتل مع الشبهة في ذلك، فان لم يكن خمسون رجلا حلف من يحضر من القسامة تمام خمسين قسماً.

وفي دية أعضاء المسلم من القسامة يحسب قدرها ومبلغها في الدية.

باب
أحكام النساء في الحدود والآداب

وحدّ المرأة الحرة المسلمة إذا زنت، كحدّ الرجل المسلم الحرّ، إن كانت محصنة جلدت مائة جلدة، ثم رجمت بعد ذلك.

وهكذا حدّ الرجل المحصن، لا فرق بينه وبين المحصنة على ما ذكرناه.

وليس على الأمة رجم إذا زنت، سواء كانت محصنة أو غير محصنة، وعليها الجلد خمسون جلدة وحكم العبد كحكم الامة.

وتقطع المرأة إذا سرقت من حرز ما قدره ربع دينار، كما يقطع الرجل في ذلك. ولا تقطع إذا سرقت من بيت زوجها، وتقطع من حرز غيره.

ويقطع العبد والأمة في السرق إذا شهد عليهم الشهود العدول به، ولا يقطع واحد منهما في الاقرار.

~~وتجلد المرأة في الفرية، كما يجلد الرجل ثمانين جلدة.~~

وتجلد في شرب الخمر، كما يجلد الرجل ثمانين جلدة.

وتؤدب في التعرض بالقبيح، كما يؤدب الرجل.

ولا يقبل فيما يوجب الحدّ من الزنا أقل من أربعة شهود عدول، ولا يقبل في الفرية، والخمر، والسرق إلاّ شهادة شاهدين من عدول المسلمين، ولا تقبل في شيء من ذلك شهادة النساء.

والحد في السحق كالحد في الزنا سواء، إن كانت المرأة محصنة جلدت ثم رجمت، وإن لم تكن محصناً أُقيم عليها الحد والجلد دون الرجم.

والإحصان عندنا لايكون إلاّ مع الغنى عن الدواعي الى الفجور في أغلب الاحوال، وهو أن يكون للمرأة زوج حاضر يبيت[1] معها في البلد، غير غائب ولا محبوس، وكذلك للرجل.

وإحصان الرجل بالحرائر والاماء معاً، وليس القول في ذلك على ما تذهب اليه العامة، من أن الإحصان: معرفة المرأة بالرجل وإن جامعها مرة واحدة، ثم طلّقها، أو مات عنها وبقيت[2] بعده، أيّمة لا زوج لها

---

(١) في نسخة «أ و ب» تيقنت.

(٢) في نسخة «أ و ب» تيقنت.

ثلاثين سنة .

وإنما الإحصان ما ذكرناه .

باب
من أحكام النساء في آداب الشريعة
وما هو واجب من ذلك ومندوب اليه

وعلى المرأة الحرة المسلمة أن تستتر في بيتها، وتلزمه، ولا تخرج منه إلاّ في حق تقضيه، ولا تتبرج في خروجها منه .

ولا يحل لها كلام من ليس لها بمحرم من الرجال، ولا تتولى معه خطاباً في بيع ولا ابتياع، إلاّ أن تضطر الى ذلك، ولاتجد عنه مندوحة، فيكون كلامها فيه على خفض من صوتها، وغض من بصرها عمّن تحاوره به .

ولها أن تسترسل أهل الأمانة فيما تحتاج اليه لدينها .

وتكلم الحاكم عند حاجتها الى ذلك، وإن استنابت فيه محرماً لها كان أفضل، وأعظم أجراً .

وتغض بصرها عن النظر الى من ليس لها بمحرم من الرجال، فلا تملأ طرفها منه، ولا تخضع له بالقول في مكالمته، كما وصى الله تعالى أزواج نبيه صلى الله عليه وآله بذلك، فقال: ﴿ **فلا تخضعن بالقول فيطمع الذي في قلبه مرض وقلن قولا معروفاً * وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى، وأقمن الصلاة وآتين الزكاة وأطعن الله ورسوله** ﴾[1] .

---

(١) الاحزاب: ٣٢ ـ ٣٣ .

ولا يحل للمرأة المسلمة أن تبدي زينتها إلاّ لمن أباحها الله ذلك له منها، ممن سماه في كتابه حيث يقول: ﴿ **وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها، وليضربن بخمرهن على جيوبهن، ولا يبدين زينتهن الا لبعولتهن، أوآبائهن أو آباء بعولتهن، أو أبنائهن، أو أبناء بعولتهن، أو إخوانهن، أو بني إخوانهن، أو بني أخواتهن، أو نسائهن، أو ما ملكت أيمانهن، أوالتابعين غير أولي الاربة من الرجال، أو الطفل الذين لم يظهروا على عورات النساء، ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن وتوبوا الى الله جميعاً أيها المؤمنون لعلكم تفلحون**﴾[1].

ولتجتنب المرأة الحرة المسلمة سلوك الطرق على اختلاط بالرجال، ولا تسلكها معهم الا على اضطرار الى ذلك دون الاختيار. واذا اضطرت الى ذلك فلتبعد من سلوكها عن الرجال، ولا تقاربهم، وتحتفز[2] بجهدها ان شاء الله.

ويكره للنساء الحرائر الشباب أن يكون سكناهن في الغرف الشارعات، ويكره لهن تعلم الكتابة، وقراءة الكتب، ولا ينبغي لهن أن يتعلمن من القرآن سورة يوسف خاصة دون غيرها، ويتعلمن سورة النور.

وينبغي للنساء المسلمات كافة أن يتعلّمْنَ من القرآن ما يؤدّين به فرائض الصلوات وهي سورة الحمد، وسورة الإخلاص أو غيرها من سور القرآن، ولا يتعلّمن الشعر، ولا بأس أن يتعلّمن الحكم، والمواعظ، والأخبار المفيدة لأحكام الاسلام.

(١) النور: ٣١.

(٢) الحفز: الحث والاعجال. النهاية ١: ٤٠٧ (مادة حفز). ولعلّ الصحيح: تتخفر.

ولا ينبغي لهن أن يلبسن[1] الثياب الرقاق، ولا بأس أن يلبسن[2] المضبع[3] منها إذا كن ذوات بعول يتزينّ بذلك لبعولتهن خاصة، دون غيرهم من الناس.

ولا ينبغي للمرأة الحرة المسلمة أن تضاجع امرأة ليس بينها وبينها رحم على فراش واحد، وتعرى[4] من الثياب، ولا تجتمع معها في لحاف أو إزار إلّا أن يكون عليهما لباس يواري أجسادهما، ولا يجوز ذلك مع التعري من اللباس كما ذكرناه.

ولا يحلّ للمرأة أن تبدي زينتها لمن ليس بينها وبينها رحم من النساء، كما تبدي لذوات الأرحام.

ولا يحل للمرأة أن تنظر الى فرج امرأة ليست من ذوي أرحامها على الاختيار، فان كان منها ذلك لضرورة لم تحرج به إن شاء الله.

ويكره للمرأة الحرة المسلمة أن تنقش يديها ورجليها بالخضاب.

ولا يحل لها أن تصل شعرها بشعر غيرها من الناس، ولا بأس أن تصله بأصواف الغنم وأوبار الانعام.

ولا يجوز لها وشم وجهها، وهو أن تنقب[5] في خدها وغيرها من وجهها بابرة وتجعل فيه الكحل ليكون كالخال المخلوق في وجوه الناس. ولا يحل لها التصنّع إلّا لبعلها، ولا يحل ذلك لغيره من النساء والرجال على حال.

ومحظور عليهن دخول الحمامات الشارعات.

(١ - ٢) في نسخة «ج» تلبس.

(٣) في نسخة «ب» المصبغ، وفي نسخة «ج» المصنع.

(٤) في نسخة «ج» أو تتعرا.

(٥) في نسخة «ج» تنقش.

ولا يجوز لهن الاجتماع في الحمامات على التعري مع من لا رحم بينها وبينها من النساء، ولا لمن عليه بملك اليمين [منهن أو ملكه][1] لهن، إذا كنّ إماء.

ولا يحل لهن الاجتماع في العرسات، والتبذل بالزينة والحلي واللباس. ولا يجتمعن في المصائب ولا النائحات.

ولا بأس للقواعد من النساء ـ وهنّ العجّز اللآتي لا يصلحن للازواج للنكاح ـ أن يحضرن الجمعة والعيدين، ويمشين في طرقات الرجال للحوائج الى ذلك والاسباب.

وليس عليهن في التشديد في اظهارهن ما على الشباب من النساء، وتعففهن عن ذلك أفضل بلا ارتياب، قال الله عزوجل: ﴿ والقواعد من النساء اللاتي لا يرجون نكاحاً، فليس عليهن جناح أن يضعن ثيابهن غير متبرجات بزينة، وإن يستعففن خير لهن والله واسع عليم ﴾[2].

باب
أحكام النساء في الاحتضار للموت، والغسل، والكفن، والصلاة عليهن

فاذا احتضرت المرأة فلتوجه الى القبلة، كما يوجّه الرجل اليها عند احتضاره وليجعل باطن قدميها الى القبلة، ووجهها تلقاءها، وتكون

---

(١) ليس في نسخة «ج».

(٢) النور: ٦٠.

مستلقية على ظهرها، ثم لتغمض عند وفاتها، ويشد لحيها[1] الى رأسها لينطبق[2] فوها.

وينبغي أن تلقّن الشهادتين عند احتضارها، ويذكر لها أئمتها من أولهم الى آخرهم، وتلقّن كلمات الفرج أيضاً، وهي الكلمات التي تقنت بها في الصلوات وشرحها: «لا اله الا الله الحليم الكريم، ولا اله الا الله العلي العظيم، سبحان الله رب السموات السبع، والأرضين السبع، وما فيهن، وما بينهن، وربّ العرش العظيم، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين» فانه إذا لقّن الميت هذه الكلمات نفعته وخففت عنه، وكذلك الرجال أيضاً يلقنون بها ذكرناه اذا احتضروا. وليس بين النساء والرجال فرق في هذه السنة.

ويتولى غسل النساء المسلمات، النساء الثقات العارفات المسلمات.

ويتولى غسل الرجال المسلمين، المسلمون[3] من الرجال الثقات، العارفون المحسنون لغسل الأموات.

ولا يغسل امرأة ولا رجلا إلاّ من أذن له أولياؤهما في ذلك.

ولا بأس أن تغسّل الرجل امرأته عند الحاجة الى ذلك، وعدم امراة مؤمنة تغسلها، أو لغرض[4] من الأغراض[5] يقتضيه التدبير والصلاح.

ولا يغسّل[6] المرأة زوجها بمثل ذلك.

---

(١) في نسخة «ج» وتشد لحيتها.

(٢) في نسخة «ج» ليطبق

(٣) ليس في نسخة «ج».

(٤) في نسخة «ج» تعرض

(٥) في نسخة «ج» الاعراض.

(٦) ليس في نسخة «ج»

فاذا ارتفعت العوارض، لم تغسل النساء إلّا النساء، ولا يغسل الرجال إلّا الرجال.

وغسل الأموات من النساء والرجال واحد، وهو ثلاثة أغسال. الغسلة الأوّلة[1] منها بماء السدر، والثانية بماء القراح يضاف اليه شيء من حلال[2] الكافور قل ذلك أم كثر، والغسلة الثالثة بماء القراح الذي لا يضاف اليه شيء على حال.

ويُحلّ شعر المرأة عند غسلها، ولا يشدّ في كفنها.

وكذلك المرأة إذا اغتسلت من الحيض، ودم النفاس، والجنابة، ودم الاستحاضة لم تترك في رأسها خيطاً قد شد به شعرها حتى تحله، ولها بعد الغسل شد شعرها كيف شاءت، ولا يجوز في غسل المرأة من المؤمنين أن يشد لها شعر بعد الغسل ولا في حاله.

وكفن المرأة يزيد على كفن الرجل بقطعتين من الثياب، لما يجب من الاستظهار في سترها، وذلك أن عدد أكفان الرجل ثلاثة أثواب، والكفن المحسوب في العدد للرجال: قميص غير مخيط، وإزار، وحبرة أو إزار. ولابد من العمامة والمئزر.

وللمرأة: قميص غير مخيط، أو قناع، ولفافتان، ونمط، وثلاث لفائف.

وحنوط المرأة كحنوط الرجل وهو: الكافور ـ والسايغ منه وزن ثلاث عشرة درهماً ودانقان بأوزان العراق، والدرهم ستة دوانيق، والدانق ثمان

---

(١) في نسخة «ج» الاولى.

(٢) في المقنعة: جلال.

حبات من أوسط الشعير، ووسطه وزن أربعة دراهم، وأدناه وزن مثقال لمن وجده، ويحنط الميت به سواء كان ذكراً أو أنثى - فيمسح به موضع سجوده لله من جبهته، وأطراف أصابع يديه، وباطن كفيه لأنهما مما يسجد لله عزوجل، وعيني الركبتين فانهما من المساجد، وظاهر أصابع الرجلين لأنهما تمام المساجد. وإن فضل من الكافور شيء بعد الذي ذكرناه ألقي على صدره.

ولا يجمّر[1] أكفان الميت، ولا يتبع بعينه بمجرة[2]، ولا يقطع أكفانه بالحديد، ولا يغلى له الماء إلاّ أن يشتد البرد، فيفتر قليلا.

وإذا ماتت امرأة مسلمة بين نساء ذميات ورجال مسلمين، ليس فيهم ذو محرم لها، أمر الرجال المسلمون امرأة من الذميات من أمثلهن في السداد، فاغتسلت، ثم غسلت المرأة المسلمة بما يمله الرجال المسلمون لها ويعلمونها إياه.

وكذلك إذا مات رجل مسلم بين رجال من أهل الذمة ونساء مسلمات، ليس فيهن محرم له، امر النساء المسلمات رجلا من أهل الذمة من أمثلهم أن يغتسل، ثم يغسل الرجل المسلم بما تعلمه[3] النساء المسلمات من كيفية الغسل ويبصرنه[4] عليه.

وإن لم يوجد من يعرف كيفية الغسل، أجزأ الميت في غسله أن يصب عليه الماء صباً، وذلك عند الاضطرار حسب ما ذكرناه.

---

(١) أي ولا يبخر بالطيب.

(٢) في نسخة «ج» بمجمر. ولعلّ الصحيح: نعشه بمجمرة

(٣) في نسخة «أ و ج» يعلمونه.

(٤) في نسخة «أ و ج» يبصرانه.

وإذا كانت الصبية لأقل من أربع سنين، جاز لمن ليس بمحرم أن يغسلها من وراء الثوب، فيصب عليها الماء صبّاً، وذلك عند فقد [من يغسلها][1] من النساء.

وإذا كان الصبي لأقل من ستة سنين، ولم يوجد رجل يغسله، جاز للنساء أن يغسلنه مجرداً من الثياب.

والمرأة إذا رفعت على سريرها لتحمل الى قبرها، جعل على سريرها مكببة[2] تسترها عن الرجال، وليس ذلك بواجب في حمل الرجال على جنائزهم، بل ليس بمسنون فيه ولا معروف، وهو مختص بالنساء على ما قدّمناه.

وإذا وضعت المرأة للصلاة عليها قام الامام المصلّي عليها عند صدرها.

وإذا صلّى على الرجل، قام إمام الجماعة عند وسطه.

ويقال بعد التكبيرة الرابعة على الرجل: (أللهم عبدك ابن عبدك، نزل بك، وأنت خير منزول به، أللهم إنه قد افتقر الى رحمتك، وأنت غني عن عذابه، فاغفر له، وارحمه، وتجاوز عنه، ياأرحم الراحمين).

ويقال بعد التكبيرة الرابعة على المرأة: «أللهم أمتك ابنة أمتك، نزلت بك، وأنت خير منزول به، أللهم إنها فقيرة الى رحمتك، وأنت غني عن عذابها، فاغفر لها، وارحمها ياأرحم الراحمين».

وإذا اريد دفن المرأة، وضعت الجنازة في القبلة أمام القبر، ونزل اليه

---

(١) ليس في نسخة «ج»

(٢) في نسخة «ب» منكبة

من النساء من تأخذها من الجنازة، فتضعها في القبر. فان لم تحضرها نسوة كذلك، وكان لها بعل وأقارب كانوا المتولين لذلك. فان لم يكن لها قريب ولا نسيب، تولاها في المسلمين من لا رحم بينه وبينها.

وتوجه الى القبلة من جانبها الايمن، وكذلك يوجه الرجل في دفنه.

وتحل عقود الأكفان عند وضع الميت في القبر، ولا يترك عليه شيئاً مشدوداً.

ويدخل الرجل الى قبره بخلاف إدخال المرأة اليه، فيوضع جنازته مما يلي [رجلي الميت][1] في القبر، ويكون رأسه مما يلي موضع الرجلين، ويتناول من هناك ليسبق رأسه الى القبر، كما سبق في خروجه من الولادة الى الدنيا.

ولا ترفع قبور الرجال والنساء على وجه الأرض أكثر من أربع أصابع مفرجات.

ويكره أن يطرح في القبر من غير ترابه الذي خرج منه.

ودفن الميت في التراب أفضل من دفنه في التوابيت، بذلك جرت السنة، والله وليّ التوفيق.

تم الكتاب بحمد الله ومنه، وصلواته على خير

خلقه محمد النبي وآله الطاهرين

والحمد لله رب العالمين